در کفے جامِ شریعت در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمبر

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی یکہ توت پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ
بیادگار حضرت ابو البرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۳۶۹

پندرہ روزہ

الحسن پشاور

مدیر اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ
قادری گیلانی

منتظم اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۱۶۰ تا ۱۶۴ — جلد نمبر ۱۴

۱۶ جون تا ۳۱ اگست ۱۹۹۹ء — ربیع الاول، ربیع الثانی، جمادی الاول ۱۴۲۰ھ

مدیر اعلیٰ (فقیر) محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے
طبع کر کے کیکر توت پشاور سے شائع کیا

غوث اعظم رضی اللہ عنہ نمبر

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ نمبر
(۱)	پیغام	حضرت شاہ احمد نورانی	۴
(۲)	شذرہ	سید محمد حسنین قادری	۵
(۳)	نعت شریف	خاطر غزنوی	۹
(۴)	الغوث الاعظم (منقبت)	علامہ عبد الصمد صارم	۱۰
(۵)	حضرت شیخ عبد القادر جیلانی	علامہ سید ابو الحسن ندوی	۱۱
(۶)	منقبت	علامہ عبد الصمد صارم	۳۴
(۷)	در معانی	حافظ علی احمد جان صاحب	۳۶
(۸)	پیغام	علامہ حکیم محمد موسیٰ	۴۷
(۹)	تقریظ "افضلیت غوث اعظم"	بشیر حسین ناظم	۴۹
(۱۰)	غوث اعظم دستگیر (منقبت)	پروفیسر مرتضٰے سید	۵۷
(۱۱)	فیضان رسالت کی ضیاء باریاں	سید ایچ ایچ بلگرامی	۵۸
(۱۲)	دیوان حضرت عبد القادر جیلانی	ڈاکٹر غلام مصطفٰے خان	۶۲
(۱۳)	عرفان حقیقت فی بیان مرشد طریقت	سید محمد انور شاہ قادری	۶۵
(۱۴)	سلطان الاولیاء (منقبت)	ابو الطاہر فدا حسین	۱۱۰
(۱۵)	حضور غوث پاک اور احیائے طریقت	پروفیسر فیاض احمد خان کاوش	۱۱۳

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ نمبر
(۱۶)	پیر پیران جہاں	اقبال ریاض	۱۲۲
(۱۷)	مشکل کشا آگئے (منقبت)	سکندر	۱۲۵
(۱۸)	گیارہویں شریف کی شرعی حیثیت	مفتی خلیل الرحمان قادری گلوزوی	۱۲۶
(۱۹)	رنگ و بوئے مصطفےٰ	محبوب الٰہی عطا	۱۵۰
(۲۰)	حضور غوث اعظم کا علم و فضل	قاری جاوید اقبال	۱۵۱
(۲۱)	خلق نبوی کے مظہر کامل	علاء الدین عدیم	۱۵۷
(۲۲)	جلوہ حق کی ادا (منقبت)	محبوب الٰہی عطا	۱۶۳
(۲۳)	کرامات غوث اعظم	حاجی تنویر احمد صدیقی	۱۶۴
(۲۴)	حضور غوث پاک اور احیائے دین	سید محمد یاسر بخاری	۱۷۶
(۲۵)	محبوب سبحانی (منقبت)	طارق سلطانپوری	۱۹۴
(۲۶)	حضور غوث پاک اور اتباع شریعت	صبیح احمد قادری	۱۹۵
(۲۷)	حضور غوث اعظم اور حکمرانان وقت	مولانا نصیر الدین	۱۹۸
(۲۸)	دست قدرت (منقبت)	محبوب الٰہی عطا	۲۰۲
(۲۹)	ملفوظات غوث اعظم	محمد قمر صدیقی	۲۰۳

پیغام

از قائدِ اہلسنّت مبلغ اسلام و امام تحریک احیائے دین حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی مدظلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الدعوة الاسلامية العالمية
World Islamic Mission Pakistan (Trust)
A Religious Missionary Trust, Registration No. 407

گرامی قدر محترم جناب سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ امید ہے مزاج گرامی بخیر ہونگے۔ گرامی نامہ ملا۔ یاد فرمائی کا شکریہ!

آج کے اس پر فتن دور میں آپ کی گرانقدر کوششوں سے پندرہ روزہ الحسن پابندی سے شائع ہو رہا ہے۔ اس پر دلی مبارکباد قبول فرمائیں۔ ربیع الثانی میں غوث اعظم نمبر کا اجراء سعادت کی بات ہے اس نمبر کا اجراء حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے آپکی قلبی محبت کا اظہار ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپکی ان پر خلوص کوششوں کو قبولیت کا شرف عطاء فرما کر دارین میں کامیابیوں کا ذریعہ بنائے۔ اور آخرت میں باعث نجات بنائے۔ آمین

والسلام
فقیر محمد ... (دستخط)
شاہ احمد نورانی صدیقی

مورخہ: 8جون1999
۲۲ صفر المظفر ۱۴۲۰ ھجری

502-503, 5th Floor, Regency Mall / Uni Shopping Centre, Shahrah-e-Iraq, Saddar, Karachi-74400 Pakistan.
Cable : "MESSAGE" G.P.O. Box 2815, Code-74000. Tel : (92-21) 5676400 / 519537 Fax : (92-21) 5682521

غوثِ اعظم نمبر

محمد حسنین قادری گیلانی

سورۂ فاتحہ کو قرآن پاک کا دل قرار دیا گیا ہے۔ یہ سورہ مبارک نہایت ہی بابرکت اور عظمت والی ہے۔ مفسرین کرام نے اس کی تفسیر میں دفتر کے دفتر لکھے ہیں۔ اس کی ہمہ گیریت اور مقبولیت کی انتہاء یہ ہے کہ اس کے بغیر مسلمانوں کی نماز مکمل نہیں ہوتی۔ اس میں جہاں اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثناء، بندگی اور پاکیزگی کا ذکر ہے وہاں مومنوں کے لئے ایک دعا بھی موجود ہے جس میں وہ اللہ عزوجل سے خواستگذار ہوتے ہیں کہ

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ (۵) صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ (۶ سورہ فاتحہ)

ترجمہ: ہم کو سیدھے راستے پر چلا (۵) راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا (۶)۔

اسی طرح سورۂ حشر (آیت ۲۰) میں ارشاد ہوا

لَا یَسْتَوِیْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ

ترجمہ: دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں، جنت والے ہی مراد کو پہنچے۔

سورہ مومنون کی ابتداء کچھ ایسے ہے

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ (المومنون ۱)

ترجمہ: بے شک مراد کو پہنچ گئے ایمان والے۔

ان تمام اور ان کے علاوہ سینکڑوں آیات کریمہ سے مقصود وہ پاکباز ہستیاں ہیں جن کو کہ ان کا رب اور معبود لاشریک چن کر سجدہ گاہ قدسیاں بنا دیتا ہے۔ ان میں سرفہرست انبیاء کرام معصومین ہیں جن کو کہ نوع انسانی کی رشد وہدایت کا فریضہ سونپا گیا اور ان جیسا کسی اور کو نہیں بنایا گیا۔ شب معراج میں سردار الانبیاء، سرور کائنات، خاتم النبیین، شفیع المذنبین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (ان پر لاکھوں درود و سلام) کو امام الانبیاء بنا کر ان مبارک ہستیوں میں منفرد مقام عطا کیا گیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو

اوجِ ثریا پر پہنچا دیا گیا۔

انبیاء کرام کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین ہیں جو ہر مصیبت و راحت کی گھڑی میں اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور قدم قدم پر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم پر جان نچھاور کرتے رہے۔ ان کے بعد اُمتِ رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی رہنمائی کی ذمہ داری ان یگانہ روز ہستیوں کو تفویض کی گئی جن کے بارے میں کلام پاک یوں مخاطب ہے

اَلَآ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ (٦٢) اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ کَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ (٦٣) لَہُمُ الۡبُشۡرٰی فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ ؕ لَا تَبۡدِیۡلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ہُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ (سورہ یونس ٦٤)

ترجمہ: سن لو! بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم (٦٢) وہ جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے ہیں (٦٣) انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں، اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔ (٦٤)

اسی طرح درج ذیل حدیث قدسی میں اللہ تبارک و تعالٰی جلّ جلالہٗ نے اپنے انہی اولیاء کرام کی شان بیان فرمائی۔

کنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصرہ بہ و یدہ التی یبطش بھا و رجلہ التی یمشی بھا و ان سالنی لاعطینہ و لئن استعاذنی لاعیذنہ

(مشکوۃ المصابیح کتاب الدعوات، باب ذکر اللہ عزوجل و التقرب الیہ صفحہ ١٩٧)

ترجمہ: میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے کہ وہ سُنتا ہے اور میں اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس سے کہ وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے کہ وہ پکڑتا ہے، اور پاؤں اس کا جس سے کہ وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں ضرور بالضرور اس کو عطا کرتا ہوں اور اگر پناہ مانگتا ہے مجھ سے تو ضرور بالضرور میں پناہ دیتا ہوں اس کو۔

یہ وہ عظیم درجات اور بلند مراتب ہیں جن تک رسائی قربِ نوافل کی صورت میں ہوتی ہے اور اہلِ فہم پر یہ بات روشن ہے کہ اولیاء کرام اپنی زندگیوں کا ایک خاص حصہ مجاہدات و ریاضت میں بسر کرتے ہیں۔

حضور کی امت کی اولیاء کرام کی سرداری میرے اور آپ کے غوث پاک ، محبوب سبحانی ،قندیل نورانی ، ہیکل یزدانی، شہباز لامکانی حضرتنا و شیخنا و مرشدنا سیدنا الشیخ ابو محمد محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کے حصہ میں آئی ہے۔

غوث اعظم درمیان اولیاء | چوں محمد درمیان انبیاء

اولیاء کرام میں حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کو منفرد مقام حاصل ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ نجیب الطرفین سید اور مادر زاد ولیٔ باکمال ہیں۔ آپ والد محترم کی طرف سے حسنی اور والدہ ماجدہ کی طرف سے حسینی سید ہیں۔ علم و فضل ، عرفان حقیقت ، اتباع سنت اور زہد و ریاضت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کا کوئی ثانی نہیں۔ آپ وصل کی اس منزل پر فائز ہیں جو کسی اور کے نصیب میں نہ ہوئی۔ آپ کا وہ مقام ہے جس میں صرف آپ خود ہی عرفان حقیقت پر فائز نہیں بلکہ دوسروں کو بھی آپ کے ذریعہ یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ آپ کے زمانے کے ایک بلند پایہ صوفی شیخ علی بن ادریس الیعقوبی اپنا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ شیخ علی بن الھیتی نے مجھے ہاتھ سے پکڑا اور آپ کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کی کہ یا شیخ یہ میرا غلام "علی" ہے ، یہ ۵۵۰ ہجری کا واقعہ ہے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہُ نے ایک چادر جو اپنے اوپر اوڑھی ہوئی تھی اُتاری اور میرے اوپر ڈال دی اور فرمایا کہ "کہ تم نے اپنے اوپر دائمی صحت کے کپڑے پہن لئے ہیں"۔ شیخ علی فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کو پینسٹھ (۶۵) برس گذر گئے اور مجھے کبھی بھی آج تک کسی بیماری نے نہیں گھیرا۔

شیخ علی بن ادریس فرماتے ہیں کہ میں اپنے شیخ علی بن الھیتی کے ساتھ دس سال بعد یعنی ۵۶۰ھ میں دوبارہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس موقع پر آپ نے کافی دیر تک اپنا سر اقدس مراقبے کی حالت میں جھکایا، تب میں نے محسوس کیا کہ ایک روشنی کا بقعۂ نور آپ کی ذات پاک سے نکل کر میری طرف بڑھا اور اس کی کشش میں نے اپنے اندر محسوس کی۔ اسی لمحے میں نے قبروں اور مقبروں کے باسیوں کو نہ صرف دیکھا بلکہ ان کی حالت زار کا مشاہدہ بھی کیا ،میں نے فرشتوں کو کہ جہاں پر وہ رہتے ہیں مختلف زبانوں میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہوئے سنا اور دیکھا، میں نے انسانوں کے ماتھوں پر ان کی تقدیر لکھے ہوئے پڑھی اور جو اہم معاملات مجھ پر آشکارا کئے گئے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہُ نے مجھے کہا "نہ ڈرو اور یہ سب کچھ حاصل کر لو"۔ اس موقعہ پر میرے مرشد شیخ علی

الشیخ نے عرض کی کہ اے میرے مولے! مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ اپنی خرد نہ کھو بیٹھے تب حضور غوث پاک نے اپنا دست مبارک میرے سینے میں گُھبا دیا۔ میں اپنے باطن میں عجیب کیفیت اور کیف و سرور محسوس کر رہا تھا۔ میں نے فرشتوں کی تسبیح سنی اور آج تک اس بقعہ نور کی وجہ سے ملکوت کے راستوں سے نہ صرف واقف ہوں بلکہ محظوظ بھی ہو رہا ہوں۔

سبحان اللہ میرے میراں سرکار اور پیران پیر کی کیا شان ہے۔ وہ نہ صرف وصل کی اعلیٰ منازل پر فائز ہیں بلکہ اپنے غلاموں کو بھی پلک جھپکنے میں ان منازل کی سیر کروا دیتے ہیں۔

محمد بن القادر الحسینی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم سے سنا ہے کہ حضور غوث پاک علوم اسلامیہ کے مختلف موضوعات پر گھنٹوں فی البدیہہ وعظ فرماتے۔ جونہی حضور منبر پر تشریف فرما ہوتے تو تمام مجمع ساکت ہو جاتا اور کوئی شخص بھی جماہی تک نہ لیتا، نہ تو کوئی گلہ صاف کرتا، نہ آنکھ جھپکاتا، نہ کھانسی کرتا، نہ ہی کوئی بات کرتا یا اُٹھ کر چلا جاتا۔ ان کی آواز مبارک تمام لوگوں کو صاف سنائی دیتی اور ہر کوئی ایسے محسوس کرتا جیسے حضور بالکل اس کے پاس موجود ہوں۔ اس کے باوجود کہ یہ مجمع ہزاروں کا ہوتا، آپ تمام حاضرین کے مافی الضمیر اور دلوں کی باتیں کرتے، ہر کسی کو باہمی مکالمے میں سوالوں کا جواب دیتے۔

جب آپ منبر کی طرف تشریف لاتے تو تمام حاضرین آپ کے احترام میں یک جنبش کھڑے ہو جاتے۔ آپ اگر خاموش ہونے کا حکم دیتے تو سب لوگ احتراماً اتنے خاموش ہو جاتے کہ ان کی سانسوں کے علاوہ کوئی آواز نہ آتی۔

حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کا فیضِ عام اب تک قائم دائم ہے اور تا ابد جاری و ساری رہے گا۔ گیارہ ربیع الثانی کا دن آپ کے نام گرامی سے منسوب ہے۔ اس دن کو تمام بلاد اسلامیہ میں نہایت ادب، احترام اور تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ اس دن لنگر غوثیہ اور ذکر و اذکار کا محافل اپنی تمام تر رعنائیوں، برکتوں، فیض اور غلامانِ دستگیر کی روح و قلب کی تسکین اور درجات کی بلندی کے لئے منعقد کی جاتی ہیں۔ اس سال یعنی ۱۹۹۹ء بمطابق ۱۴۲۰ھ پندرہ روزہ "الحسن" پشاور، اپنے قارئین کرام کی ذہنی، روحانی اور قلبی تسلی و تشفی کے لئے غوث اعظم نمبر" شائع کر رہا ہے۔

ہم اللہ تبارک و تعالیٰ سے دست بدعا ہیں کہ ہماری اس کاوش کو بارگاہِ غوثیت میں شرف قبولیت بخشے۔ آمین بجاہ نبی روف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

نعت شریف

پروفیسر خاطر غزنوی

صلی علی ہی وردِ زبان ہے صلی اللہ علیہ وسلم
نور میں لپٹا سارا جہاں ہے صلی اللہ علیہ وسلم

روشن سورج اس کا پرَتو، تارے سارے اسی کی لو ہیں
سارے جہاں پر نور فشاں ہے صلی اللہ علیہ وسلم

کیف سحر ہے سرشاری، نشہ عبادت کا ہے طاری
ہر سو چشمۂ فیض رواں ہے صلی اللہ علیہ وسلم

ٹھنڈی ہوا کے میٹھے جھونکے، قطرہ قطرہ شبنم چونکے
تازہ اور پاکیزہ سماں ہے صلی اللہ علیہ وسلم

روضۂ اطہر نظروں میں ہے، ان کا تصور آنکھوں میں
غنچہ ساں دل، طبع رواں ہے صلی اللہ علیہ وسلم

ایک عجب جذبہ ہے جیسے روح میں ہوں حسان سمائے
عرض، عقیدت، عشق جواں ہے صلی اللہ علیہ وسلم

اشک رواں ہیں یوں آنکھوں سے جیسے برسے ابرِ نیساں
یہ لمحہ تو جنسِ گراں ہے صلی اللہ علیہ وسلم

میں جو رواں ہوں سوئے مدینہ، مجھ کو یہ احساس ہے خاطر
میری راہ تو کاہکشاں ہے، صلی اللہ علیہ وسلم

منقبة

الغوث الاعظم رضی اللہ عنہ

حضرت علامہ قاضی عبد الصمد صارم الازہری

لا علم علماً فیك تعی المدائح ... فما كان فی نفس الحسیب القبائح

ساكتب فیكم من مدائح جمة ... فما تم فی مدح الحبیب المدائح

مدحتك مدحاً مطرياً ومبالغاً ... غلواً فلم یقدح بمدحك قادح

علیك سلام الله لیلاً وغدوةً ... فقد كنت ممن تستمد المصائح

ارض لك قصراً مشمراً بنائهُ ... نجوماً وازهاراً وصحنك فائح

ارئك بجنات عظیم نعیمها ... ارانی كانی فی جنانك سائح

وتمشی بها من نفحة ذات مسكة ... تهبّ هبوب الریح والریح فائح

وجنتك الزهراء مخضرة الربی ... نبات وازهار ونهرك فائح

فور دو ریحان وورس ونرجس ... ومن ثمرات النخل الغصن مائح

وفیها بحور من خمور لذیذة ... كأنی بدلوی فی بحارك مائح

ارانی بلیل فی المنام باننی ... بجنات عدن بالحبیب مصافح

فیا ربنا ان فرقتنا عن حبیبنا ... علی كل حال اننا لك سابح

لقد كنت ممن قلب مورع اذا اشتكی ... "ادنی انتسام منك تحیا الفرائح"

لقد كنت ممن یطرب القلب نظره ... وتقوی من الجسم الضعیف الجوائح

علیك سلام الله غدوةً وعشیة

ویمطر هلال علیك ونازح

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت علامہ مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی

تعلیم و تکمیل:

سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت ۴۷۰ ہجری[1] میں ہوئی۔ آپ کا نسب دس واسطوں سے سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پر منتہی ہوتا ہے۔ ۱۸ سال کی عمر میں غالباً ۴۸۸ھ میں بغداد تشریف لائے اور پوری عالی ہمتی اور بلند حوصلگی کے ساتھ تحصیلِ علم میں مشغول ہو گئے۔ عبادات و مجاہدات کی طرف طبعی کشش کے باوجود آپ نے تحصیلِ علم میں قناعت و زہد سے کام نہیں لیا۔ ہر علم کو اس کے باکمال استادوں اور صاحبِ فن عالموں سے حاصل کیا اور اس میں پوری دستگاہ پیدا کی۔ آپ کے اساتذہ میں ابوالوفا ابن عقیل محمد بن الحسن الباقلانی اور ابو زکریا تبریزی جیسے نامور علماء اور آئمہ فن کا نام نظر آتا ہے۔ طریقت کی تعلیم شیخ ابو الخیر حماد بن مسلم الدباس سے حاصل کی اور قاضی ابو سعید مخرمی سے تکمیل کی اور اجازت حاصل کی۔[2]

اصلاح و ارشاد و رجوع عام

ظاہری و باطنی تکمیل کے بعد اصلاح و ارشاد کی طرف متوجہ ہوئے۔ مسند درس اور مسند ارشاد کو بیک وقت زینت دی۔ اپنے استاد و شیخ، شیخ مخرمی کے مدرسہ میں تدریس و وعظ کا سلسلہ شروع کیا۔ بہت جلد مدرسہ کی توسیع کی ضرورت پیش آگئی۔ مخلصین نے عمارت میں اضافہ کر کے اس کو آپ کی مجالس کے قابل بنا دیا۔ لوگوں کا اس قدر ہجوم ہوا کہ مدرسہ میں تل رکھنے کی جگہ نہ رہی۔ سارا بغداد آپ کے مواعظ پر ٹوٹ پڑا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایسی وجاہت و قبولیت عطا فرمائی جو بڑے بڑے بادشاہوں کو نصیب نہیں۔ شیخ موفق الدین ابن قدامہ صاحب مغنی کہتے ہیں کہ "میں نے کسی شخص کی آپ سے بڑھ کر دین کی وجہ سے تعظیم ہوتے نہیں دیکھی۔ بادشاہ اور وزراء آپ کی مجالس میں نیازمندانہ حاضر ہوتے اور ادب سے بیٹھ جاتے۔ علماء فقہاء کا کچھ شمار نہ تھا، ایک ایک مجلس میں چار چار سو دواتیں

---

[1]: المنتظم (ابن جوزی) البدایہ والنہایہ (ابن کثیر)۔ ذیل طبقات الحنابلہ (ابن رجب)

[2]: تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: طبقات الحنابلہ لابن رجب۔

شمار کی گئی ہیں جو آپ کے ارشادات قلمبند کرنے کے لئے جائیں۔

محامد و اخلاق:

بایں رفعت و منزلت حد درجہ متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ ایک بچہ اور ایک لڑکی بھی بات کرنے لگتی تو کھڑے ہو کر سنتے اور اس کا کام کرتے۔ غریبوں اور فقراء کے پاس بیٹھتے اور ان کے کپڑوں کو صاف کرتے، جوں نکالتے لیکن اس کے برخلاف کسی معزز آدمی اور ارکان سلطنت کی تعظیم میں کھڑے نہ ہوتے[۱]۔ خلیفہ کی آمد ہوتی تو قصداً دولت خانہ میں تشریف لے جاتے، یہاں تک کہ خلیفہ آکر بیٹھ جاتا پھر برآمد ہوتے تاکہ تعظیماً کھڑا نہ ہونا پڑے[۲]۔ کبھی کسی وزیر یا سلطان کے دروازہ نہیں گئے[۳]۔

آپ کے دیکھنے والے اور آپ کے معاصرین آپ کے حسن اخلاق، علوِ حوصلہ، تواضع و انکسار، سخاوت و ایثار اور اعلیٰ اخلاقی اوصاف کی تعریف میں رطب اللسان ہیں ایک بزرگ (حراوہ) جنہوں نے بڑی طویل عمر پائی اور بہت سے بزرگوں اور ناموروں کو دیکھا اور ان کی صحبت اٹھائی، فرماتے ہیں

مارات عيناى احسن خلقا ولا اوسع صدراً ولا اكرم نفساً ولا الطف قلباً ولا حفاظ عهداً و وداً من سيدنا الشيخ عبدالقادر ولقد كان مع جلالة قدره و علو منزلتة و سعة علمة يقف مع الصغير يو يوقر الكبير و يبداء بالسلام و يجالس الضعفا و يتواضع للفقراء و ما قام لاحد من العظماء ولا الاعيان ولا الم بباب وزير ولا سلطان[۴]

ترجمہ: میری آنکھوں نے حضرت شیخ عبدالقادر سے بڑھ کر کوئی خوش اخلاق، فراخ حوصلہ، کریم النفس، رقیق القلب، محبت اور تعلقات کا پاس کرنے والا نہیں دیکھا۔ آپ اپنی عظمت اور علوِ مرتبت اور وسعت علم کے باوجود چھوٹے کی رعایت فرماتے، بڑے کی توقیر کرتے، سلام

۱: الطبقات الکبریٰ للشعرانی جلد ۱، صفحہ ۱۲۷

۲: ایضاً صفحہ ۱۲۸ ۳: ایضاً صفحہ ۱۲۷

۴: قلائد الجواہر صفحہ ۹

میں سبقت فرماتے، کمزوروں کے پاس اٹھتے بیٹھتے، غریبوں کے ساتھ تواضع اور انکساری سے پیش آتے، حالانکہ آپ کسی سربر آوردہ یا رئیس کے لئے تعظیماً کھڑے نہیں ہوئے اور نہ کسی وزیر یا حاکم کے دروازہ پر گئے۔

الامام الحافظ ابو عبداللہ محمد بن یوسف البرزالی الاشبیلی ان الفاظ میں آپ کی تعریف کرتے ہیں

کان مجاب الدعوة، سریح الدمعة دائم الذکر کثیر الفکر رقیق القلب دائم البشر کریم النفس سخی الید غزیر العلم شریف الاخلاق، طیب الاعراق مع قدم راسخ فی العبادة و الاجتهاد۔[1]

ترجمہ: آپ مستجاب الدعوات تھے (اگر کوئی عبرت اور رقت کی بات کی جاتی) تو جلدی آنکھوں میں آنسو آ جاتے، ہمیشہ ذکر و فکر میں مشغول رہتے، بڑے رقیق القلب تھے، خندہ پیشانی، شگفتہ رو، کریم النفس، فراخ دست، وسیع العلم، بلند اخلاق، عالی نسب، عبادات اور مجاہدہ میں آپ کا پایہ بلند تھا۔

مفتئ عراق محی الدین ابو عبداللہ محمد بن حامد البغدادی لکھتے ہیں

ابعد الناس عن الفحش اقرب الناس الی الحق شدید الباس اذا انتھکت محارم اللہ عز و جل لا یغضب لنفسہ و لا ینتصر لغیر ربہ

ترجمہ: غیر مہذب بات سے انتہائی دور اور حق اور معقول بات سے بہت قریب اگر احکام خداوندی اور حدودِ الٰہی میں سے کسی پر دست درازی ہوتی تو آپ کو جلال آ جاتا، خود اپنے معاملہ میں کبھی غصہ نہ آتا اور اللہ عزوجل کے علاوہ کسی چیز کے لئے انتقام نہ لیتے، کسی سائل کو خالی ہاتھ واپس نہ کرتے، خواہ بدن کا کپڑا ہی کیوں نہ اتار کر دینا پڑے۔

"بھوکوں کو کھانا کھلانے اور ضرور تمندوں پر بے دریغ خرچ کرنے کا خاص ذوق تھا۔

علامہ ابن النجار آپ سے نقل کرتے ہیں کہ اگر ساری دنیا کی (دولت) میرے قبضہ میں ہو تو میں بھوکوں کو کھانا کھلاؤں۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے

---

[1]: قلائد الجواہر صفحہ ۹

کہ میری ہتھیلی میں سوراخ ہے، کوئی چیز اس میں ٹھہرتی نہیں، اگر ہزار دینار میرے پاس آئیں تو رات نہ گزرنے پائے [۱]۔ صاحب "قلائد الجواہر" لکھتے ہیں کہ حکم تھا کہ رات کو وسیع دسترخوان بچھے، خود مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے، کمزوروں اور غریبوں کی ہم نشینی فرماتے، طلبہ کی باتوں کو برداشت کرتے اور تحمل فرماتے، ہر شخص یہ سمجھتا کہ اس سے بڑھ کر کوئی ان کا مقرب اور ان کے یہاں معزز نہیں ساتھیوں میں سے جو غیر حاضر ہوتا، اس کا حال دریافت فرماتے اور اس کی فکر رکھتے، تعلقات کا بڑا پاس اور لحاظ تھا، غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگذر کرتے اگر کوئی کسی بات پر قسم کھالیتا تو اس کو مان لیتے اور جو کچھ (حقیقت حال) جانتے تھے اس کا اخفاء فرماتے" [۲]

مردہ دلوں کی مسیحائی

سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کرامات کی کثرت پر مورخین کا اتفاق ہے۔ شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام [۳] اور امام ابن تیمیہ کا قول ہے کہ شیخ کی کرامات حدِ تواتر کو پہنچ گئی ہیں۔ ان میں سے سب سے بڑی کرامت مردہ دلوں کی مسیحائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب کی توجہ اور زبان کی تاثیر سے لاکھوں انسانوں کو نئی ایمانی زندگی عطا فرمائی۔ آپ کا وجود اسلام کے لئے ایک بادِ بہاری تھا۔ جس نے دلوں کے قبرستان میں نئی جان ڈال دی اور عالم اسلام میں ایمان و روحانیت کی ایک نئی لہر پیدا کر دی، شیخ عمر کیسانی کہتے ہیں کہ کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی تھی جس میں یہودی اور عیسائی اسلام نہ قبول کرتے ہوں اور رہزن، خونی اور جرائم پیشہ توبہ سے مشرف نہ ہوتے ہوں، فاسد الاعتقاد اپنے غلط عقائد سے توبہ نہ کرتے ہوں۔ [۴]

جبائی کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت شیخ نے ایک روز فرمایا کہ میری تمنا ہوتی ہے کہ زمانہ سابق کی طرح صحراؤں اور جنگلوں میں رہوں نہ مخلوق مجھے دیکھے نہ میں اس کو دیکھوں لیکن اللہ

---

۱ : قلائد الجواہر صفحہ ۹

۲ : ایضاً

۳ : ذیل طبقات حنابلہ ابن رجب

۴ : قلائد الجواہر و مختلف کتب تذکرہ

تعالیٰ کو اپنے بندوں کا نفع منظور ہے، میرے ہاتھ پر پانچ ہزار سے زائد یہودی اور عیسائی مسلمان ہو چکے ہیں۔ عیاروں اور جرائم پیشہ لوگوں میں سے ایک لاکھ سے زائد توبہ کر چکے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔[1]

مورخین کا بیان ہے کہ بغداد کی آبادی کا بڑا حصہ حضرت کے ہاتھ پر توبہ سے مشرف ہوا اور بکثرت یہودی، عیسائی اور اہلِ ذمہ مسلمان ہوئے۔[2]

تعلیمی مشاغل و خدمات

اعلیٰ مراتب ولایت پر فائز ہونے اور نفوس و اخلاق کی اصلاح و تربیت میں ہمہ تن مشغول ہونے کے ساتھ آپ درس و تدریس، افتاء اور تصحیح اعتقاد اور مذہب اہلسنت کی نصرت و حمایت سے غافل نہ تھے۔ عقائد و اصول میں امام احمد اور محدثین کے مسلک پر تھے، مذہب اہلسنت اور سلف کے مسلک کو آپ سے بڑی تقویت حاصل ہوئی اور اس کے مقابلہ میں اعتقادی و عملی بدعت کا بازار سرد ہو گیا۔ ابن السمعانی کہتے ہیں کہ متبعین سنت کی شان آپ کی وجہ سے بڑھ گئی اور ان کا پلڑا بھاری ہو گی۔

مدرسہ میں ایک سبق تفسیر کا ایک حدیث کا ایک فقہ اور ایک اختلافات ائمہ اور ان کے دلائل کا پڑھاتے تھے، صبح شام تفسیر، حدیث، فقہ، مذاہب ائمہ، اصول فقہ اور نحو کے اسباق ہوتے، ظہر کے بعد تجوید کی تعلیم ہوتی اس کے علاوہ افتاء کی مشغولیت تھی بالعموم مذہب شافعی اور مذہب حنبلی کے مطابق فتویٰ دیتے۔ علماء عراق آپ کے فتاویٰ سے بڑے متعجب ہوتے اور بڑی تعریف کرتے۔[3]

ایک مرتبہ استفتاء آیا کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ وہ کوئی ایسی عبادت کرے گا جس میں عبادت کے وقت کوئی دوسرا شریک نہیں ہو گا۔ اگر اس نے قسم پوری نہیں کی تو اس کی بیوی کو تین طلاق۔ علماء یہ استفتاء سُن کر حیرت میں پڑ گئے کہ ایسی کون سی عبادت ہو سکتی ہے جس میں وہ بالکل تنہا ہو اور روئے زمین پر کوئی شخص اس وقت وہ عبادت نہ کر رہا ہو۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس استفتاء آیا تو بے تکلف فرمایا کہ مطاف اس کے لئے

---

[1]: قلائد الجواہر و مختلف کتب تذکرہ

[2]: ایضاً

[3]: الطبقات الکبریٰ للشعرانی جلد ۱، صفحہ ۱۲۶

خالی کر دیا جائے اور ایک ہفتہ وہ تنہا طواف کرے۔ علماء نے یہ جواب سُن کر بے ساختہ داد تحسین دی اور کہا کہ یہی ایک صورت ہے کہ بہ بلا شرکت غیرے عبادت کرے اور اپنی قسم پوری کرے، اس لئے کہ طواف بیت اللہ پر موقوف ہے اور مطاف اس شخص کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے، اب اس عبادت میں کہیں بھی شرکت کا امکان نہیں [1]

استقامت و تحقیق

حضرت شیخ استقامت کا پہاڑ تھے، اتباعِ کامل، عالمِ راسخ اور تائید غیبی نے آپ کو اس مقام پر پہنچا دیا تھا کہ حق و باطل، نور و ظلمت، الہام صحیح اور کید شیطانی میں پورا امتیاز پیدا ہو گیا تھا۔ آپ پر یہ حقیقت پوری طرح منکشف ہو گئی تھی کہ شریعت محمدی کے احکام اور حلال و حرام میں قیامت تک کے لئے تغیر و تبدل کا امکان نہیں جو اس کے خلاف دعوی کرے، وہ شیطان ہے ارشاد فرماتے ہیں کہ "ایک مرتبہ ایک بڑی عظیم الشان روشنی ظاہر ہوئی جس سے آسمان کے کنارے بھر گئے اس اسے ایک صورت ظاہر ہوئی، اس نے مجھ سے خطاب کر کے کہا "میں تمہارا رب ہوں، میں نے تمہارے لئے محرمات حلال کر دیئے، میں نے کہا دور ہو مردار! یہ کہتے ہی وہ روشنی ظلمت سے بدل گئی اور وہ صورت دھواں بن گئی اور ایک آواز آئی کہ اے عبدالقادر! خدا نے تم کو تمہارے علم و تفقہ کی وجہ سے بچا لیا ورنہ اس طرح میں ستر صوفیوں کو گمراہ کر چکا ہوں، میں نے کہا کہ اللہ کی مہربانی ہے۔ کسی نے عرض کیا کہ حضرت آپ کیسے سمجھے کہ یہ شیطان ہے، فرمایا اس کے کہنے سے کہ میں نے حرام چیزوں کو تمہارے لئے حلال کر دیا [2]

یہ بھی آپ کا ارشاد ہے کہ اگر حدود الٰہی (احکامِ شرعی) میں سے کوئی حد ٹوٹتی ہو تو سمجھ لو کہ تم فتنہ میں پڑ گئے ہو اور شیطان تم سے کھیل رہا ہے۔ فوراً شریعت کی طرف رجوع کرو، اس کو مضبوط تھام لو، نفس کی خواہشات کو جواب دو، اس لئے کہ ہر وہ حقیقت جس کی شریعت تائید نہیں کرتی باطل ہے۔ [3]

تفویض و توحید

تسلیم و تفویض اور توحیدِ کامل حضرت کا خصوصی حال تھا کبھی کبھی تعلیماً

---

[1]: الطبقات الکبریٰ للشعرانی، جلد ۱، صفحہ ۱۲۶ و طبقات الحنابلہ ابن رجب۔

[2]: ایضاً جلد ۱، صفحہ ۱۲۷ و طبقات الحنابلہ ابن رجب۔

[3]: الطبقات الکبریٰ للشعرانی جلد ۱، صفحہ ۱۲۷ و طبقات الحنابلہ ابن رجب۔

اس حال اور مقام کی تشریح فرماتے تھے وہ دراصل آپ کا حال ہے

خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں | گفتہ آید در حدیث دیگراں

ایک موقع پر ارشاد فرماتے ہیں

"جب بندہ کسی بلا میں مبتلا کیا جاتا ہے تو پہلے وہ خود اس سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے اگر نجات نہیں پاتا تو مخلوقات میں سے اوروں سے مدد مانگتا ہے مثلاً بادشاہوں یا حاکموں یا دنیا داروں یا امیروں سے اور درد و دکھ میں طبیبوں سے، جب ان سے بھی کام نہیں نکلتا اس وقت اپنے پروردگار کی طرف دعا اور گریہ و زاری و حمد و ثناء کے ساتھ رجوع کرتا ہے، (یعنی) جب تک اپنے نفس سے مدد مل جاتی ہے، خلق سے رجوع نہیں کرتا اور جب تک خلق سے مدد مل جاتی ہے خدا کی طرف متوجہ نہیں ہوتا پھر جب خدا کی طرف سے (بھی) کوئی مدد نظر نہیں آتی تو (بے بس ہو کر) خدا کے ہاتھوں میں آ رہتا ہے اور ہمیشہ سوال و دعا اور گریہ و زاری اور ستائش و اظہار حاجتمندی امید و بیم کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ پھر خدا اس کو دعا سے (بھی) تھکا دیتا ہے اور قبول نہیں کرتا یہاں تک کہ کل اسباب (منقطع ہو جاتے ہیں اور وہ سب) سے علٰحدہ ہو جاتا ہے اس وقت اس میں (احکام) قضاء و قدر کا نفاذ ہوتا ہے اور اس کے اندر (خدا اپنا) کام کرتا ہے تب بندہ کل اسباب و حرکات سے بے پرواہ ہو جاتا ہے اور روح صرف رہ جاتا ہے۔ اسے فعل حق کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور وہ ضرور بالضرور صاحب یقین موحد ہو جاتا ہے۔ قطعی طور پر جانتا ہے کہ درحقیقت خدا کے سوا نہ کوئی (کچھ) کرنے والا ہے اور حرکت و سکون دینے والا نہ اس کے سوا کسی کے ہاتھ میں اچھائی اور برائی نفع و نقصان بخشش و حرمان کشائش بندش، موت و زندگی، عزت و ذلت، غنا و فقر، اس وقت (احکام قضا و قدر) میں بندہ کی یہ حالت ہوتی ہے جیسے شیر خوار بچہ دایہ کی گود میں یا مردہ غسال کے ہاتھ میں (پولو کا) گیند سوار کے قبضہ میں کہ الٹا پلٹا جاتا ہے اور بگاڑا بنایا جاتا ہے اس میں اپنی طرف سے کوئی حرکت نہیں، نہ اپنے لئے نہ کسی اور کے لئے یعنی بندہ اپنے مالک کے فعل میں اپنے نفس میں غائب ہو جاتا ہے اور اپنے مالک اور اس کے فعل کے سوا نہ کچھ دیکھتا سنتا ہے، نہ کچھ سوچتا سمجھتا اگر دیکھتا ہے تو اس

کی صفت[1] اور اگر سنتا ہے تو اسی کا کلام اس کے علم سے (ہر چیز کو) جانتا ہے، اس کی نعمت سے لطف اٹھاتا ہے اس کے قرب سے سعادت پاتا ہے اس کی تقریب (جاذبہ) سے آراستہ پیراستہ ہوتا ہے اس کے وعدہ سے خوش ہوتا ہے۔ سکون پاتا اور اطمینان حاصل کرتا ہے اس کی باتوں سے مانوس ہوتا ہے اور اس کے غیر سے وحشت و نفرت کرتا ہے اس کی یاد میں سرنگوں ہوتا اور جی لگاتا ہے اس کی ذات پر اعتماد اور بھروسہ کرتا ہے، اس کے نور معرفت سے ہدایت پاتا اور اس کا خرقہ و لباس پہنتا ہے اس کے علوم عجیب و نادر پر مطلع ہوتا ہے اس کی قدرت کے اسرار سے مشرف ہوتا ہے اس کی ذات پاک سے (ہر بات) سنتا اور اسے یاد رکھتا ہے، پھر ان (نعمتوں) پر حمد و ثناء و شکر و سپاس کرتا ہے"[1]

خلق خدا پر شفقت

عامۃ الناس اور امت محمدیہ کے ساتھ آپ کو جو تعلق جو فکر اور اس کے حال پر جو شفقت تھی اور جو نائبین رسول اللہ مقبولین کی خاص علامت ہے اس کا اندازہ آپ کی اس تقریر سے ہو سکتا ہے جس میں آپ نے بازار میں جانے والوں کے احوال و مراتب بیان کئے ہیں۔ ان میں آخری مرتبہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں اور دراصل حدیث دیگران میں اپنا ہی حال و مقام بیان کرتے ہیں۔

"اور پانچواں وہ شخص ہے کہ جب بازار میں داخل ہوتا ہے تو اللہ سے اس کا دل بھر جاتا ہے ان لوگوں پر رحمت کرنے کے لئے، اور یہ رحمت کچھ دیکھنے ہی نہیں دیتی کہ ان لوگوں کے پاس کیا کچھ ہے، وہ تو اپنے داخلہ کے وقت سے باہر نکلنے کے وقت تک بازار والوں کے لئے دعا و استغفار و شفاعت میں اور ان پر رحمت و شفقت میں مشغول رہتا ہے اس کا دل ان لوگوں کے لئے ان کے حال پر جلتا رہتا ہے اور آنکھیں روتی رہتی ہیں اور زبان ان نعمتوں پر جو خدا نے ان لوگوں کو اپنے فضل سے دی ہیں، خدا کا شکر اور اس کی حمد و ثنا کرتی رہتی ہے"[2]

---

[1]: فتوح الغیب مقالہ (۳) ترجمہ مولوی محمد عالم صاحب کاکوروی (رموز الغیب صفحہ ۱۳۱۱۔

[2]: ایضا صفحہ ۱۷۵

مواعظ و خطبات:

حضرت شیخ کے مواعظ دلوں پر بجلی کا اثر کرتے تھے اور وہ تاثیر آج بھی آپ کے کلام میں موجود ہے۔ "فتوح الغیب" اور "الفتح الربانی" کے مضامین اور آپ کی مجالس کے وعظ کے الفاظ آج بھی دلوں کو گرماتے ہیں۔ ایک طویل مدت گزر جانے کے بعد ان میں زندگی اور تازگی محسوس ہوتی ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے نائبین اور عارفین کاملین کے کلام کی طرح یہ مضامین بھی ہر وقت کے مناسب اور سامعین اور مخاطبین کے حالات و ضروریات کے مطابق ہوتے تھے۔ عام طور پر لوگ جن بیماریوں میں مبتلا اور جن مغالطوں میں گرفتار تھے انہی کا ازالہ کیا جاتا تھا۔ اسی لئے حاضرین آپ کے ارشادات میں اپنے زخم کا مرہم، اپنے مرض کی دوا اور اپنے سوالات و شبہات کا جواب پاتے تھے اور تاثیر اور عام نفع کی یہ ایک بڑی وجہ تھی۔ پھر آپ زبان مبارک سے جو فرماتے تھے وہ دل سے نکلتا تھا اس لئے دل پر اثر کرتا تھا۔ آپ کے کلام میں بیک وقت شوکت و عظمت بھی ہے اور دل آویزی اور حلاوت بھی اور "صدیقین" کے کلام کی یہی شان ہے۔

توحید خالص اور غیر اللہ کی بے حقیقتی

اس وقت ایک عالم کا عالم اہل حکومت اور اہل دولت کے دامن سے وابستہ تھا۔ لوگوں نے مختلف انسانوں اور مختلف ہستیوں کو نفع و ضرر کا مالک سمجھ لیا تھا۔ اسباب کو ارباب کا درجہ دے دیا گیا تھا۔ اور قضا و قدر کو بھی اپنے جیسے انسانوں سے متعلق سمجھ لیا گیا تھا۔ ایک ایسی فضا میں حضرت شیخ فرماتے ہیں

"کل مخلوقات کو اس طرح سمجھو کہ ایک بادشاہ نے جس کا ملک بہت بڑا اور حکم سخت اور رعب و داب دل ہلا دینے والا ہے، ایک شخص کو گرفتار کر کے اس کے گلے میں طوق اور پیروں میں کڑا ڈال کر ایک صنوبر کے درخت میں ایک نہر کے کنارے جس کی موجیں زبردست پاٹ، بہت بڑا، بہت گہری بہاؤ بہت زوروں پر ہے، لٹکا دیا ہے، اور خود ایک نفیس اور بلند کرسی پر کہ اس تک پہنچنا مشکل ہے، تشریف فرما ہے اور اس کے پہلو میں تیر و پیکان، نیزہ و کمان اور ہر طرح کے اسلحہ کا انبار ہے، جن کی مقدار خود بادشاہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور ان میں سے جو چیز

چاہتا ہے اٹھا کر اس لٹکے ہوئے قیدی پر چلاتا ہے تو کیا (یہ تماشا) دیکھنے والے کے لئے بہتر ہوگا کہ وہ سلطان کی طرف سے نظر ہٹا لے، اور اس خوف و امید کو ترک کر دے اور لٹکے ہوئے قیدی سے امید و بیم رکھے، کیا جو شخص ایسا کرے، عقل کے نزدیک بے عقل، بے ادراک، دیوانہ، چوپایہ اور انسانیت سے خارج نہیں ہے، خدا کی پناہ بینائی کے بعد نابینائی، اور وصول کے بعد جدائی اور قوت و ترقی کے بعد تنزل اور ہدایت کے بعد گمراہی اور ایمان کے بعد کفر ہے"۔[1]

ایک دوسری مجلس میں توحید و اخلاق اور ماسوائے اللہ سے انقطاع کی تعلیم اس طرح دیتے ہیں

"اس پر نظر رکھو جو تم پر نظر رکھتا ہے اس کے سامنے نہ ہو جو تمہارے سامنے رہتا ہے، اس سے محبت کرو جو تم سے محبت کرتا ہے، اس کی بات مانو جو تم کو بلاتا ہے، اپنا ہاتھ اسے دو جو تم کو گرنے سے سنبھال لے گا اور تم کو جہل کی تاریکیوں سے نکال لے گا اور ہلاکتوں سے بچائے گا، نجاستیں دھو کر میل کچیل سے پاک کرے گا، تم کو تمہاری سڑاہند اور بدبو اور پست ہمتی اور نفس بدکار و رفیقان گمراہ و گمراہ کن سے نجات دے گا۔ جو شیاطین خواہشیں اور تمہارے جاہل دوست ہیں، خدا کی راہ کے رہزن اور تم کو ہر نفیس اور ہر عمدہ اور پسندیدہ چیز سے محروم رکھنے والے کب تک عادت؟ کب تک خلق؟ کب تک خواہش؟ کب تک رعونت؟ کب تک دنیا؟ کب تک آخرت؟ کب تک مسوائے حق؟ کہاں چلے تم؟ (اس خدا کو چھوڑ کر جو) ہر چیز کا پیدا کرنے والا، اور بنانے والا ہے، اول ہے آخر ہے، ظاہر ہے باطن ہے، دلوں کی محبت، روحوں کا اطمینان، گرانی سے سبکدوشی، بخشش و احسان ان سب کا رجوع اسی کی طرف سے اور اسی کی طرف سے اس کا صدور ہے۔[2]

ایک دوسری مجلس میں اسی توحید کے مضمون کو اس طرح واشگاف بیان فرماتے ہیں

"ساری مخلوق عاجز ہے نہ کوئی تجھ کو نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، بس حق تعالی

---

[1]: رموز الغیب، ترجمہ فتوح الغیب مقالہ (۱۷)

[2]: ایضاً مقالہ (۲۲)

اس کو ان کے ہاتھوں کرا دیتا ہے، اس کا فعل تیرے اندر مخلوق کے اندر تصرف فرماتا ہے جو کچھ تیرے لئے مفید ہے یا مضر ہے اس کے متعلق اللہ کے علم میں قلم چل چکا ہے۔ اس کے خلاف نہیں ہو سکتا جو موحد اور نیکوکار ہیں وہ باقی مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں۔ بعض ان میں سے ایسے ہیں جو ظاہر و باطن دونوں اعتبار سے دنیا سے برہنہ ہیں۔ گو دولتمند ہیں مگر حق تعالیٰ ان کے اندرون پر دنیا کا کوئی اثر نہیں پاتا، یہی قلوب ہیں جو صاف ہیں جو شخص اس پر قادر ہو اس کو مخلوقات کی بادشاہت مل گئی وہی بہادر پہلوان ہے، بہادر وہی ہے جس نے اپنے قلب کو ماسوائے اللہ سے پاک بنایا اور قلب کے دروزاہ پر توحید کی تلوار اور شریعت کی شمشیر لے کر کھڑا ہو گیا کہ مخلوقات میں سے کسی کو بھی اس میں داخل نہیں ہونے دیتا، اپنے قلب کو مقلب القلوب سے وابستہ کرتا ہے، شریعت اس کے ظاہر کو تہذیب سکھاتی ہے اور توحید و معرفت باطن کو مہذب بناتی ہیں" [1]

معبودان باطل کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"آج تو اعتماد کر رہا ہے اپنے نفس پر، مخلوق پر، اپنے دیناروں پر، اپنے درہموں اپنی خرید و فروخت پر اور اپنے شہر کے حاکم پر، ہر چیز کہ جس پر تو اعتماد کرے وہ تیرا معبود ہے اور ہر وہ شخص جس سے تو خوف کرے یا توقع رکھے وہ تیرا معبود ہے اور ہر وہ شخص جس پر نفع اور نقصان کے متعلق تیری نظر پڑے اور تو یوں سمجھے کہ حق تعالے ہی اس کے ہاتھوں اس کا جاری کرنے والا ہے تو وہ تیرا معبود ہے" [2]

ایک دوسرے موقع پر خدا کی غیرت، شرکاء سے نفرت اور انسان کی محبوب چیزوں کے سلب اور ضائع ہو جانے کی حکمت اس طرح بیان فرماتے ہیں

"تم اکثر کہتے ہو گے اور کہو گے میں جس سے محبت کرتا ہوں اس سے میری محبت رہنے نہیں پاتی اور رخنہ پڑ جاتا ہے یا تو جدائی ہو جاتی ہے یا وہ مر جاتا ہے یا رنجش ہو جاتی ہے اور مال سے اگر محبت کرتا ہوں تو وہ ضائع ہو جاتا ہے اور ہاتھ

---

[1]: فیوض یزدانی ترجمہ الفتح الربانی، مجلس ۱۲

[2]: ایضاً مجلس (۲۰)

سے نکل جاتا ہے، تب تم سے کہا جائے گا کہ اے خدا کے محبوب، اے وہ کہ جس پر خدا کی عنایت ہے، اے وہ جو خدا کا منظور نظر ہے، اے وہ جس کے لئے اور جس پر خدا کی غیرت آتی ہے، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ غیور ہے، اس نے تم کو اس لئے پیدا کیا اور تم غیر کے ہو رہنا چاہتے ہو؟ کیا تم نے خدا کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ "وہ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے" اور وہ اسے اور یہ ارشاد کہ "میں نے جن و انس کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں" کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ "خدا جب کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو اسے مبتلا کرتا ہے پھر اگر وہ صبر کرتا ہے تو اسے رکھ چھوڑتا ہے" عرض کیا گیا یا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رکھ چھوڑنے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا "اس کے مال و اولاد کو باقی نہیں رکھتا اور یہ معاملت اس لئے ہے کہ جب مال و اولاد ہوں گے تو اسے ان کی محبت بھی رہے گی اور خدا سے جو محبت اسے ہے، متفرق اور ناقص اور تقسیم ہو کر حق اور غیر حق میں مشترک ہو جائے گی اور خدا شریک کو قبول نہیں کرتا، وہ غیور ہے اور ہر چیز پر غالب و زبردست، تو وہ اپنے شریک کو ہلاک و معدوم کر دیتا ہے تاکہ وہ اپنے بندہ کے دل کو خالص کر لے، خاص اپنے لئے بغیر کسی شریک کے، اس وقت اس کا یہ ارشاد صادق آ جاتا ہے کہ وہ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے اور وہ لوگ اسے یہاں تک کہ دل جب (خدا کے ان مصنوعی) شریکوں اور برابری کرنے والوں سے جو اہل و عیال دولت و لذت اور خواہشیں ہیں نیز ولایت و ریاست کرامات و حالات، منازل و مقامات، جنتوں اور درجات اور قرب و نزدیکی کی طلب سے پاک و صاف ہو جاتا ہے تو اس میں کوئی ارادہ آرزو باقی نہیں رہتی اور وہ مثل سوراخ دار برتن کے ہو جاتا ہے جن میں کوئی رقیق چیز نہیں ٹھہرتی کیونکہ وہ خدا کے فعل سے ٹوٹ جاتا ہے جب اس میں کوئی ارادہ پیدا ہوتا ہے، خدا کا فعل اور اس کی غیرت اس کو توڑ ڈالتی ہے تب اس کے دل کے گرد عظمت و جبروت و ہیبت کے پردے ڈال دیئے جاتے ہیں اور اس کے گردا گرد کبریائی اور سطوت کی خندقیں کھودی جاتی ہیں کہ دل میں کسی چیز کا ارادہ گھسنے نہیں پاتا۔ اس وقت دل کو اسباب یعنی مال اور اہل و عیال و اصحاب اور

کرامات و حکم و بیانات کچھ مضر نہیں ہوتے، کیونکہ یہ سب دل سے باہر رہتے ہیں تب اللہ تعالیٰ ان سے غیرت نہیں کرتا بلکہ یہ سب چیزیں خدا کی طرف سے بندہ کے لئے بطور لطف و کرامت و رزق و نعمت کے ہوتی ہیں اور جو لوگ اس کے پاس آتے ہیں انہیں نفع پہنچانے کے لئے" [1]

شکستہ دلوں کی تسکین:

حضرت شیخ کے زمانہ میں ایک طبقہ ایسا تھا جو اپنے اعمال و اخلاق اور ایمانی کیفیت کے لحاظ سے پست، لیکن دنیاوی حیثیت سے بلند اور ہر طرح سے اقبال مند تھا۔ اس کے برخلاف دوسرا طبقہ معاشی حیثیت سے پست، دنیاوی ترقیات سے محروم، بے بضاعت و تہی دست لیکن اعمال و اخلاق کے لحاظ سے بلند اور ایمانی کیفیات و ترقیات سے بہرہ مند تھا۔ وہ پہلے طبقہ کی کامیابیوں اور ترقیات کو بعض اوقات رشک کی نگاہ سے دیکھتا اور اپنے کو کسی وقت محروم و نامراد سمجھنے لگتا تھا۔ حضرت شیخ اس دل شکستہ طبقہ کی دلجوئی فرماتے ہیں اور اس پر اللہ تعالیٰ کی جو عنایات ہیں ان کا ذکر فرماتے ہوئے اس امتیاز و فرق کی حکمت بیان کرتے ہیں ارشاد ہوتا ہے:

"اے خالی ہاتھ فقیر، اے وہ کہ جس سے تمام دنیا برگشتہ ہے، اے گمنام اے بھوکے پیاسے، ننگے جگر جھلسے ہوئے، اے ہر مسجد و خرابات سے نکالے ہوئے، اے ہر در سے پھٹکارے ہوئے، اے وہ کہ ہر مراد سے محروم خاک پر پڑا ہے، اے وہ کہ جس کے دل میں (مٹی ہوئی) آرزوؤں اور ارمانوں کے (کشتوں کے) پشتے لگے ہیں، مت کہہ کہ خدا نے مجھے محتاج کر دیا ہے، دنیا کو مجھ سے پھیر دیا، مجھے پامال کر دیا، چھوڑ دیا، مجھ سے دشمنی کی، مجھے پریشان کیا اور جمعیت (خاطر) نہ بخشی، مجھے ذلیل کیا اور دنیا سے میری کفایت نہ کی، مجھے گمنام کیا اور خلق میں اور میرے بھائیوں میں میرا ذکر بلند نہ کیا اور غیر پر اپنی تمام نعمتیں نچھاور کر دیں جس میں اس کے رات دن گزرتے ہیں، اسے مجھ پر اور میرے دیار والوں پر فضیلت دی حالانکہ وہ بھی مسلمان ہے اور میں بھی اور ایک ماں باپ آدم و حوا کی اولاد میں

---

[1] : رموز الغیب، مقالہ ۳۲)

دونوں ہیں (اے فقیر) خدا نے تیرے ساتھ یہ برتاؤ اس لئے کیا ہے کہ تیری سرشت مٹیار زمین (کے مثل) بے ریت ہے اور رحمت حق کی بارشیں برابر تجھ پر ہو رہی ہیں از قسم صبر و رضا و یقین موافقت و علم اور ایمان و توحید کے انوار تیرے گردا گرد ہیں، تو تیرے ایمان کا درخت اور اس کی جڑ اور بیج اپنی جگہ پر مضبوط ہے، کلے دے رہا ہے، پھل رہا ہے، بڑھ رہا ہے، شاخیں پھیلا رہا ہے، سایہ دے رہا ہے، بلند ہو رہا ہے، روزانہ زیادتی اور نمو میں ہے' اس کو بڑھانے اور پرورش کرنے میں پانس اور کھاد دینے کی ضرورت نہیں اس بارہ میں خداوند تعالیٰ تیرے حکم سے فارغ ہے (کہ وہ خود تیری ضروریات کو بخوبی جانتا ہے) اس نے آخرت میں تجھ کو مقام بخشا ہے اور اس میں تجھ کو مالک بنایا ہے اور عقبیٰ میں تیرے لئے اتنی کثرت سے بخششیں رکھی ہیں کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کان نے سنیں، نہ کسی انسان کے دل میں گزریں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کوئی نفس نہیں جانتا کہ کون سی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے چھپا رکھی گئی ہے۔ اس کام کے بدلہ میں جو وہ کرتے رہے ہیں یعنی جو کچھ دنیا میں ان لوگوں نے احکام کی بجا آوری، ممنوعات کے ترک پر صبر، مقدرات میں تفویض و تسلیم اور کل امور میں خدا کی موافقت کی ہے۔

اور وہ غیر جسے خدا نے دنیا عطا فرمائی اور (مالِ دنیا کا) مالک کیا ہے اور نعمت دنیاوی دی اور اس پر اپنا فضل فرمایا اس کے ساتھ یہ معاملہ اس لئے کیا ہے کہ اس کے ایمان کی جگہ ریتلی اور پتھریلی زمین ہے کہ اس میں پانی ٹھہرنا اور درخت اگنا اور کھیتی اور پھل کا پیدا ہونا وقت سے خالی نہیں۔ تو اس زمین پر کھاد وغیرہ ڈالی جاتی ہے جس سے پودوں اور درختوں کی پرورش ہو اور وہ کھاد دینا اور اس کا سامان ہے تاکہ اس سے درخت ایمان اور نہال اعمال کی جو اس زمین میں اگے ہیں حفاظت ہو اگر یہ چیز اس سے علٰحدہ کر دی جائے تو پودے اور درخت سوکھ جائیں گے اور پھل جاتے رہیں گے، پس گھر ہی اجڑ جائے گا حالانکہ خداوند تعالیٰ اس کے بنانے کا ارادہ رکھتا ہے تو اے فقیر! دولت مند آدمی کا درخت ایمان کمزور جڑ کا ہوتا ہے اور اس قوت سے خالی جو تیرے درخت ایمان میں بھری ہوئی ہے، اس کی مضبوطی اور اس کا لگاؤ انہیں چیزوں سے ہے جو مائل دنیا اور طرح طرح کی نعمتیں

اس کے پاس تجھ کو نظر آتی ہیں۔ اگر درخت کی کمزوری میں یہ چیزیں اس سے الگ کر دی جائیں تو ایمان کا درخت سوکھ کر کفر و انکار (پیدا) ہو جائے گا اور وہ شخص منافقین و مرتدین و کفار میں شامل ہو جائے گا البتہ (اگر) خداوند تعالیٰ دولت مند کی طرف صبر و رضا و یقین علم اور طرح طرح کی معرفتوں کے لشکر بھیجے اور اس سے اس کا ایمان قوی ہو جائے تو پھر اس کو تونگری اور نعمتوں کے علحدہ ہو جانے کی نہ پرواہ رہے گی۔ (رموز الغیب مقالہ ۲۵)

دنیا کی صحیح حیثیت

حضرت شیخ کے یہاں رہبانیت کی تعلیم نہیں، وہ دنیا کے استعمال اور اس سے بقدر ضرورت انتفاع سے منع نہیں فرماتے اس کی پرستش اور غلامی اور اس سے قلبی تعلق اور عشق سے منع فرماتے ہیں۔ان کے مواعظ درحقیقت حدیث نبوی ان الدنیا خلقت لکم و انکم خلقتم لاٰخرۃ (بیشک دنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی (یعنی تمہاری لونڈی ہے) اور تم آخرت کے لئے پیدا کئے گئے) کی تفسیر میں ایک موقع پر فرماتے ہیں

"دنیا میں سے اپنا مقسوم اس طرح مت کھا کہ وہ بیٹھی ہوئی ہو اور تو کھڑا ہو بلکہ اس کو بادشاہ کے دروازہ پر اس طرح کھا کہ تو بیٹھا اور وہ طباق اپنے سر پر رکھے ہوئے کھڑی ہو، دنیا خدمت کرتی ہے اس کی جو حق تعالیٰ کے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے اور جو دنیا کے دروازہ پر کھڑا ہوا ہوتا ہے اس کو ذلیل کرتی ہے، کھا حق تعالیٰ کے ساتھ عزت و تونگری کے قدم پر" [1]

ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہوتا ہے

"دنیا ہاتھ میں رکھنی جائز، جیب میں رکھنی جائز، کسی اچھی نیت سے اس کو جمع رکھنا جائز، باقی قلب میں رکھنا جائز نہیں (کہ دل سے بھی محبوب سمجھنے لگے) دروازہ پر اس کا کھڑا ہونا جائز، باقی دروزاہ سے آگے گھسانا جائز ہے نہ تیرے لئے عزت ہے" [2]

۱: فیوض درانی مجلس ۲۱

۲: ایضاً مجلس ۱۵

خلفاء اور حکام وقت پر تنقید

حضرت شیخ صرف مواعظ اور پند و نصیحت اور ترغیب و تشویق ہی پر اکتفا نہیں فرماتے تھے. جہاں ضرورت سمجھتے تھے، بڑی صاف گوئی اور جرأت کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے، حکام و سلاطین اور خلیفۂ وقت پر بھی تنقید اور ان کے غلط افعال اور فیصلوں کی مذمت سے بھی باز نہیں رہتے تھے اور اس بارہ میں کسی کی وجاہت اور اثر و نفوذ کی مطلق پرواہ نہیں کرتے تھے حافظ عمادالدین ابن کثیر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں

کان یامر بالعمروف و ینھی عن المنکر للخفاء والوزراء و السلاطین و القضاۃ والخاصتۃ والعامۃ یصدعھم بذلک علی رؤس الاشھاد رؤس المنابر و فی المحافل و ینکر علیٰ من یوتی الظلمۃ ولا تاخذہ فی اللہ لومۃ لائم[1]

ترجمہ: آپ خلفاء، وزراء، سلاطین، قضاۃ، خواص و عوام سب کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرماتے اور بڑی صفائی اور جرأت کے ساتھ ان کو بھرے مجمع میں اور برسرِ منبر علیٰ الاعلان ٹوک دیتے۔ جو کسی ظالم کو حاکم بناتا اس پر اعتراض کرتے اور خدا کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی آپ کو پرواہ نہ ہوتی۔

صاحب "قلائد الجواہر" لکھتے ہیں کہ جب خلیفہ مقتفی لامر اللہ نے قاضی ابو الوفا یحیی بن سعید بن یحیی المظفر کو قاضی بنایا جو ابن المزحم الظالم کے لقب سے مشہور تھا تو حضرت نے برسرِ منبر خلیفہ کو مخاطب کر کے فرمایا

ولیت علی المسلمین اظلم الظالمین ما جوابک غداً عند رب العالمین ارحم الراحمین

ترجمہ: تم نے مسلمانوں پر ایک ایسے شخص کو حاکم بنایا ہے جو "اظلم الظالمین" ہے کل کو قیامت کے دن تم اس رب العالمین کو، جو ارحم الراحمین ہے، کیا جواب دو گے؟

---

[1]: قلائد الجواہر، صفحہ ۸

مؤرخ موصوف کا بیان ہے کہ خلیفہ یہ سن کر لرزہ بر اندام ہو گیا اور اس پر گریہ طاری ہو گیا اور اس نے اسی وقت قاضی کو اس عہدہ سے ہٹا دیا[1]

حضرت شیخ ان "درباری سرکاری" علماء اور مشائخ کی بھی پر زور تردید اور پردہ دری فرماتے تھے جنھوں نے سلاطین اور ناخدا ترس حکام کی مصاحبت اختیار کی تھی اور ان کی ہاں میں ہاں ملانا ان کا شعار تھا جن کی وجہ سے ان سلاطین و حکام کو زیادہ جرأت اور بے خوفی پیدا ہو گئی تھی ایک موقع پر اسی طبقہ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں

"اے علم اور عمل میں خیانت کرنے والو! تم کو ان سے کیا نسبت، اے اللہ اور اس کے رسول کے دشمنو! اے بندگان خدا کے ڈاکوؤ! تم کھلے ظلم اور کھلے نفاق میں (مبتلا) ہو یہ نفاق کب تک رہے گا؟ اے عالمو اور اے زاہدو! شاہان و سلاطین کے لئے کب تک منافق بنے رہو گے کہ ان سے دنیا کا زر و مال اور اس کی شہوات و لذات لیتے رہو، تم اور اکثر بادشاہ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے مال اور اس کے بندوں کے متعلق ظالم اور خائن بنے ہوئے ہیں بار الٰہا منافقوں کی شوکت توڑ دے اور ان کو ذلیل فرما، ان کو توبہ کی توفیق دے اور ظالموں کا قلع قمع فرما اور زمین کو ان سے پاک کر دے یا ان کی اصلاح فرما[2]

ایک دوسرے موقع پر اسی طبقہ کے ایک فرد کو اپنا مخاطب بناتے ہوئے فرماتے ہیں

"تجھے شرم نہیں آئی کہ تیری حرص نے تجھ کو ظالموں کی خدمت گاری اور حرام خوری پر آمادہ کر دیا تو کب تک حرام کھاتا اور دنیا کے ان ظالم بادشاہوں کا خدمتگار بنا رہے گا جن کی خدمت میں لگا ہوا ہے ان کی بادشاہت عنقریب مٹ جائے گی اور تجھے حق تعالیٰ کی خدمت میں آنا پڑے گا جس کی ذات کو کبھی زوال نہیں"[3]

دین کے لئے دلسوزی اور فکر مندی:

حضرت شیخ دینی اور اخلاقی انحطاط کو (جس کا سب سے بڑا مرکز خود بغداد تھا) دیکھ دیکھ کر کڑھتے تھے اور عالم اسلام میں جو ایک عام دینی زوال رونما تھا

---

[1]: قلائد الجواہر صفحہ ۸۔

[2]: فیوض یزدانی مجلس ۵۱۔

[3]: ایضاً مجلس ۵۲۔

اس کے آثار دیکھ کر ان کے سینہ میں حمیت اسلامی اور غیرت دینی کا جوش اٹھتا تھا وہ اپنے اس قلبی احساس اور درد کو بعض اوقات چھپا نہیں سکتے اور یہ دریا ان کے خطبات اور مواعظ میں امنڈ آتا ہے ایک موقع پر ارشاد فرماتے ہیں۔

"جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی دیواریں پے در پے گر رہی ہیں اور اس کی بنیاد بکھری جاتی ہے، اے باشندگان زمین آؤ اور جو گر گیا ہے اس کو مضبوط کر دیں اور جو ڈھے گیا ہے اس کو درست کر دیں یہ چیز ایک سے پوری نہیں ہوتی سب ہی کو مل کر کام کرنا چاہئے، اے سورج، اے چاند اور اے دن تم سب آؤ" [1]

ایک دوسرے موقع پر فرماتے ہیں

"اسلام رو رہا ہے اور فاسقوں، بدعتیوں، گمراہوں، مکر کے کپڑے پہننے والوں اور ایسی باتوں کا دعوی کرنے والوں کے (ظلم) سے جو ان میں موجود ہیں اپنے سر کو تھامے ہوئے فریاد مچا رہا ہے، اے متقدمین اور نظر کے سامنے والوں کی طرف غور کرو کہ امر و نہی بھی کرتے تھے اور کھاتے پیتے بھی تھے (اور دفعتاً انتقال پا کر ایسے ہو گئے) گویا ہوئے ہی نہ تھے، تیرا دل کس قدر سخت ہے؟ کتا بھی شکار کرنے اور کھیتی اور مویشی کی نگہبانی اور مالک کی حفاظت کرنے میں اپنے مالک کی خیر خواہی کرتا ہے اور اسے دیکھ کر (خوشی کے مارے) کھلاریاں کرتا ہے حالانکہ وہ اس کو شام کے وقت صرف ایک دو نوالہ یا ذرا سی مقدار کھانا دیا کرتا ہے اور تو ہر وقت اللہ کی قسم قسم کی نعمتیں شکم سیر ہو کر کھاتا رہتا ہے مگر ان نعمتوں کے دینے سے جو اس کو مقصود ہے نہ تو اس کو پورا کرتا ہے اور نہ اس کا حق ادا کرتا ہے بلکہ (اس کے برعکس) اس کا حکم رد کرتا ہے اور اس کی حدود شریعت کی حفاظت نہیں کرتا" [2]

بیعت و تربیت:

ان پُر تاثیر اور انقلاب آفریں مواعظ سے اگرچہ اہل بغداد کو عظیم الشان روحانی اور

---

[1]: ملفوظات صفحہ ۴۹۸، (فیوض یزدانی)۔

[2]: ملفوظات صفحہ ۵۰۷۔

اخلاقی نفع پہنچا اور ہزارہا انسانوں کی زندگی میں اس سے تبدیلی پیدا ہوگئی لیکن زندگی کے گہرے تغیرات ہمہ گیر اصلاح اور مستقل تربیت کے لئے صاحبِ دعوت سے مستقل اور گہرے تعلق اور مسلسل اصلاح و تربیت کی ضرورت تھی، مجالس دعوت و ارشاد مدارس کی طرح منضبط اور مستقل تربیت گاہیں نہیں ہوتیں جہاں طالبین کی تسلسل و انضباط کے ساتھ تعلیم و تربیت اور نگرانی کی جائے، ان مجالس کے شرکاء و سامعین آزاد ہوتے ہیں کہ ایک مرتبہ وعظ سن کر چلے جائیں پھر کبھی نہ آئیں یا ہمیشہ آتے رہیں لیکن اپنی حالت پر قائم رہیں اور ان کی زندگی میں بدستور بڑے بڑے خلا اور دینی اور اخلاقی شگاف باقی رہیں۔

اسلامی آبادی کا پھیلاؤ اور زندگی کی ذمہ داریاں اور معاشی تفکرات اتنے بڑھ گئے تھے کہ مدارس کے ذریعہ سے (جن کو بہت سی رسوم و قیود کا پابند ہونا پڑتا ہے) عمومی اصلاح و تربیت کا کام نہیں لیا جا سکتا تھا اور کسی بڑے پیمانہ پر کسی دینی و روحانی انقلاب کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی پھر اس کی کیا صورت تھی کہ مسلمانوں کی بڑی تعداد اپنے ایمان کی تجدید کرے، دینی ذمہ داریوں اور پابندیوں کو شعور اور احساس ذمہ داری کے ساتھ دوبارہ قبول کرے" اس میں پھر ایمانی کیفیات اور دینی جذبات پیدا ہوں اس کے افسردہ و مردہ دل میں پھر محبت کی گرمی پیدا ہو اور اس کے مضمحل قویٰ میں پھر حرکت اور نشاط پیدا ہو، اس کو کسی مخلص خدا شناس پر اعتماد اور اس سے وہ اپنے امراض روحانی و نفسانی میں علاج اور دین میں صحیح روشنی اور رہنمائی حاصل کرے، ناظرین کو اس کا اندازہ ہو چکا ہے کہ خلافت جس کا اصلی فرض تھا اس لئے کہ جس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت و نسبت پر یہ خلافت قائم تھی بقول سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالعزیز وہ ہدایت کے لئے مبعوث ہوا تھا "اجبایت" (تحصیل وصول کے لئے نہیں) نہ صرف اس فریضہ سے غافل اور کنارہ کش ہو چکی تھی بلکہ اپنے اعمال و کردار کے لحاظ سے اس کام کے لئے مضر اور اس کے راستہ میں مزاحم تھی دوسری طرف وہ اس قدر بدگمان توہم پرست اور شکی واقع ہوئی تھی کہ کسی نئی تنظیم اور نئی دعوت کو جس میں وہ قیادت اور سیاست کی آمیزش پاتی، برداشت نہیں کر سکتی تھی اس کو وہ فوراً کچل دیتی۔

ایسی صورت میں مسلمانوں میں نئی زندگی نیا نظم و ضبط اور نئے سرے سے حرکت و عمل پیدا کرنے کے لئے اس کے علاوہ کیا شکل تھی کہ خدا کا کوئی مخلص بندہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ پر ایمان و عمل اور اتباع شریعت کے لئے بیعت لے اور مسلمان

اس کے ہاتھ پر اپنی سابقہ غفلت و جاہلیت کی زندگی سے توبہ اور ایمان کی تجدید کریں اور پھر وہ نائب پیغمبر ان کی دینی نگرانی اور تربیت کرے، اپنی کیمیا اثر صحبت، اپنے شعلہ محبت، اپنی استقامت اور اپنے نفس گرم سے پھر ایمانی حرارت، گرمی محبت، خلوص وللہیت، جذبہ اتباع سنت اور شوق آخرت پیدا کر دے، ان کو اس نئے تعلق سے محسوس ہو کہ انہوں نے ایک زندگی سے توبہ کی ہے اور ایک نئی زندگی میں قدم رکھا ہے اور کسی اللہ کے بندے کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا ہے، وہ بھی یہ سمجھے کہ ان بیعت کرنے والوں کی اصلاح و تربیت اور ان کی دینی خدمت اللہ تعالیٰ نے میرے سپرد کی ہے اور اس محبت و اعتماد کا مجھ پر نیا حق قائم ہو گیا ہے، پھر اپنے تجربہ و اجتہاد اور کتاب و سنت کے اصول و تعلیمات کے مطابق ان میں صحیح روحانیت و تقویٰ اور ان کی زندگی میں ایمان و احتساب و اخلاص اور ان کے اعمال و عبادات میں کیفیات اور روح پیدا کرنے کی کوشش کرے، یہی حقیقت ہے اس بیعت و تربیت کی جس سے دین کے مخلص داعیوں نے اپنے اپنے وقت میں احیاء و تجدید دین اور اصلاح مسلمین کا کام لیا ہے اور لاکھوں بندگانِ خدا کو حقیقت ایمان اور درجۂ احسان تک پہنچا دیا ہے۔ اس سلسلہ زریں کے سرحلقہ اور گل سرسبد حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کا نام اور کام اس طبِ نبوی کی تاریخ میں سب سے زیادہ روشن اور نمایاں ہے الفاظ و اصطلاحات اور علمی بحثوں سے الگ ہو کر اگر واقعات و حقائق پر بنیاد رکھی جائے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس دورِ انتشار میں (جو ابھی تک قائم ہے) اصلاح و تربیت کا اس سے زیادہ سہل اور عمومی اور اس سے زیادہ موثر اور کارگر ذریعہ نہیں ہو سکتا تھا۔

حضرت شیخ سے پہلے دین کے داعیوں اور مخلص خادموں نے اس راستہ سے کام کیا ہے اور ان کی تاریخ محفوظ ہے لیکن حضرت شیخ نے اپنی محبوب و دل آویز شخصیت خداداد، روحانی کمالات، فطری علو استعداد اور ملکہ اجتہاد سے اس طریقہ کو نئی زندگی بخشی، وہ نہ صرف اس سلسلہ کے ایک نامور امام اور ایک مشہور سلسلہ (قادریہ) کے بانی ہیں بلکہ اس فن کی نئی تدوین و تربیت کا سہرا آپ ہی کے سر ہے، آپ سے پہلے وہ اتنا مدون و مرتب اور مکمل و منضبط نہ تھا، نہ اس میں عمومیت اور وسعت ہوئی تھی جتنی آپ کی مقبولیت اور عظمت کی وجہ سے پیدا ہو گئی، آپ کی زندگی میں لاکھوں انسان اس طریقہ سے فائدہ اٹھا کر ایمان کی حلاوت سے آشنا اور اسلامی زندگی اور اخلاق سے آراستہ ہوئے اور آپ کے بعد آپ کے مخلص خلفاء اور

باعظمت اہل سلسلہ نے تمام ممالک اسلامیہ میں دعوت الی اللہ اور تجدید ایمان کا یہ سلسلہ جاری رکھا جس سے فائدہ اٹھانے والوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ یمن، حضرموت اور ہندوستان میں پھر حضرمی مشائخ و تجار کے ذریعہ جاوہ اور سماٹرا میں لاکھوں آدمیوں کی تکمیل ایمان اور لاکھوں غیر مسلموں کے قبول اسلام کا ذریعہ بنا۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ وجزاہ عن الاسلام خیر الجزاء

زمانہ پر اثر:

حضرت شیخ کا وجود اس مادیت زدہ زمانہ میں اسلام کا ایک زندہ معجزہ تھا اور ایک بڑی تائید الٰہی، آپ کی ذات، آپ کے کمالات، آپ کی تاثیر، اللہ تعالیٰ کے یہاں، آپ کی مقبولیت کے آثار اور خلق اللہ میں قبولیت و وجاہت کے کھلے مناظر آپ کے تلامذہ اور تربیت یافتہ اصحاب کے اخلاق اور ان کی سیرت و زندگی سب اسلام کی صداقت کی دلیل اور اس کی زندگی کا ثبوت تھا اور اس حقیقت کا اظہار تھا کہ اسلام میں سچی روحانیت، تہذیب نفس اور تعلق مع اللہ پیدا کرنے کی سب سے بڑی صلاحیت ہے اور اس کا خزانہ عامرہ کبھی جواہرات و نادرات سے خالی نہیں۔

وفات:

ایک طویل مدت تک عالم کو اپنے کمالات ظاہری و باطنی سے مستفید کر کے اور عالم اسلام میں روحانیت اور رجوع الیٰ اللہ کا عالمگیر ذوق پیدا کر کے ۵۶۱ھ میں ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی، صاحبزادہ حضرت شرف الدین عیسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کی وفات کا حال بیان کرتے ہیں

"جب آپ اس مرض میں بیمار ہوئے کہ جس میں انتقال فرمایا تو آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالوہاب نے آپ سے عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیے کہ آپ کے بعد اس پر عمل کروں۔ فرمایا ہمیشہ خدا سے ڈرتے رہو اور خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرو اور نہ اس کے سوا کسی سے امید رکھو اور اپنے تمام ضروریات اللہ کے سپرد کر دو صرف اسی پر بھروسہ رکھو، اور سب کچھ اسی سے مانگو، خدا کے سوا کسی پر وثوق اور اعتماد نہ رکھو، توحید اختیار کرو کہ توحید پر سب کا اجماع ہے اور فرمایا جب دل خدا کے ساتھ درست ہو جاتا ہے تو کوئی چیز اس سے چھوٹتی نہیں

ہے، اور نہ کوئی چیز ے سے باہر نکل کر جاتی ہے اور فرمایا میں مغز بے پوست ہوں اور اپنے صاحبزادوں سے فرمایا میرے گرد سے ہٹ جاؤ میں ظاہر میں تمہارے ساتھ ہوں اور باطن میں دوسروں کے ساتھ ہوں۔ میرے پاس تمہارے سوا اور لوگ (فرشتے) حاضر ہیں ان کے لئے جگہ خالی کرو اور ان کے ساتھ ادب کرو، یہاں بڑی رحمت نازل ہے، ان کے لئے جگہ تنگ نہ کرو اور آپ بار بار فرماتے تھے تم پر سلام اور خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں! اللہ میری اور تمہاری مغفرت کرے اور میری اور تمہاری توبہ قبول کرے، بسم اللہ! آؤ اور واپس نہ جاؤ اور یہ آپ ایک دن ایک رات برابر فرماتے رہے۔ اور فرمایا تم پر افسوس مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں نہ کسی فرشتہ کی نہ ملک الموت کی، اے ملک الموت! ہمارے کارساز نے تم سے زیادہ ہم کو بہت کچھ دے رکھا ہے اور اس دن جس کی شب کو آپ نے رحلت فرمائی ایک بڑی سخت چیخ ماری تھی اور آپ کے دو صاحبزادے شیخ عبدالرزاق و شیخ موسیٰ فرماتے تھے کہ آپ بار بار دونوں ہاتھ اٹھا کر پھیلاتے اور فرماتے تھے، تم پر سلام اور خدا کی رحمت اور برکتیں، حق کی طرف رجوع کرو اور صفت میں داخل ہو، میں ابھی تمہارے پاس آیا اور آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ نرمی کرو، پھر آپ پر امر حق آیا اور موت کے نشہ نے غلبہ کیا اور آپ نے فرمایا میرے اور تمہارے اور تمام خلق کے درمیان زمین آسمان کا فرق ہے مجھے کسی پر قیاس نہ کرو اور نہ کسی کو مجھ پر، پھر آپ کے صاحبزادہ شیخ عبدالعزیز نے آپ کی تکلیف اور حال دریافت کیا تو فرمایا مجھ سے کوئی نہ پوچھے میں علم الٰہی میں پلٹے کھا رہا ہوں اور آپ کے صاحبزادہ شیخ عبدالعزیز نے آپ کے مرض کو پوچھا تو فرمایا میرے مرض کو نہ کوئی جانتا ہے اور نہ کوئی سمجھتا ہے، نہ انسان نہ جن، نہ فرشتہ، خدا کے حکم سے خدا کا علم نہیں ٹوٹتا، حکم بدل جاتا ہے اور علم نہیں بدلتا، حکم منسوخ ہو جاتا ہے علم منسوخ نہیں ہوتا، اللہ جو چاہتا ہے، مٹاتا ہے اور باقی رکھتا ہے اور اس کے پاس اصلی تحریر ہے، جو کچھ وہ کرتا ہے اس سے باز پرس نہیں ہوتی اور خلق سے باز پرس ہوتی ہے، صفات کی خبریں گزر رہی ہیں جیسی آئی ہیں پھر آپ کے صاحبزادہ شیخ عبدالجبار نے آپ سے پوچھا کہ آپ کے جسم میں کہاں تکلیف ہے؟ فرمایا میرے کل اعضاء مجھے

تکلیف دے رہے ہیں مگر میرے دل کو کوئی تکلیف نہیں وہ خدا کے ساتھ صحیح ہے، پھر آپ کا وقت اخیر آیا تو آپ فرمانے لگے میں اس خدا سے مدد چاہتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ پاک و برتر ہے اور زندہ ہے جسے فوت ہونے کا اندیشہ نہیں، پاک ہے، جس نے اپنی قدرت سے عزت ظاہر کی اور موت سے بندوں پر غلبہ دکھایا، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خدا کے رسول ہیں اور آپ کے صاحبزادے شیخ موسیٰ فرماتے تھے کہ آپ نے لفظ "تعزز" فرمایا اور یہ لفظ صحت کے ساتھ آپ کی زبان سے ادا نہ ہوا تب آپ بار بار اسے دہراتے تھے، یہاں تک کہ آپ نے آواز بلند اور سخت کر کے لفظ "تعزز" اپنی زبان سے ٹھیک فرمایا پڑھ (تین بار) اللہ اللہ اللہ فرمایا اس کے بعد آپ کی آواز غائب ہو گئی اور زبان تالو سے چپک گئی اور روح مبارک رخصت ہو گئی رضي الله عنه وارضاه"[1]

حضرت شیخ اس دنیا سے تشریف لے گئے لیکن اپنے پیچھے دین کی داعیوں اور نفوس و اخلاق کے مربیوں کی ایک جماعت چھوڑ گئے جس نے آپ کے کام کو جاری رکھا اور بڑھتی ہوئی مادیت اور غفلت کا مقابلہ کرتے رہے۔[2]

---

[1]: التکملہ رموز الغیب صفحہ ۱۸۹ - ۱۹۲۔

[2]: حضرت شیخ کے بعد جن عارفین و مصلحین نے دعوت و تذکیر اور تربیت نفوس کا کام پوری طاقت اور عمومیت سے جاری رکھا اور غفلت اور دنیاوی انہماک کا مقابلہ کیا اور اخلاق اور نفسانی امراض کا علاج کیا، ان میں حضرت شیخ کے فیض یافتہ اور شیخ بغداد شیخ ابوالنجیب سہروردی کے بھتیجے اور خلیفہ شیخ الشیوخ ابو حفص شیخ شہاب الدین سہروردی (۵۹۳ھ - ۶۳۲ھ) سب سے زیادہ نمایاں اور ممتاز تھے، جو طریقہ سہروردیہ کے بانی اور تصوف کی مقبول کتاب "عوارف المعارف" کے مصنف ہیں۔ ابن خلکان کہتے ہیں کہ لم یکن فی آخر عمره فی عصره مثله ----- و کان شیخ الشیوخ ببغداد (اخیر عمر میں ان کے زمانہ میں ان کی نظیر نہ تھی اور وہ بغداد کے سب سے بڑے شیخ اور اپنے فن میں مرجع تھے (وفیات الاعیان، جلد ۲، صفحہ ۱۹، النهضة المصریہ)۔

ابن النجار کہتے ہیں انتهت اليه الرياسة في تربية المريدين و دعاء الخلق الى الله (مراۃ الجنان للیافعی، جلد ۴، صفحہ ۸۱) (باقی ط۶۲ پر)

منقبت حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ

حضرت علامہ قاضی عبدالصمد صارم الازہری

پہنچے سلام تم کو اے غوث پاک! ہر دم
با صد نیازِ پیہم پاکیزہ تر ز شبنم
مانا کہ دور ہو تم پھر بھی قریب ہو تم
گو دفن زیرِ تربت میرے حبیب ہو تم
ہر آن صدق دل سے رکھیں گے یاد تم کو
تاریخ کے صحیفے رکھیں گے یاد تم کو
باطل مٹا کے تم نے زندہ کیا امم کو
ورنہ ہزاروں خالی ہاتھوں گئے عدم کو
روحانیت سے پر تھی جادو بیانی تیری
حیران کن خرد تھی جادو بیانی تیری
تیرا بیان مثلِ موج شرابِ کوثر
لاریب تھا وہ جادو، جادو سے بھی عجب تر
تیرے دل و زباں تھے حق کے معین و ناصر
اسلام کے لئے تھے جو اک دلیلِ باہر

جب بھی حقیقتوں سے تو نے نقاب اٹھائی
ایمان لائی اس پہ کفار کی خدائی
تو تھا بلند ہمت اور تھے بڑے ارادے
ہوتے ہیں ہر بڑے کے سب سے بڑے ارادے
سو جا جوارِ حق میں با احترام سو جا
اے غوث تجھ پہ برسے رحمت مدام سو جا
مہر و نجوم چمکیں جب تک طیور گائیں
تجھ پہ سلامِ حق ہو، پہنچیں تجھے دعائیں

بڑی گیارہویں شریف

مبارک بڑی گیارہویں مؤمنوں کو
حرارت وہ روح و ایمان آئی
ہو پیروِ حضرتِ غوثِ اعظم
گھڑی امتحاں کی مسلمانو! آئی
رگوں میں لہو کھولنے پھر لگا ہے
محمد خدا جان میں جان آئی
بڑھاؤ قدم راہِ حق میں عزیزو!
تمہارے لئے بیڑنی شان آئی

دُرِّ معانی
فِی بعض حالاتِ
حضرت محبوبِ سُبحانی

شیخ الحدیث صاحبزادہ حافظ علی احمد جان صاحب رحمت اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت شیخ الحدیث، علامۂ اجل، رئیس الواعظین صاحبزادہ حافظ علی احمد جان صاحب رحمت اللہ تعالیٰ علیہ (خطیب جامع مسجد کچہری ہا) پشاور شہر کے یگانہ روزگار عالم اور بلند پایہ فقیہ تھے۔ علامہ موصوف نے ۲۵ مئی ۱۹۴۰ء میں یہ علمی اور روحانی مضمون تحریر فرمایا۔ قارئین کے استفادہ کے لئے مضمون ہذا دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔ مضمون نگار کے مفصل حالات "الحسن" کے شمارہ نمبر ۹۵ - ۹۶ میں ملاحظہ فرمائیں۔ (مدیر اعلیٰ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لِکُلِّ شَیۡءٍ اِذَا فَارَقۡتَہٗ عِوَضٌ ۔ وَلَیۡسَ لِلّٰہِ اِنۡ فَارَقۡتَہٗ عِوَضٌ

ترجمہ: جو چیز آپ سے چھوٹ جائے تو اس کا عوض اور بدلہ ہو سکتا ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ سے آپ نے چھوڑ کر توڑ دی تو اس کی تلافی ہر گز نہ ہو سکے گی۔

مسلمانوں کے لئے (تمدن، اقتصاد اور سیاست ہر حال میں) ایمان اور تقویٰ کے حکم کے ساتھ معیت صادقین کی شرط لازمی اور طرہ امتیاز ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ خدا تعالیٰ کے منعم علیہم مقبول بندوں کی یہی جماعت ہے جس کو اولیاء اللہ کے ساتھ مخاطب فرما کر ارشاد ہوا۔ کہ اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡھِمۡ وَلَا ھُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ یہی وہ بزرگ ہستیاں ہیں جن کی خیرات میں ہمیں تُمۡطَرُوۡنَ اور تُرۡزَقُوۡنَ فرمایا گیا۔

یعنی انہیں کی برکات اور دعاؤں سے مینہ برسایا جاتا ہے اور ہمیں رزق دیا جاتا ہے۔ اگر یہ سب کے سب دنیا سے اٹھ جاویں تو قیامت برپا ہو جائے گی۔

بقاء دوام عالم کے سلسلۂ کائنات میں ان تصرفات اور تقررات کا ذکر احادیث صحیحہ میں موجود ہے۔ چنانچہ [1] خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں امام ابو محمد عبدالعزیز کتانی محدث سے روایت کی ہے کہ ہر زمانہ میں انتظام عالم کے لئے حسب ذیل عملہ کا انتخاب قائم رہتا ہے اور ہر وقت اس قدر اشخاص کی جماعت دنیا میں موجود رہتی ہے۔

نقبا، نجبا، ابدال، اخیار، عمود یا اوتاد ان سب کے اوپر قطب یا غوث جب ان میں سے کوئی ایک وصال فرما جاتا ہے تو سلسلہ بندی کے طور اس کی جگہ کارکنان قضاء و قدر پر کرتے ہیں۔ ابن ابی الدنیا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کے ابدال کی علامت یہ ہے کہ وہ کبھی کسی پر لعنت نہیں کرتے۔

حکیم ترمذی نے ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل روایت میں فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام زمین میں اوتاد تھے۔ جب نبوت ختم ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی جگہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے ایک قوم کو مقرر فرما دیا۔ یہ لوگ دراصل انبیاء علیہم السلام کے خلیفے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے ساتھ خاص کر لیا ہے۔ انہیں اپنا خاص علم عطا فرمایا ان ہی کی وجہ سے زمین سے مصیبتیں، اور آدمیوں کی بلائیں دور ہوتی رہتی ہیں، ان ہی کی دعا سے بارش ہوتی ہے۔

حکیم ترمذی نے پھر یہ بھی لکھا ہے کہ یہ لوگ اس امت کی امان ہیں۔ اگر یہ نہ ہوں تو زمین میں فساد پیدا ہو جائے اور دنیا خراب ہو جائے چنانچہ اسی مضمون کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیہ کریمہ میں بیان فرمایا وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ یعنی اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کی بلا بعضوں کی وجہ سے دفع کر دیتا ہے تو ضرور زمین خراب ہو جاتی۔

ابو نعیم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث میں یہاں تک فرما دیا ہے کہ انہیں بابرکت وجودوں کے سبب اللہ تعالیٰ حیات اور ممات دیتا ہے۔ جب

---

[1]: اکسیر اعظم جلد ۲۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے پوچھا گیا کہ حیات و ممات ان کی وجہ کیسی ہوتی ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے امتوں کی کثرت کی دعا مانگتے ہیں تو مخلوق بڑھ جاتی ہے اور ظالموں کے قطع ہونے کی عرض کرتے ہیں تو وہ قطع ہو جاتے ہیں۔ نیز اسی سلسلہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں تین سو آدمی ایسے پیدا ہوتے ہیں جن کے قلوب مثل قلب حضرت آدم علیہ السلام کے ہوتے ہیں۔ چالیس آدمیوں کے قلوب مثل قلب حضرت موسیٰ علیہ السلام، سات آدمیوں کے قلوب مثل قلب حضرت ابراہیم علیہ السلام، پانچ بزرگوں کے قلوب مثل حضرت جبرائیل علیہ السلام، تین مثل قلب میکائیل علیہ السلام اور ایک قلب مثل قلب حضرت اسرافیل علیہ السلام کے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

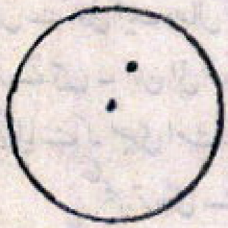

اس مقام پر عارفین کاملین فرماتے ہیں کہ جو قلب حضرت اسرافیل علیہ السلام پر ہوتا ہے وہی قطب یا غوث ہوتا ہے، اس کا مقام منجملہ دیگر اولیائے کرام کے ایسا ہے جیسا دائرہ میں مرکز کا نقطہ اور اسی سے تمام عالم کی اصلاح ہوا کرتی ہے۔

اس تمہید کو ذہن نشین کر لینے کے بعد یہ امر قابل یادداشت ہے کہ سال ۴۷۰ھ کا زمانہ جو حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت مبارک سے ساڑھے چار سو سال سے زائد ہے اس میں باتفاق مؤرخین اور محدثین حضرت قطب ربانی، شہباز لامکانی، غوث صمدانی سید شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز اپنے وقت کے قطب اور غوث بلکہ غوثِ اعظم تھے۔ ان کے تبحرات علوم مکاشفات، کرامات چونکہ مشکوٰۃ نبوت حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مستنیر اور مستفیض ہیں اس لئے آنحضرت حامل وعائن رسول کریم تھے۔ وعائین سے وہ حدیث بخاری مراد ہے جو کتاب عالم میں بروایت حضرت ابی ہریرہ آتی ہے۔

حفظت من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وعائین فاما احدھما

فبثثتہ فیکم و اما الاخر فلو ثبثشہ قطع ھذا البلعوم یعنی مجری الطعام

(رواہ البخاری)

کہ میں نے حضور سرکار دو عالم سے دو وعاء حفظ کئے ان دونوں میں سے ایک یہ (علم) جو تمہیں سکھاتا ہوں اور دوسرا وعاء (علم عرفان) اگر تم پر ظاہر کروں تو یہ گردن کٹ جائے۔

جب اس حدیث مبارک کے پیش نظر حضرت غوثیت مآب کا زہد و تقوی، خشیت الہی، اطاعت اور انتہائے عبادت کا وہ مقام جسے احسان فرمایا گیا۔ شرعی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے تو ایک اعلی مجاہد، انتہائے تقوی، کمال زہد و ریاضت پر پہنچی ہوئی باکمال ہستی نظر آتی ہے اور جب وِعاوِثانی کے تحت ان کی خوارق، کرامات، مکاشفات اور پر اسرار رموز و نکات (جو انسانی عقول سے بالاتر اور نا قابل قبول ہیں) پیش نظر ہوں تو وہی قلب اسرائیلی مقام غوثیت کے دائرہ کا مرکزی نقطہ سمجھنا چاہئے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے اور جو کہ لوگوں کے ادراک اور سمجھ سے بہت بالاتر ہے۔ اسی واسطے بعض اوقات تھوڑے علم والوں کو اس مقام پر دھوکا لگ جاتا ہے اور وہ اپنے مادیات کے چکر میں آکر چکرا جاتے ہیں۔ حالانکہ یہی انوار، برکات، فیوض لدنی ہمیشہ قلوب اولیائے کرام پر وارد ہوتے رہتے ہیں جس کے بعد وہ ہر طاقت سے نڈر بے خوف و خطر ہو کر امر معروف تبلیغ اسلام میں منہمک ہو کر لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ کے مصداق بن جاتے ہیں۔ ان لوگوں کی معیت، ان کی خدمت، ان کی مجالس میں شمولیت کے متعلق کئی احادیث صحیحہ اور آیات بینات موجود ہیں۔ طالب صراط مستقیم جویندہ رضائے مولا کریم اور متبع سنت رسول روف رحیم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ایمان کی حفاظت، اعمال کی صحت و سلامتی کے لئے ان کی معیت میں رہنا كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کے امر کے ساتھ ظاہر کرتا ہے کہ بغیر ان کی صحبت کے اللہ تعالی تک بھی رسائی نہیں ہو سکتی

گر تو خواہی ہمنشینی باخدا | رو نشیں اندر حضور اولیاء

اسی واسطہ کہا گیا ہے کہ ہر ایک گئی ہوئی چیز کا بدل ہو سکتا ہے لیکن اگر اللہ تعالی سے تم نے قطع و برید کر لی تو اس کا کوئی بدل یا اس کی تلافی نہ ہو گی۔

لِكُلِّ شَيْءٍ اِذَا فَارَقْتَهُ عِوَضٌ وَلَيْسَ لِلّٰهِ اِنْ فَارَقْتَهُ عِوَضٌ

اب ہم اختصار کے ساتھ اس سلطان ولائت، شہباز اوج کرامت کے بعض حالات اور کرامات درج کرتے ہیں لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِيْ صَلَاحًا

اسم گرامی

محبوبِ سبحانی، قطبِ ربانی، شیخ الاسلام محی الدین ابو محمد عبدالقادر الحسنی الحسینی

الجیلانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز۔

کنیت:

طریقت میں امام آئمہ، شریعت میں محبوبِ سبحانی ابو محمد، لقب محی الدین۔

وجہ تسمیہ:

صاحب "خزینۃ الاصفیاء" اور دیگر کتب معتبرہ میں آنحضرت (حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) سے روایت ہے کہ میں ابتدائے حال میں ایک دفعہ جمعہ کے دن باہر جا رہا تھا۔ ایک بیمار نہایت نحیف و ضعیف بے ہوش پڑا ہوا دیکھا کہ میرا نام لے کر پکار رہا ہے جب میں اس کے پاس پہنچا تو اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ یا شیخ عبدالقادر کہہ کر مخاطب کیا۔ جب میں نے اس کے سلام کا جواب دیا اور اس کے پاس جا کر بیٹھا تو یکدم وہ مریض اُٹھ بیٹھا اس کا چہرہ تر و تازہ اور نہایت روشن ہو گیا۔ تمام نقاہت اور آثار ضعیفی اس کے جاتے رہے اور نہایت خوش ہو کر مجھے فرمانے لگا کہ آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں، فرمایا کہ میں تمہارے جدِ امجد، حبیب کردگار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دین اسلام ہوں۔ لوگوں کی نافرمانبرداری اور بے دینی سے میں بہت ضعیف ہو چکا تھا۔ آج مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کے وجود کی برکت سے تازہ حیاتی عطا فرما دی ہے۔ جاؤ آج سے انت محی الدین (آپ دین کے زندہ کرنے والے) لقب مبارک سے ملقب کئے گئے ہیں۔

جب میں وہاں سے رخصت ہو کر جامع مسجد میں پہنچا تو ایک شخص میری جوتیاں اٹھا لایا اور یا محی الدین کہہ کر پکارا۔ اس کے بعد جب نماز ہو چکی تو یکدم لوگوں کا ہجوم مجھ پر ٹوٹ پڑا۔ تمام مخلوقات میرے ہاتھ اور پاؤں چوم چوم کر مجھے محی الدین، محی الدین کہہ کر پکارتی تھی۔ اس کے بعد کمالات و مقامات میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی ہوتی گئی۔

ولادت با سعادت:

اول شب ماہ رمضان المبارک ۴۷۰ / ۴۷۱ ھجری یا بوقت صبح طلوع، بروز دو شنبہ بمقام جیلان واقعہ ہوئی۔

وفات شریف:

یازدھم ربیع الثانی ۵۶۲ ھجری بہ شب دو شنبہ بعد نماز عشاء بعمر نوے سال سات ماہ نو روز

ہوئی۔

مزار مبارک:

بغداد شریف میں زیارت گاہ عالم اور مرجع خلائق و نسل آدم ہے۔ سترہویں ربیع الثانی کو ہمیشہ وہاں پر بڑی دھوم دھام سے عرس مبارک ہوا کرتا ہے لیکن ہمارے پنجاب و ہندوستان میں یہ تقریب گیارہویں ربیع الثانی کو بالالتزام منائی جاتی ہے۔ آپ کی عمر مبارک تولد اور وصال کے متعلق ایک مشہور نورانی رباعی ہے۔

جناب غوث اعظم قطب عالم | کہ نورش یافت از ماہ تاماہی
سنیش کامل و عاشق تولد | وصالش داں تو معشوق الٰہی

عمر مبارک ۹۱ — ولادت ۴۷۱ھ — وصال ۵۶۲ھ

حلیہ مبارک:

نحیف البدن، میانہ بالا، عریض الصدر (سینہ کشادہ) گندم گوں، پیوستہ ابرو۔

ورودِ مسعود بہ بغداد شریف:

سال ۴۸۸ھ میں بعمر ۱۸ سال بغداد شریف تشریف لائے۔ آپ کی والدہ محترمہ حضرت ام الخیر فاطمہ دختر حضرت شیخ عبداللہ الصومعی مقتدائے گیلان کی تھیں۔ اس واسطے آپ کو گیلانی کہتے ہیں لیکن دراصل آپ کا مسکن جبال نام پہاڑ زیر کوہ جودی ہے۔ جہاں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان کی ٹھہری تھی۔

سلسلہ نسب عالی:

آپ کا سلسلۂ نسب پدری بچند واسطہ درمیانی حضرت امام حسن علیہ السلام کے ساتھ ہادی امام حسین علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔

صاحب "خزینۃ الاصفیاء" نے حسب ذیل تفصیل بیان کی ہے۔ حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی بن ابی صالح بن سید موسیٰ بن سید عبداللہ بن سید عمر زاہد بن سید محمد روحی بن سید داؤد بن سید موسیٰ ثانی بن سید عبداللہ ثانی بن سید موسیٰ ثالث بن سید عبداللہ محسن بن سید محمد المشہور بحسن مثنےٰ بن حضرت سید امام حسن علیہم السلام بن اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔

بعض حالات مبارک و کرامات فاخرہ:

لاتعد ولا تحصےٰ بہت اختصار کے ساتھ چند معمولی واقعات تبرکاً درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) ایک دفعہ بڑے بڑے علماء کرام بغداد ایک سو کی تعداد میں جمع ہو کر حاضر ہوئے اور ہر ایک اپنے دل میں بڑے بڑے مشکل مسائل پیش کرنے کو لایا جب حضور کے سامنے آئے تو آپ نے سر مبارک جھکا کر مراقبہ فرمایا۔ اچانک سینہ مبارک سے ایک نور کی تجلی نمودار ہوئی اور ان سب کے سینوں میں جا چمکی وہ سب کے سب مبہوت و پریشان ہو کر سب سوالات بھول گئے اور سب نے شور و غوغا کے ساتھ رونا اور چلانا شروع کر دیا، کپڑے پھاڑ کر ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے۔

تھوڑی دیر بعد حضرت نے کرسی پر تشریف فرما ہر ایک کو اس کے مافی الضمیر سوال کا جواب دینا شروع کیا۔ جب سب کے جوابات ختم ہو گئے تو ان سبھوں نے نہایت ادب سے جان سنبھال کر معافی چاہی اور ولایت کا اعتراف کرتے ہوئے رخصت ہوئے۔ جب ہی تو مقام خاص میں فرماتے ہیں

شَرِبْتُمْ فُضْلَتِیْ مِنْ بَعْدِ سُکْرِیْ | وَلَا نِلْتُمْ عُلُوِّیْ وَاتِّصَالِیْ
من بنوشیدم شرابِ کبریا | پس شما بخورید باقیماندہ را
لیک کے مخصوص گردد ہمچو حال | مر شمارا ایں علوِ اتصال

(۲) حضرت شیخ محمد محی الدین بن عربی صاحب "فصوص الحکم" اور "فتوحات مکیہ" کا نام صحافت و کرامت میں اظہر من الشمس ہے۔ آپ کے والد محترم حضرت شیخ علی کے گھر چونکہ اولاد نہ ہوتی تھی۔ اس لئے آپ بہت ہی مغموم و پریشان رہتے تھے اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخلص اور خاص معتقدین سے تھے۔ ایک دن شیخ علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رو کر عرض کی اور اپنی تباہیٔ خاندان کا دردمندانہ طور ذکر کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہاری قسمت میں ہمیں فرزند نظر نہیں آتا لیکن ہمیں تمہارے ساتھ نہایت محبت اور ہمدردی ہے۔ ہم اپنی اولاد میں سے تمہیں ایک لڑکا دیں گے۔ کل جب ہم اوقات خاص میں مشغولِ وظائف و اوراد ہوں تو تم آکر اپنی پشت کو ہماری پشت کے ساتھ بالکل پیوست کر کے بیٹھ جانا اور کوئی ادب اور رکاوٹ اس بارہ میں پیش نظر نہ لانا، ہمارے ساتھ جٹ جانا۔ اللہ

کریم تمہیں اولاد عطا فرمائے گا۔ اس کا نام محمد رکھنا اور اس روحانی بیٹے کا لقب بھی ہماری طرح محی الدین ہو گا۔

دوسرے دن وقت مقررہ پر یہ صاحب تشریف لائے اور عین حالت اوراد و وجد میں حضرت کی پشت مبارک کے ساتھ جُٹ کر بیٹھ گئے اسی رات کو اپنی زوجہء محترمہ سے اتصال فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے وہ نرینہ اولاد عطا فرمائی جو آج دنیائے اسلام میں اور تصوف میں یہ چمکتا ہوا ستارہ حضرت محی الدین بن عربی ہیں جن کی شہرہ آفاق تصانیف بڑے بڑے مشائخ عظام اور صوفیائے کرام کے لئے مایہ ناز ہے جب یہ تولد ہوئے تو والد محترم نے لا کر حضرت کے قدموں میں ڈال دیا۔

فرمانے لگے سبحان اللہ کیا عجیب بچہ پیدا ہوا۔ جو کہ ہمارے زبان ہو گا اور جو مخفی اسرار اولیاء کرام اپنے سینوں میں محفوظ رکھتے ہیں ان کو ظاہر کرے گا اور اپنے زمانہ کا قطب ہو گا جب ہی تو ارشاد فرماتے ہیں

وَاَطْلَعَنِی عَلٰی سِرٍّ قَدِیْمٍ | وَ قَلَّدَنِیْ وَاَعْطَانِی سُؤَالِیْ
از تلطف داد درجاتِ عظیم | کرد زاں رو واقف سرِّ قدیم
طوق عزت یافت آخریافتم | ہر مراد دل کہ از حق خواستم

(۲) ایک دفعہ بحالت وجد فرمانے لگے کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ کی جناب سے ایک فراخ کاغذ ملا ہے اس میں میرے تمام مریدوں اور یاروں کے نام درج ہیں جو لوگ قیامت تک میرے ساتھ اپنی نسبت درست کریں گے خدا تعالےٰ کا مجھے حکم ہوا کہ ان سب کو بخش دیا جائے گا اور مجھے قسم ہے رب العزت کی کہ میں قدم پروردگار کی حضور سے نہیں اٹھاؤں گا جب تک کہ میرے مریدوں اور متوسلوں کو اللہ تعالیٰ بہشت کی طرف نہ بھیجے گا، اسی ذوق اور وجد میں ارشاد گرامی ہے کہ

مُرِیْدِیْ لَا تَخَفْ اَللّٰہُ رَبِّیْ | عَطَانِیْ رِفْعَۃً نِلْتُ الْمَنَالِیْ
اے مریدِ من مترس ز ہیچ رنج | کہ ترا بخشند خدائیم گنج گنج
داد مار ایزد ایں رتبہ بلند | مقصد اقصےٰ رسیدم ایں کمند

(۴) آپ کے جد امجد حضرت عبداللہ صومعی کا بیان ہے کہ آپ عہدِ طفولیت میں بماہ

رمضان دن کو دودھ نہیں پیتے تھے۔ چنانچہ ایک بار بوجۂ ابر کے رمضان المبارک کا چاند نظر نہ آیا، لوگوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی والدہ محترمہ سے پوچھا۔ انہوں نے فرمایا کہ آج عبدالقادر نے دودھ نہیں پیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ رمضان المبارک داخل ہو چکا ہے بعد کو اس امر کی تصدیق ہو گئی کہ فی الواقع ہلال نکل چکا تھا۔ آپ کی وجدانی کیفیات اور اسرار قدس کے وہ اشعار قابل غور ہیں

وَ مَا مِنْهَا شُهُوْرًا اَوْ دُهُوْرًا | تَمُرُّ وَ تَنْقَضِیْ اِلَّا اَتَالِیْ
ہیچ ماہے نیست از دنیائے دوں | ہیچ دہرے نیست از چرخ نگوں
گر فروزد انقضا دارد مگر | پیش من آید دواں از پائے سر

وَ تُخْبِرُنِیْ بِمَا یَاْتِیْ وَ یَجْرِیْ | وَ تُعْلِمُنِیْ فَاَقْصِرْ عَنْ جِدَالِیْ
میدھد مارا بہ آں چیزے خبر | کامداہ جاری شدہ باخری و شر
میکند آگاہ مرا از جملہ حال | پس بکن کوتاہ سخت از جدال

(۵) ایک دفعہ جنگل میں ایک غیبی آواز آئی کہ اے عبدالقادر! میں آپ کا خدا ہوں۔ ایک روشنی چمکی، جس سے عجیب شکل منودار ہوئی اور آواز آئی کہ ہم نے آپ کو تمام عبادات اور احکام کی تکلیف سے آزاد کر دیا۔ آپ نے خیال فرمایا کہ کسی نبی اور صحابی کو اس وقت تک ایسی معافی نہیں ہوئی، یہ شیطانی حرکت اور وسوسہ ہے۔ یہ خیال کر کے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھی فوراً روشنی غائب ہو گئی اور آواز آئی کہ میں نے ستر اولیاء کو اسی فریب میں گمراہ کر دیا لیکن آپ ہی وہ مرد میدان ثابت ہوئے جو میرے اس دھوکہ سے بچ نکلے اور صحیح عقیدہ اسلام پر قائم رہے جبھی تو فرمایا

کسانی خلعةً بطراز عزمٍ | وَ توّجنی بتیجانِ الکمالِ
از جنابش در برمن خلعت ست | خلعتے کانرا طراز عزت است
التفاتے کردگار ذی الجلال | بر نہادہ بر سرم تاج کمال

مشائخ ظواہر اور بے علم صوفیاء زمانہ اور مریدان حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو اس حکایت سے سبق حاصل کرنا چاہئے اور اتباع سنت اور احکام قرآن کریم کی تعمیل میں پوری کوشش کر کے مکائد ابلیس سے بچنا چاہئے۔

(۶) شیخ محمد عثمان بغدادی سے منقول ہے کہ حضور ایک دفعہ بعد ادائے فریضہ حج مبارک مدینہ منورہ پہنچے، روضہ اطہر کے سامنے چالیس روز تک دست بستے کھڑے رو رو کر یہ اشعار پڑھتے رہے

ذُنُوبِیْ کَمَوْجِ الْبَحْرِ بَلْ ھِیَ اَکْثَرُ | کُلُّھَا مِثْلُ الْجِبَالِ بَلْ ھِیَ اَکْبَرُ
وَلٰکِنْ عِنْدَ الْکَرِیْمِ اِذَا عَفَا | کَجَنَاحِ الْبَعُوْضِ بَلْ ھِیَ اَصْغَرُ

ترجمہ: میرے گناہ دریا کی موجوں سے بھی بڑھے ہوئے، پہاڑوں کی طرح بلکہ ان سے بھی بڑے ہیں لیکن خداوند کریم جب عفا فرمائے تو وہ سب گناہ مچھر کے پر سے بھی گھٹ جائیں گے چالیس دن کے بعد یکدم روضہ اطہر سے دست مبارک نمودار ہوا اور مصافحہ کیا۔ آپ نے ہاتھ مبارک پر لپک کر بوسہ دیا، پھر وہ دست شفقت پردہ پوش ہوا۔

(۷) ایک دن حضور کی خدمت میں ایک شخص نے قرآن حکیم کی ایک آیۂ مبارکہ پڑھی اور جویائے معنی ہوا۔ گیارہ دلائل تک تو لوگ اور اکابر علماء سمجھ سکے آگے چالیس تک دلائل بہ اسانید و تفصیل بیان فرمائیں اس کے بعد فرمانے لگے گذاشتیم قال و باز آمدیم بحال لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ یہ فرمانا تھا کہ لوگوں میں غوغا اور وجد شروع ہو گیا۔ ہزاروں کپڑے پھاڑ کر نکل گئے پھر فرمایا

وَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّیْ فِیْ جِبَالٍ | لَدُکَّتْ وَاخْتَفَتْ بَیْنَ الرِّمَالِ
پس اگر من افگنم بے قیل و قال | راز خود را اندر جبال
پارہ پارہ میشود در وقتِ حال | مختفی گرد و جبل ہا در جبال

آپ کے خشوع اور تضرع کے متعلق سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضور کو حرم کعبہ مکرمہ میں سنگریزوں پر سر رکھ کر روتے ہوئے اور یہ فرماتے ہوئے دیکھا گیا کہ اے خداوند کریم بہ بخشا اگر مستوجب عقوبتم در قیامتم نابینا برانگیز۔ تادر روئے نیکاں شرمسار نباشم

روائے بر خاک عجز میگویم | ہر سحر گہ کہ یاد مے آید
اے کہ ہرگز فراموشت نکنم | ہیچت از بندہ یاد مے آید

حضور کے اورادِ خاصہ اور مجرب وظائف کے متعلق بہت سے عملیات ہیں جو بسا

اوقات تیر بہدف اور کبریت احمر سے بھی بڑھ کر ثابت ہوتے ہیں لیکن انہیں ہم کسی دوسری صحبت پر چھوڑتے ہیں اور چونکہ مضمون کچھ طول پکڑ رہا ہے اس لئے ہم دعا پر ختم کرتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس غوث اعظم اور اپنے محبوب کے صدقہ میں ہماری مشکلات حل فرما کر ہمیں اتباع سنت اور حلاوت ایمان اور ذوق محبت سے سرشار فرمائے ----

آمین یارب العالمین۔

بقیہ: شیخ عبد القادر جیلانی

ترجمہ: تربیت مریدین اور دعوت الی اللہ کے کام میں وہ مرجع خلائق تھے، ابن خلکان کہتے ہیں کہ ان کے زمانہ کے مشائخ دور دور سے ان کی طرف رجوع کرتے تھے، اور استفادہ کرتے رہتے تھے (وفیات الاعیان جلد ۳، صفحہ ۱۲۰)۔ شیخ کے مواعظ سے خلق اللہ کو بہت نفع ہوا، ابن خلکان کے الفاظ ہیں، وکان لہ مجلس وعظ و علی وعظہ قبول کثیر ولہ نفس مبارک وہ اہتمام سے وعظ فرمایا کرتے تھے، ان کے وعظ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی مقبولیت عطا فرمائی، ان کے انفاس متبرکہ سے لوگوں کو بڑا نفع تھا۔

تصوف کو بدعات سے پاک کرنے اور کتاب و سنت کو ان کا ماخذ بنانے کی کوشش میں حضرت شیخ کا تجدیدی حصہ ہے، ان کی کتاب "عوارف المعارف" کو اگر اس فن کی قدیم کتابوں سے مقابلہ کر کے دیکھا جائے، تو ان کے اس تجدیدی کام کا اندازہ ہوتا ہے (نواب صدیق حسن خان مرحوم لکھتے ہیں:

در تصوف سنی کتابے بہتر از عوارف نیست (تقصار جیود الاحرار ص ۹۳)

اللہ تعالیٰ نے شیخ شہاب الدین کو بڑے بلند پایہ اور عالی استعداد خلفاء عطا فرمائے جنہوں نے دعوت و تربیت کا کام بڑی قوت و وسعت کے ساتھ انجام دیا، ان کے صرف ایک خلیفہ شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی سے ہندوستان میں جو فیض پہنچا، اور خلق اللہ کو ہدایت ہوئی وہ ان کی جلالت، قدر اور عظمت شان کے لئے کافی ہے۔

(ماخوز از "تاریخ دعوت و عزیمت" حصہ اول، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مطبع معارف اعظم گڑھ، ۱۳۷۵ھ)

پیغام

از حکیم اہلِ سنّت حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری مدظلہ العالی

حکیم محمد موسیٰ امرتسری

۵۵۔ ریلوے روڈ ○ لاہور
پوسٹ کوڈ ۵۴۰۰۰

حوالہ نمبر ______

تاریخ ______

۷۸۶
۹۲

حضرت عتبہ سید صاحب مدظلہ العالی

سلام مسنون!

گرامی نامہ

شرف صدور لایا اس خوش خبری کے ساتھ کہ "الحسن" کا غوث اعظم نمبر منظر عام پر آ رہا ہے۔

ماضی قریب کے جلیل القدر بزرگ حضرت شیر ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سرکار غوث پاک کے اسم شریف کا وظیفہ کیا کرتے تھے۔ مگر وہابی کی حقیقت سے ناواقف لوگوں کو حضرت شیر ربانی کی یہ بات ناپسند تھی اور جواز کے حوالے طلب کرتے ہیں۔ آپ کی نگرانی میں طبع ہونے والا یہ خصوصی نمبر ان معترضین کے

اطمینان کا باعث ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ،

جناب بشیر حسین ناظم

کے ایک مضمون کی فوٹو کاپی ارسال ہے یہ ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی
مؤلف "افضلیت حضرت اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دلائل و شواہد" پر تقریظ
ہے آپ مناسب سمجھیں تو شائع کر دیں

والسلام

خاک راہ درد مندان
محمد موسیٰ عفی عنہ
حضرت - لاہور ۱
یکم ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

تقریظ بر کتاب

افضلیتِ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہٗ

دلائل و شواہد

مصنف : ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی

ناشر: صاجبزادہ پیر محمد زبیر احمد صاحب (دارالفیض گنج بخش لاہور)

تقریظ نگار : بشیر حسین ناظم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مخدومنا صاجبزادہ پیر محمد زبیر احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ

السلام و علیکم و رحمت اللہ و برکاتہ

مزاج معلیٰ

کتاب مستطاب المسمیٰ ”افضلیت سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ دلائل و شواہد“ فقیر حقیر کو تقریباً دو ہفتے پہلے موصول ہوئی تھی۔ مصروفیت کی وجہ سے اس کا مطالعہ با امعانِ نظر نہ کر سکا چند دنوں سے کتاب کا مطالعہ دل کی نظروں سے کر رہا ہوں۔ یہ سارا حکیم اہلسنت مدظلہ العالی کا فیض ہے کہ پون صدی سے اٹھنے والے تمام مفسدات و فتن کی سرکوبی تاریخی شواہد اور علمی دلائل سے کی جارہی ہے۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

قبلہ حکیم محمد موسیٰ صاحب کی ذاتِ بابرکات ہمارے لئے ایک منارِ لمعان اور بآذنہ شعشعان ہے جن کی سربراہی میں حقائق و معارف کے دہارے بہہ رہے ہیں اور کفر و شرک ساز مکائن کے کچھ پرزے صدق کے معرکہ سے گھس چکے ہیں اور کچھ مائل بہ خزیدن ہیں۔

مجھے اس بات کی قلبی مسرت اور دلی خوشی ہے کہ کتاب ”افضلیت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ“ جو حضرت قبلہ حکیم صاحب عند اللہ و عند الرسول ماجور کی زیر ہدایت اور

آپ کی زیر ارادت وادارت محترم ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی (اللہ تعالیٰ انہیں سلامت باکرامت رکھے) نے حقائق حق اور ابطال و حکِ شک کے لئے تحریر فرمائی ہے۔ آفتاب و ماہتاب کی طرح درخشندہ دلائل و شواہد کا مرقع ہے۔ جسے ایک بار سرسری نظر سے پڑھنے والے قاری پر اصلیت واضح ہو جاتی ہے اور اس طرح واضح ہوتی ہے کہ لب کشائی کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔

اس قسم کے فتنے ہر زمانے کے غلام الخلیل، ملا مبارک، ابو الفضل فیضی، سرسید احمد خان اور چودھری غلام احمد پرویز پیدا کرتے رہتے ہیں اور اہل حق ان کا شافی و کافی و مسکت جواب نہایت ہی اعلیٰ علمی سطح پر دیتے رہتے ہیں۔ ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز (حق ہے)

محترم میاں صاحب! حضرت قبلہ حکیم صاحب اور آپ کی مساعی سے یہ کتاب ایسے رہنما اصول کی شکل میں لکھی گئی ہے جو نہ صرف اہل علم کے لیے خزانہ معلومات بلکہ نسلِ نو کے عقائد کی تحصن (قلعہ بندی) کے لئے کافی و شافی ہے۔ اس سے قبل یہ معلومات حقہ موجود تو تھیں لیکن مختلف کتب میں۔ "افضلیت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے منصہ شہود پر آنے سے ہمیں ایک دائرۃ المعارف مل گیا ہے جس کی برکات سے موضوع پر دلائل باہرہ یکجا ہو گئے ہیں الشکر للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ۔

مولوی محمد احمد شطاح کا دعوی ہے کہ حضور سیدنا و مولانا سرکارِ کیواں جناب ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی الحسنی الحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے جو دعاوی کئے وہ سکر و شطحیات سے مغلوب ہو کر کئے۔ شطاح محمد احمد نے ذات غوث الاغیاث رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پر اپنی کم نظری، کج فکری اور شطاحی کی وجہ تہمت لگائی ہے۔ اگر مولوی کو لفظ شطح کا معنی معلوم ہوتا تو یہ لفظ صحویٔ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے بارے میں استعمال نہ کرتا۔

اس وقت میرے پاس تین لغات پڑے ہوئے ہیں۔ عربی، انگریزی ڈکشنری سٹین گاس، المنجد الابجدی اور فرہنگ عمید۔

سٹین گاس کی رائے کے مطابق شطح کا انگریزی زبان میں معنی یہ ہے To fill one's self with drink. یعنی نشے میں دھت ہو جانا اور شطح (اسم تفصیل) کا معنی Shameless obscene. لہٰذا فقیر کے قلم سے جو مولوی شطاح لکھا گیا ہے وہ درست ہی ہے۔

سٹین گاس کی فارسی انگریزی ڈکشنری میں شطاح (صاحب شطحیات) کا معنی یہ ہے Shameless, artfull, obscene, lewd استغفر اللہ۔

قاموس العصری عربی انگریزی ڈکشنری میں شطح کے معنی یہ ہیں
گمراہ ہو جانا To stray المنجد الابجدی سقط مستلقیاً پشت کے بل گر جانا یا سو جانا۔

فرہنگ عمید (سہ جلدی) جلد دوم شطاح بمعنی گستاخ، بے شرم، در اصطلاح صوفیہ کے کہ شطحیات بگوید یعنی سخنان خلاف شرع یا کلمائی کہ ظاہر آں خلاف شرع باشد برزبان بیاورد۔ مانند انا الحق گفتن حسین بن منصور حلاج۔

ان معنوں میں استغفر اللہ شطح کا اطلاق بر ذات غوث الاغیاث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سراسر تمرد، طغیان، بہتان اور گستاخی ہے۔ دوسرا لفظ جو مولوی شطاح نے شطح کے ساتھ استعمال کیا ہے وہ ہے "سکر" اس کا لفظی معنی جو بھی ہو لیکن اصطلاح علماء ربانی (صوفیہ) میں سکر بکمال صحویت پہلے اللہ رب العزت کو مجاہدہ کے ساتھ اپنا پروردگار تسلیم کرنا اور پھر مقام مشاہدہ پر جم جانا ہے اور مشاہدہ کا مطلب دل کی آنکھوں سے حق تعالیٰ کا خلوت و جلوت میں دیدار ہے، اس شرط کے ساتھ کہ وہ چون و چگون ہے۔ لہذا سکر اور شطح کے عرفی معنوں کا حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی پر اطلاق کرنا ایک مکابرانہ جسارت ہے جس سے اہل ایمان، اہل ایقان، اہل عرفان، اہل محبت، اہل مودت اور اہل تصوف کو احتراز لازم ہے۔

تصوف کی امہات کتب یعنی "کتاب اللمع فی التصوف" ابو نصر سراج رحمت اللہ تعالیٰ علیہ اور "کشف المحجوب" حضرت سیدنا داتا گنج بخش ہجویری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ میں سکر و صحو کی خوبصورت بحوث ہیں لیکن بدون مکابرہ۔ انہوں نے ایک عام قاری کو سمجھا دیا ہے اور سکر و صحو کی تشریح و توضیح بھی فرمادی ہے۔

"کتاب اللمع" میں حضرت ابو نصر سراج رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے شطح کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا ہے "شطح اس غیر معروف عبارت کو کہتے ہیں جس میں اس وجدان کو بیان کیا جاتا ہے جو بڑی قوت کے ساتھ فیضانِ الہی سے صوفی پر وارد ہوتا ہے اور اپنے شدید جوش اور غلبہ کی وجہ سے جوش میں آجاتا ہے لہذا شطح کے لفظ میں حرکت کے معنی پائے جاتے ہیں کیونکہ جب اہل وجد کا وجد زور پکڑ جاتا ہے تو اس سے صاحب وجد کے باطن میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور وہ اپنے اس وجد کو ایسے الفاظ میں بیان کرتے ہیں جسے سامع عجیب و غریب سمجھتا ہے۔ چنانچہ ان الفاظ کو سُن کر بعض لوگ تو فتنہ میں مبتلا ہو کر تباہ ہو گئے کیونکہ انہوں نے سُن کر اس کا انکار کیا اور اس پر نکتہ چینی کی اور کچھ لوگ انکار نہ کرنے کی وجہ سے نیز اس لئے کہ

جو بات انہیں مشکل معلوم ہوئی اس کی جستجو کی اور اس امر کے جاننے والوں سے دریافت کیا لہذا وہ سلامت رہے اور نجات پاگئے۔

اس حالت کی مثال ایک تنگ ندی کی سی ہے۔ جب اس میں بہت سا پانی آجائے اور دونوں کناروں سے بہنے لگے تو کہتے ہیں شطح الماءفی النهر نہر میں پانی نے جوش مارا۔ یہی حالت صاحب وجد کی ہوتی ہے جس کا وجد بہت زور دار ہو اور جو انوار حق اس کے قلب پر وارد ہوتے ہیں اور ان کے غلبہ کی وجہ سے وہ انہیں برداشت نہ کرسکے اور وہ انوار اس کی زبان پر آجاتے ہیں اور وہ اس کیفیت کو ایسی غیر معروف زبان میں ادا کرتا ہے جو سامعین کے فہم میں بمشکل آسکے۔ البتہ جو لوگ اس کے اہل ہوتے ہیں اور اس علم کے ماہر ہوتے ہیں وہ اسے سمجھ جاتے ہیں اس حالت کو اصطلاح میں شطح کہا گیا ہے۔

مزید برآں اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کے دلوں کو کھول دیا ہے اور انہیں بلند درجات کی طرف پرواز کرنے کی اجازت دے رکھی ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے اور دنیا کو چھوڑ کر اسی کے ہو لینے کی وجہ سے منتخب شدہ اور حقیقت کو جاننے والے ہوتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی یہ سخاوت ہوتی ہے کہ وہ چیدہ چیدہ مرتبے اور اللہ کے خاص بندوں کے درجات جو اس سے پہلے ان سے مخفی ہوتے ہیں ان پر منکشف کردیئے جاتے ہیں۔

لہذا ہر شخص اس حقیقت کے متعلق گفتگو کرتا ہے جو اس نے وجد کی حالت میں پائی ہو اور اپنی صحیح حالت کو پیش کرتا ہے اور اپنی گفتار اور الفاظ میں ان واردات کو پیش کرتا ہے جو اس کے باطن پر ہوتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک وہ پہلی حالت کو پختہ نہیں کرلیتے اس سے بلند تر حالت کی طرف نگاہ نہیں ڈالتے اور جب پہلی حالت کو پختہ کرلیتے ہیں تب وہ اس سے بلند تر حالت کی طرف ترقی کرتے ہیں۔ ہوتے ہوتے یہ تمام طریقے اور احوال اس غایت اور نہایت پر پہنچ کر ختم ہوجاتے ہیں جو بلند تر انتہا اور غایت الغایات ہے۔

اس لئے کسی کو اس بات کا حق حاصل نہیں کہ وہ اللہ کے ولیوں کی بدگوئی کرتے ہوئے زبان دراز کرے اور اپنی فہم اور رائے سے ان الفاظ کا قیاس کرے جو ان سے سنے اور جو کلمات اس کی فہم میں مشکل دکھائی دیتے کیونکہ مختلف اوقات میں اولیاء اللہ کی مختلف حالتیں ہوتی ہیں اور اپنے احوال میں انہیں ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہے۔ حالانکہ بظاہر وہ ہم شکل اور ہم جنس نظر آتے ہیں ان کے ہم شکل اور ان جیسے لوگ لوگوں میں مشہور ہیں۔

ان کی کوتاہیوں، ان کے درست یا نادرست ہونے، ان کی کمی یا زیادتی کے متعلق گفتگو کرنے کا حق صرف اس شخص کو حاصل ہے جو اپنی علمی فضیلت اور وسیع معرفت کی وجہ سے اپنے ہم جنس لوگوں میں شرف و فضیلت کے اعتبار سے مشہور ہو چکا ہو مگر جو شخص ان کے راستے پر چلا ہی نہیں اور نہ اس نے ان کا طریقہ اختیار کیا اور نہ ان کے مقاصد کا ارادہ کیا اس کی سلامتی اسی میں ہے کہ ان لوگوں کا انکار نہ کرے اور ان کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے اور جو خطائیں یہ ان لوگوں کی طرف سے منسوب کرتا ہے ان میں وہ اپنے نفس ہی کو نذر اتہام کرے"

یہ حقیقت افروز عبارت جو قولِ فیصل کی حیثیت رکھتی ہے ایک ایسے عالم ربانی حضرت اولیاء اکرام و اجلال ولایت کے ہیں جنہیں دنیائے علم و معارف اور تصوف میں حضرت ابونصر سراج طوسی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے حضرت مولانا نورالدین عبدالرحمان جامی بن احمد حلبی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ انہیں "نفحات الانس" میں حضرات القدس میں کا ان الفاظ میں یاد کرتے ہیں

"وے را طاؤس الفقراء می گویند در فنون علم کامل بود و در ریاضت و معاملات شانِ عظیمہ داشت صاحب کتاب لمعہ است۔ وے را تصانیت بسیار است، ورائے آں در علم طریق و حقیقت مسکن۔ وے در طوس بود است و قبرے آنجاست و مرید ابو محمد مرتعش است وہ سر سقطی و سہل تستری را دیدہ بود۔

<u>ترجمہ</u>: آپ کو طاؤس الفقرا کہتے ہیں۔ آپ فنون علم میں کامل تھے۔ ریاضیات و معاملات میں شان عظیم رکھتے تھے۔ کتاب اللمع کے مصنف ہیں، آپ کی بہت سی تصانیت ہیں۔ آپ کی علم طریقت و حقیقت میں رائے تسکین دینے والی ہے۔ آپ طوس میں رہتے رہے ہیں، آپ کی قبر وہیں ہے۔ آپ حضرت ابو محمد مرتعش کے مرید ہیں اور آپ نے حضرت سری سقطی اور سہل تستری کی زیارت کی ہے"

اب اگر سکر و شطح کے لغوی معنوں کا حضرت سیدنا غوث الاغیاث رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پر اطلاق کر کے ایک مفروضے کے تحت اس بات کے اثبات کی لاطائل کوشش کی جائے تو یہ سراسر زیادتی لاعلمی اور کج فکری ہو گی۔ سکر و شطح کے لغوی معنیٰ کا اطلاق ہم اپنی ذات پر کرتے ہوئے کترائیں گے بلکہ منفعل اور نادم ہوں گے چہ جائیکہ ان کا اطلاق صحویٔ اعظم اور مشاہدِ کبیر

حضرت پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پر کیا جائے۔

حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے جتنے دعاوی کئے وہ سکر شطح کے لغوی معنوں میں مغلوب ہو کر ہرگز ہرگز نہیں کئے بلکہ آپ نے ان مقامات کا مشاہدہ ایک صحوی کی حیثیت سے کیا کیونکہ یہ چیز واضح ہے کہ اگر مشاہد سکر و شطح میں (ان کے لغوی معنی کے لحاظ) مغلوب ہے تو مشاہد نہ ہوا۔ مشاہدہ تو ہوتا ہی کلی صحویت میں ہے۔ دوران مشاہدہ کسی ولی یا سچے صوفی کے اوسان خطا نہیں ہوتے۔ اگر ایسا ہو تو منزل مشاہدہ میں داخل نہیں ہو سکتا اور جس کی منزل مشاہدہ ہی درست نہ ہو دیگر مقامات کیسے حاصل کرے گا؟

یہ ایک حقیقتِ مسلمہ ہے کہ سکر و صحویت اور شطحیات کا تعلق عالم لاہوت سے ہے اور ان کی بود و نابود دنیا سے متعلق ہے لیکن مسئلہ زیر عالم لاہوت میں واقعہ ہے۔ "مناقب غوثیہ" حسب فرمائش جناب سوداگر محمد یوسف خان کابلی بہ اہتمام شیخ نورالدین بن جیوا جان بتصحیح و تنقیح خراواں، مطبوعہ ۱۳۰۲ھ مطبع صفدری واقع بمبئی کے صفحات ۱۴ - ۱۵ پر مرقوم ہے

"بعضے از مشائخ کبار چنیں نوشتہ اند کہ چناں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم در شب معراج بالائے عرش رفتہ اند، لحظہ استادگی غوندو۔ دریں اثناء روح حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ شانہ خود بقدم مبارک حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ کناں ظاہر آمد۔ از زبان گہر نثار صادر شد کہ من انت؟ فقال غوث الاعظم فی جوابہ۔ انا ولدک عبدالقادر۔ آنگاہ آنحضرت از روئے عنایت و شفقت قدم مبارک خود را بر دوش ایشاں نہادند و فرمودند

قدمی ہذا علیٰ رقبتک وقدمک علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ

ترجمہ: بعض عظیم و کبیر مشائخ نے یوں لکھا ہے کہ جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شب معراج میں عرش پر تشریف لے گئے تو (ایک جگہ) کچھ دیر قیام فرمایا۔ اس اثنا میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اپنے کندھے کو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک رکھے ہوئے ظاہر ہوئے۔ سرکار دو عالم کی زبان گوہر نثار سے نکلا تو کون ہے؟ تو غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سوال کے جواب میں فرمایا " میں آپ کا بیٹا عبدالقادر ہوں۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے از روئے عنایت و شفقت اپنا قدم مبارک آپ کے کندھے پر رکھ کر فرمایا کہ میرا یہ قدم تمہارے کندھے پر اور تیرا قدم تمام ولی اللہ کے شانے پر ہے"

اسی کتاب کے صفحہ ۳۶ پر مرقوم ہے

"بعضے از مشائخ چناں نقل می کنند کی چوں سلطان الانبیاء محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم در شب معراج طبقات سماوات طے نمودہ نزد عرش عظیم رسید، عرش را بسیار بزرگ و بلند یافت۔ آوازے از مقام قدس بر آمد کہ اے محبوب من بالائے عرش بر آئی۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم در خاطر مبارک آورد کہ عرش تحت بلند است چگونہ بالا روم۔ دریں اثناء جوانے بصورت حسن کہ نور روئش عرش را منور ساخت پیدا شد و نزد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نشست و تسلیمات بجا آورد و بزبان باطن التماس نمود کہ قدم مبارک بر گردنش نہند۔ آنحضرت ہر دو قدم بر گردنش نہادند۔ آں جوان برخاست گردنش تا عرش رسید۔ حبیب ازلی و محبوب، لم یزلی بالائے عرش بر آمدہ متوجہ بجوان شدہ پرسید کہ اے سعادت مند! نام تو چیست او دست بستہ باادب تمام ایستادہ ماند و مجیب نشد۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بخاطر مبارک آورد کہ ایں جوان را رتبہ نہایت عظیم است و مقامی کہ دراں ہست از مقامات ولایت نیست۔ ہاتف آواز داد کہ اے حبیب من واے محبوب من ایں جوان نور دیدہ تست و فرزند برگزیدہ تو۔ نامش سید عبدالقادر جیلانی است چوں دین متین تو از دست ملحدان بدرجہ ممات خواہد رسید ایں زندہ خواہد کرد و مخاطب بخطاب محی الدین خواہد گشت۔

سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم از استماع ایں کلام نزہت فرجام شادان شد دعا ہائے بسیار فرمودہ گفت "کہ اے نور دیدہ من واے روشنی خاندان من ہر دو قدم من بگردن تو رسیدہ ہر دو قدم تو بر گردن جمیع اولیاء خواہد رسید تاقیامت ہر کہ قدم ترا قبول کند درجہ عظیم خواہد یافت و ہر کہ انکار نمود از درجہ ولایت معزول خواہد گشت"۔

ترجمہ: بعض مشائخ نے اس طرح بات آگے پہنچائی ہے کہ جب سلطان الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم معراج کی شب طبقات آسمانی طے کرتے ہوئے عرش عظیم تک پہنچے تو عرش کو بہت ہی بلند پایا۔ مقام قدس سے آواز آئی کہ اے میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عرش سے اوپر چلے آئیے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دل میں سوچا عرش تو بہت ہی بلند ہے، اوپر کیسے جاؤں؟ اس اثناء میں ایک نوجوان جن کی پیشانی سے چہرہ عرش روشن ہو رہا تھا حضرت حسن علیہ السلام کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا۔ پھر آپ کی خدمت میں تحفہ سلام پیش کر کے باطن کی

زبان سے التماس کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنا قدم مبارک اس کی گردن پر رکھیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں قدم اس کی گردن پر رکھ دیئے۔ وہ نوجوان اٹھا تو اس کی گردن عرش تک پہنچ گئی ۔ حبیب ازلی و محبوب لم یزلی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عرش پر پہنچ کر نوجوان کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا اے نیک بخت تمہارا نام کیا ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ دست بستہ با ادب کھڑے ہو گئے مگر جواب نہ دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر مبارک میں یہ بات متمکن ہوئی کہ اس جوان کا مرتبہ بہت عظیم ہے اور یہ جس مقام پر ہے وہ مقاماتِ ولایت میں سے نہیں۔ ہاتف نے آواز دی کہ اے حبیب من، اے محبوب من (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) یہ جوان آپ کی آنکھوں کا نور ہے ۔ آپ کا برگزیدہ بیٹا ہے اور اس کا نام سید عبدالقادر جیلانی ہے ۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دین متین بندگان الحاد کے ہاتھوں موت تک پہنچ جائے گا تو یہ اسے زندہ کرے گا۔

سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کلام پاک کو سن کر خوش ہوئے اور بہت سی دعائیں دے کر فرمایا "کہ اے میری آنکھوں کے نور اور اے میرے خاندان کی روشنی میرے دونوں قدم تیری گردن تک پہنچے، تمہارے دونوں قدم تمام اولیاء کی گردن پر تا قیامت پہنچیں گے۔ جو تمہارے قدم کو قبول کرے گا درجۂ عظیم پائے گا اور جو انکار کرے گا درجہ ولایت سے معزول ہو جائے گا۔

میری سرکار میاں صاحب ! اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت باکرامت رکھے ۔ یہ بخششیں، یہ عطا، یہ دان، یہ کرم، یہ عنایت، یہ مہربانی، یہ انعام، یہ پن، یہ داد و دہش حضور سیدنا غوث الاعظم کو عالم ناسوت میں نہیں ہوئی بلکہ عالم لاہوت میں ہوئی ہیں جہاں سکر و شطح کا گزر تک نہیں ۔ عالم لاہوت کے احوال عالم ناسوت سے بالکل مختلف ہیں۔ حضور سیدنا غوث الاعظم نے اس بے بہا عطا و بخشش کو اس دنیا میں بیان فرما دیا جس پر نکتہ چینی یا انکار اس دور کے صعانی ہونے کی بین ثبوت ہے ۔ حقیقت کبریٰ یہی ہے

چوں محمد درمیانِ انبیاء | غوث الاعظم درمیانِ اولیاء

آخر میں عرض کروں گا کہ کتاب مستطاب "افضلیت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ" کو پڑھ کر بھی جو شخص جادۂ حق اور راہ مستقیم پر نہ چلے اس کا تمرد اس کا اپنا کمایا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا نام السلام ہے اور وہ بندوں کو دارالسلام کی طرف دعوت دیتا ہے۔

غوث اعظم دستگیر

پروفیسر مرتضےٰ سید

اے شہنشاہ ولایت، عارفوں کے تاجدار
شاہ جیلاں، پیر پیراں، خلق کے دل کے قرار
نام تیرا بے سہاروں کا سہارا بن گیا
غوث اعظم، دستگیر اے رحمت پروردگار!

اے محی الدین! تو نے دین کو زندہ کیا
تا ابد پیغام حق عالم میں تابندہ کیا
تیرے دم سے دھر میں پھر سے اجالا ہو گیا
نیر اسلام کو اس طرح رخشندہ کیا

اے جگر بند نبی! باغ رسالت کی بہار!
تو سخی ابن سخی، بخشش کا تیری کیا شمار
تیرے فیضان نظر سے ایسا بھی ممکن ہوا
ہو گیا ڈوبا ہوا بارہ برس کا بیڑا پار

نام ہے عرش بریں کی منزلوں پر آپ کا
سائباں ہے سب جہاں کی وسعتوں پر آپ کا
اے شہا! پرچم ہے اتنی رفعتوں پر آپ کا
ہے قدم سب اولیاء کی گردنوں پر آپ کا

اے شہہ روحانیت، راہ طریقت کے امام!
آفتاب معرفت، اے فقر کے ماہ تمام!
پا رہا ہے فیض تیرے در سے ہر اک خاص و عام
نام تیرا غوث اعظم دست گیری تیرا نام

فیضانِ رسالت کی ضیاء باریاں

رئیس المفسرین حضرت علامہ ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی مدظلہ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ جو غوث اعظم کے نام سے مشہور ہوئے، حسنی حسینی سید ہیں۔ آپ نے اس عالم رنگ و بو میں ۴۷۱ ھجری میں قدم رکھا۔ آپ کے والد بزرگوار کا وہ واقعہ جو ایک سیب کے کھانے سے متعلق ہے اور آپ کے بچپن کا وہ واقعہ جو ڈاکوؤں کے ساتھ پیش آیا اور جس طرح ان ڈاکوؤں کے سردار کے لئے موجب ہدایت ہوا، آپ کے ایک ولی کامل ہونے کی اولین شہادت ہے۔ آپ کے متعلق مشہور روایت ہے کہ آپ کا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے، جو آپ کی بلندی مراتب پر شاہد ہے اور اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ آپ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کامل اور معرفت تامہ کا ایک کامل نمونہ ہیں جس میں اتباع، علم، عرفان، محبت، غمخواری امت سب شامل ہیں۔

آپ کو ایک ایسے نازک دور میں ہدایت کی ذمہ داری سونپی گئی جب عالم اسلام کے زوال و انحطاط کا دور شروع ہو چکا تھا۔ بظاہر اسلامی سلطنتوں کے اقتدار کا سلسلہ اندلس سے لے کر ہندوستان تک پھیل چکا تھا لیکن قوم کا باطن کرم خوردہ اور کھوکھلا ہو رہا تھا۔ فسق و فجور، سیاسی ابتری، اخلاقی انحطاط اپنی انتہاء کو پہنچ چکے تھے۔ جس کی اصلاح کی ضرورت تھی تاکہ لوگوں کو نفس پرستی سے نکالا جائے اور خدا پرستی کے ذوق سے نوازا جائے۔ یہی کار رسالت تھا اور یہی کار ولایت ہے، کہ ولی اپنے آقا کا غلام ہوتا ہے بلکہ ان کے غلاموں کا غلام۔ روحانی انحطاط کے ساتھ یہ دور ذہنی انحطاط کا بھی شکار ہو چکا تھا۔ قرامطہ اور باطنیہ فرقے نیز اہل اعتزال اور علماء سوء کی سازشوں نے بغداد میں ایک اودھم مچا رکھا تھا۔ ہر روز بے شمار مشائخ علماء و امراء اور دیگر سرکردہ مسلمان ان باطنیہ فرقوں کی سازشوں سے دوچار رہتے یا شہید ہوتے۔ چنانچہ سلجوقی وزیر نظام الملک طوسی اور اس کے بعد سلجوق کے فرماں روا ملک شاہ نے انہیں فتنہ پردازوں کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا اور انہی کے ہاتھوں اسلامی عقائد کی دھجیاں اڑائی گئیں۔

خود اس دور کے علماء اسلام ان سے متاثر ہو کر بتدریج دین سے دور ہو رہے تھے یا اپنے کو مجبور پاتے۔ مورخین کے علاوہ محققین نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ اس زمانہ کے مسلمانوں کے مختلف گروہ شیعہ، سنی، حنبلی، اشعری مناظرات میں مصروف تھے جن میں دشنام طرازی کی بھی نوبت آجاتی تھی۔

شاید یہی وہ دور تھا جس کے متعلق احادیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ غربت و افلاس کا تمہارے متعلق مجھے خوف نہیں بلکہ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ تم پر دنیا کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور پھر جیسے پہلی امتوں میں مقابلہ کا بازار گرم ہوا، تم بھی اسی حالت میں مبتلا ہو جاؤ گے"

یعنی اس حالت میں اغیار نہیں بلکہ خود مسلمان مسلمان کو ختم کرنے کے درپے ہوں گے۔

(بحوالہ مہر منیر صفحہ ۲۹)

چنانچہ اس دور میں نور مبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تجلیات کو عام کرنے کے لئے جس ولی کامل کا بارگاہ رب العزت سے انتخاب ہوا وہ شیخ کامل غوث اعظم رحمت اللہ تعالیٰ علیہ ہی تھے۔ آپ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کے زہد و تقویٰ، اتباع رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، محبت سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، آپ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کی کرامات، آپ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کا دوامت، قادر کلامی اور اثرانگیزی پر تاریخ کے صفحات گواہ ہیں۔ زمانے کا تقاضا تھا کہ ایسا ہی ولی کامل بھیجا جائے جو حکمت کے ساتھ قدرت الٰہی کا ترجمان ہو۔ عبدہ کے ساتھ رسولہ کا نمونہ ہو جس سے قدم قدم پر کرامات صادر ہوں اور جس کے حرف حرف سے باطل کے بت ٹوٹتے جائیں۔ جو باطنیت کا "باطلی قوتوں" کا مقابلہ "حقیقی قدرت خفی" سے کرے، اور امت کو راہ حق کی جانب لے جانے کا موجب ہو۔ غوث پاک رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امانت کے اس بار کو جس خوبی جرات، عزم اور استقلال سے اٹھایا، اس کے نقوش آج بھی ان کے گروہ کے خلفاء میں باقی ہیں۔

حضرت غوث پاک رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے اس انحطاطی دور میں جہاں ولایت کے عملی مظاہر پیش کئے وہاں اپنی مجالس میں اپنی تقریروں اور عالمانہ وسعتوں سے اسلام کے ان حقائق سے پردے اٹھائے جس کے لئے صرف علم کافی نہ تھا، بلکہ جس کا سرمایہ زہد و تقویٰ کے

ساتھ ذوق و شوق وجد و حال ، محبت و معرفت ہوتا ہے ۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غوث پاک رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک ایسی فطرت سے نوازا جو المتوحش عن غیر اللہ والمستانس باللہ تھی (یعنی وہ فطرت جو خدا کے سوا ہر ایک سے گریزاں اور خدا ہی کا انس و محبت اختیار کرتی ہے) اور اسی فطرت کا ثمرہ تھا کہ آپ نے تخلقوا باخلاق اللہ (یعنی آپ اپنے کو اللہ کے اخلاق میں ڈھال لو) کا نمونہ بن کر دکھایا[ل] اور عوام کے لئے ناسوت سے ملکوت تک کی شریعت کی حرفاً حرفاً اپنے قول و عمل میں ترجمانی کی، ہر سطح زندگی پر ناسوت سے لے کر ملکوت اور جبروت تک کی راہیں استوار کیں، پھر اسی کمال اتباع و محبت کے ساتھ مرتبہ جبروت سے لاہوت کی یافت کے دریچے خواص کے لئے کھولے۔

ارباب ذوق کا بیان ہے کہ لاہوت وہ عالم ہے "جس کی عزت عرش ، جس کی کبریائی کرسی ، جس کی قدر لوح ، جس کی فضا قلم ، جس کی عظمت آسمان ، جس کا کیوان قہر ، جس کا برجیس لطف ، جس کا بہرام جلال ، جس کا آفتاب جمال ، جس کی آگ غضب ، جس کا پانی رحمت ، جس کی مٹی حکمت ، جس کی بقاء لایزال ولم یزل ہے"

(رسالہ غوث الاعظم ترجمہ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز صفحہ ۱۹)

حقیقت یہ ہے کہ پرتو رسالت کی ان عظمتوں کی نشاندہی ہم جیسے گنہگاروں پر کرنے والے یہی بزرگ ہیں جو ان منازل کا عرفان رکھتے ہیں، ان سے گذرے ہوئے ہیں ، ان کے ذوق و لطف اس راہ کی دشواریوں اور صعوبتوں سے آگاہ ہیں۔ یہی انوارِ رسالت ، یہی تجلیاتِ نورِ مبین کی کچھ جھلک عام کرنے کا حق دار ہیں ۔ خوش نصیب ہے کہ ان سلاسل سے جس کو تعلق مل جائے اور پھر اپنے ظرف کی بساط کے مطابق ان حقائق و معارف سے آگاہی پائے

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

حضرت غوث پاک رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کی مجالس کا یہ حال ہوتا کہ آپ کے وعظ میں کثیر تعداد میں لوگ شرکت کرتے اور لوگوں پر وجد کا عالم طاری ہو جاتا اور ایک ہی مجلس میں ہزار ہا انسان آپ کے دست مبارک پر توبہ کر کے شاہراہ ایمان پر آ جاتے ۔ ان تمام موقعوں پر آپ سے قدم قدم پر کرامات کا ظہور ہوتا جو لوگوں کے دلوں میں گھر کر جاتا۔ اور آپ کا انداز

ل : رسالہ غوث اعظم ، مترجمہ استاد محترم حضرت قاضی احمد عبدالصمد فاروقی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ

محبت و رحمت ان کو اپنے آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تجلیات، اسوہ حسنہ، اخلاق حمیدہ سے قریب کرنے کا موجب ہوتا۔

ہر چند آپ کے بعد بغداد میں تاتاریوں کا حملہ ہوا اور اس ولی کامل کی ہدایات و کرم نوازیوں سے غفلت کا ان کو سبق ملا لیکن یہ بات بھی قابل حیرت ہے کہ حضرت غوث پاک رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کے روحانی فیض اور مساعیٔ جمیلہ کا اثر یہ ہوا کہ لوگوں کی بے توجہی کے باوجود اسلام کا چراغ گل ہونے کی بجائے اور روشن ہو گیا اور خود تاتاریوں نے اسلام قبول کیا جس کا ذکر مورخین نے کیا ہے۔

یہ واقعہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ تاتاریوں کے غلبہ کے بعد اشارہ غیبی کے تحت سلسلہ قادریہ کے ایک بزرگ ہلاکو خان کے بیٹے تگودار خان کے پاس پہنچے۔ وہ شکار سے واپس آیا تھا اور اپنے دروازہ پر ایک درویش کو دیکھ کر باندازِ تمسخر کہا "اے درویش! تیری داڑھی کے بال اچھے ہیں یا میرے کتے کی دم" آپ نے برجستہ جواب دیا "میں اپنے مالک کا کتا ہوں اگر میں اپنی جاں نثاری اور وفاداری میں اسے خوش کر پاؤں تو میری داڑھی کے بال اچھے ہیں ورنہ آپ کے کتے کی دم اچھی ہے، جو آپ کی فرمانبرداری کرتا ہے"

تگودار خان پر آپ کی اس اندازِ گفتگو کا یہ اثر ہوا کہ اس نے آپ کو اپنا مہمان رکھا اور آپ کی تعلیم و تبلیغ سے اسلام قبول کیا (مہر منیر صفحہ ۲۳)

مختصراً عرض یہ کرنا ہے کہ یہ صرف ایک شخص کی ہستی کی ایک جھلک ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کے ایسی خدا جانے کتنی عظیم ہستیاں ہیں جو روح کی سطح سے بھکی ہوئی انسانیت کے لئے موجب ہدایت ہوئی ہیں۔

بعض ناسمجھی سے اعتراض کر دیتے ہیں کہ حضرت غوث پاک رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کو اہلبیت سے قلبی تعلق میں کچھ کمی تھی، وہ خود حسنی و حسینی سید تھے۔ ہم یہاں ان کی نعت کے چند اشعار نقل کرتے ہیں

کفایت است ز روح رسول اولادش
ہمیشہ ورد زباں جملہ مہماتم

ز غیر آل نبی حاجتے اگر طلبم
روا مدار یکے از ہزار حاجاتم

چو ذرہ ذرہ شود ایں تنم بہ خاک لحد
تو بشنوی صلوت از جمیع ذراتم

کمینہ خادم خدام خاندان تو ام
ز خادمی تو دائم بود مناجاتم

(باقی ص۱۴۵ پر)

دیوانِ حضرت عبدالقادر جیلانی

پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں

حضرت غوث اعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ (م ۵٦۱ھ) سے منسوب ایک فارسی دیوان نولکشور نے کانپور سے ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۲ء (بار پنجم) شائع کیا تھا۔ عزیز محترم ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب کی خواہش ہے کہ اس پر نظر ڈالی جائے، راقم الحروف اپنی ضعیفی اور صحت کی خرابی کی وجہ سے اب زیادہ غور نہیں کر سکتا، تاہم کوشش ہے کہ کوئی بات کام کی نکل آئے۔

(۱) حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ حسنی حسینی سید تھے لیکن موجودہ دیوان کی اس غزل کے اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا لکھنے والا سید نہیں تھا:-

غلام حلقہ بگوشِ رسولِ ساداتم	زہے نجات نمودن حبیب و آیاتم
کفایت ست ز روحِ رسول، اولادش	ہمیشہ در دو جہاں جملہ مہماتم
ز غیر آلِ نبی حاجتے اگر طلبم	روا مدار یکے از ہزار حاجاتم
دلم ز حُبِّ محمد پرست و آلِ مجید	گواہ حال من ست ایں ہمہ حکایاتم
چو ذرہ ذرہ شود ایں تنم بہ خاکِ لحد	تو بشنوی صلوات از جمیع ذراتم
کمینہ خادمِ خُدام خاندانِ تو ام	ز خادمی تو دایم بود مباحاتم

(۲) حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کا لقب "محی الدین" ہوا، معلوم نہیں کہ ان کی زندگی میں یا بعد میں بہر حال یہ بات قرین قیاس ہے کہ اگر انھوں نے شاعری کی ہوتی تو دوسروں کے دیئے ہوئے لقب کو کبھی اپنا تخلص نہ بناتے۔ اس پورے دیوان میں تخلص "محی" ہے۔

(۳) شاعر نے یہ دیوان اپنی پیری اور آخر میں لکھا تھا۔

نظرے کن بعنایت تو دریں آخر عمر	سوئے ایں بندہ کہ در عین بلا افتادہ ست
بخدا در نظر محی تو پیوستہ دلت	طالب فقر و محبت [۱] فقرا افتادہ ست
شدم پیر از غم تو، کز جوانی بر دہم گر جان	نہ آخر بندہ پیری پسر آزاد باید کرد
محی چوں در مو سفیدی دید گفت آہ و دریغ	نامہ دارم سیہ تر از شب تاریک رنگ

[۱]: کوئی اور لفظ ہو گا۔

حضرت عبدالقادر جیلانی کی ضعیفی میں بھی شعر و شاعری کا کوئی واقعہ کسی مستند کتاب میں نہیں ملتا۔ گلستانِ سعدی (باب دوم) میں ان کی خشیت و خضوع کا یہ واقعہ مرقوم ہے "عبدالقادر گیلانی را دیدند (رحمت اللہ علیہ) در حرم کعبہ، روئے بر حصا نہادہ بود و می گفت اے خداوند بخشای و اگر مستوجب عقوبتم مرا روز قیامت نابینا برانگیز تا در روئے نیکاں شرمسار نہ باشم!"

ایسے بزرگ سے توقع نہیں کہ وہ بڑھاپے میں ایسی شاعری کرنے لگے ہوں گے۔

(۴) ایک شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس شاعر نے شادی نہیں کی اس کے برعکس حضرت عبدالقادر جیلانی کے کئی صاحبزادے تھے۔ وہ شعر اس طرح ہے

عاشقاں نے حور خواہند نے بہشت از بہر آں فارغ اند از کتخدائی خانماں کردہ خراب
(صفحہ ۷)

(۵) کئی اشعار ایسے ہیں کہ جن میں دال وزن سے خارج ہے لیکن اس شاعر کے یہاں جائز ہے۔ حضرت جیلانی قدس سرہ کے عہد میں ایسی مثالیں نہیں ملتیں۔ ایک شعر تو وہی ہے یعنی عاشقاں نے حور خواہند نے بہشت از بہر آں

گر تماشائے جمال حق نہ باشد در بہشت | بر کنند مستان حضرت، قصر ہا را خشت خشت
(صفحہ ۸)

حور چو آرا کنند رو بسوء ما کنند | چشم نگہدار ازاں دوست بود بس غیور (صفحہ ۲۹)
تا قیامت محی خواہد خواند ایں ابیات را | خلق و عالم ہم بپائے میروند ہم پائدار (صفحہ ۲۸)
حضرت او نیم شب گوید کہ اے ابو العجب | ہیچ مکن آشکار کردہ پنہاں خویش (صفحہ ۳۴)
کے بود آیا کہ بنمائی جمال با کمال | زندہ گردند ماہیان مردہ از آب زلال
(صفحہ ۵۳)

ما بر خورشید خود یا دامن تر می رویم | می گریزند زاہدان خشک از تر دامنی
(صفحہ ۴۴)

!: اقبال نے بھی خوب کہا ہے: اگر عذاب نم بیاشد ناگزیر: از نگاہ مصطفے پنہاں بگیر
شاعر نے ایک شعر میں سلطان محمود غزنوی (م ۴۲۱ھ) کے فیل محمودی کا ذکر کیا ہے
ایک شعر میں چند صوفیہ کا ذکر بھی ہے

چوں جنید و بایزید و شبلی و ذوالنون کنم | محی بابا دار خود را بے ریاضت تا ترا
(صفحہ ۴۴)

(٦) خیال ہے کہ حضرت عبدالقادر گیلانی کے زمانے میں "سیاہ پوشی" ماتم کے لئے استعمال نہیں تھی۔ اس شاعر کے یہاں ہے۔

هر کجا ورقے بود اوراق دیوان من ست | مرد محی و سیہ پوشید بہر ماتمش
(صفحہ ۱۷)

بعد میں طالب آملی (م ۱۰۳۵ھ) کے یہاں بھی مستعمل ہے۔

لباس خون دلی کز عزا بدوں آید | بہ مرگ، اشک سیاہ پوش گشتہ دیدہ کجاست

ایک جگہ ہمارے شاعر نے پوشیدہ رہنے کے لئے بھی "سیاہ پوشی" استعمال کی ہے

از میان حلہ ہائے رنگ رنگ اندر بہشت (صفحہ ۸) | تا نہ بینم دوست را ایں حلہ، اے پوشم سیاہ

(۷) بنگ کا لفظ اس شاعر نے استعمال کیا ہے۔

توبہ کن آمر زمت بے پیچ و تاب (صفحہ ٦) | بندہ ای گر بنگ خوردی در شراب

فرہنگ اندراج میں کمال خجندی اور شفائی (م ۱۰۳۷ھ) کے اشعار دیئے گئے ہیں جن میں لفظ "بنگ" مستعمل ہے۔

ڈاکٹر مولوی محمد شفیع (م ۱۹۶۳ء) نے مجھ سے فرمایا تھا کہ "بنگ" لفظ حضرت عبدالقادر جیلانی کے زمانے میں نہیں تھا۔

اور میرے بزرگ استاد پروفیسر ضیاء احمد بدایونی نے فرمایا تھا کہ یہ دیوان محی لاری (م ۹۳۳ھ) کا ہے۔ وہ فتوح الحرمین (در مناسک و آداب حج) کے مصنف تھے۔ یہ مختصر سا جائزہ ہے جو مجھ حقیر سے ہو سکا۔ ہمارے فضلاء اس سے بہتر لکھ سکتے ہیں۔

بشکریہ: شعبہ جاتی تحقیقی مجلہ "تحقیق" دسواں، گیارہواں مشترکہ شمارہ (۱۹۹٦ - ۱۹۹۷)، ناشر شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی جامشورو پاکستان۔

عرفانِ حقیقت فی بیانِ مرشدِ طریقت

سید محمد انور شاہ قادری (ایم اے)

باسمہ تعالٰی

تصوف اخلاص پر مبنی ایک ایسا طریقۂ حیات ہے جسے اپنا کر مومن تزکیۂ نفس و تصفیۂ قلب کے مختلف مراحل طے کرتا ہوا قربِ الٰہی و معرفتِ الٰہی کا مقام حاصل کر لیتا ہے اور کاملین کے زمرہ میں شامل ہو کر اپنی پاکیزہ زندگی ، سیرت و کردار اور حسن اخلاق کے باعث ایک مینارۂ نور کی حیثیت حاصل کر لیتا ہے جس کی صحبت کاملہ میں دیگر افراد اپنی اصلاح کر کے معاشرے کے مفید اور کار آمد شہری بن جاتے ہیں۔

تصوف کے لئے روحانیت ،طریقت ، سلوک ، پیری مریدی، اخلاقیات اور احسان کی اصطلاحات بھی استعمال ہوتی ہیں۔

انسان در حقیقت جسمانی و روحانی مجموعے کا نام ہے اور جسم و روح دونوں کی ضروریات ان کے تخلیقی عالم سے تعلق رکھتی ہیں۔ چونکہ جسم عالمِ خلق سے تعلق رکھتا ہے اس لئے اس کی ترقی و نشو و نما کا دار و مدار بھی عالم خلق کی پیداوار و اشیاء پر ہے جبکہ روح عالم امر سے نسبت رکھتی ہے اس لئے روح کے تقاضے بھی عالم امر سے متعلق ہوتے ہیں اور تصوف میں روح کی یہ ضروریات پوری کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے اسی لئے اسے روحانیت کہہ کر پکارا جاتا ہے۔

طریقت کی جمع طرائق ہے اور اس کے معنی ہیں مسلک اور مذہب [1]۔ فقہ کے چار مذاہب (حنفیہ ، مالکیہ ، شافعیہ اور حنبلیہ) کی طرح طریقت کے بھی چار مسالک (قادریہ ، چشتیہ ، نقشبندیہ اور سہروردیہ) مشہور ہیں۔

---

[1]: امام راغب ، مفرداتِ راغب اُردو ترجمہ فلاح فیروزپوری ،مکتبہ قاسمیہ لاہور ۱۹۶۳ ، ص ۵۵۷ ۔

سلوک کے معنی ہیں راستہ پر چلنا[1] یعنی مذکورہ بالا چار مسالک میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا۔ جو اس راہ کو اپنا لیتا ہے اسے سالک کے نام سے یاد کرتے ہیں، اسے مُرید بھی کہا جاتا ہے۔ چونکہ مُرید سلوک کی تمام منازل اپنے ایک روحانی رہنما کی اقتداء میں طے کرتا ہے جسے پیر، مُرشد یا شیخِ کامل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اسی لئے تصوّف کے لئے پیری مریدی کی اصطلاح بھی مستعمل ہے۔ نیز شیخِ کامل اپنے مرید کی تربیت کرتے ہوئے اس کے اوصاف مذمومہ کو اوصافِ حسنہ میں بدل دیتا ہے اور اس کے اخلاق کو سنوار دیتا ہے اسلئے یہ اخلاقیات کے نام سے بھی معروف ہے۔

احسان کی اصطلاح تو حدیث مبارکہ میں بھی موجود ہے۔ حضرت امیرالمومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن جبرئیل امین آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور نہایت ادب و احترام کے ساتھ دو زانو ہو کر حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیٹھ گئے اور عرض کی

یا محمد اخبرني عن الاسلام قال الاسلام ان تشهد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وان محمد رسول اللّٰہ و تقیم الصلٰوۃ و توتي الزکٰوۃ و تصوم رمضان و تحج البیت ان استطعت الیہ سبیلا قال صدقت فعجبنا لہ یسئلہ و یصدقہ قال فاخبرني عن الایمان قال ان تومن باللّٰہ و ملئکتہ و کتبہ و رسلہ والیوم الاخر و تومن بالقدر خیرہ و شرہ قال صدقت قال فاخبرني عن الاحسان قال ان تعبداللّٰہ کانك تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراك[2]

ترجمہ: اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے اسلام کے متعلق بتائیے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور یہ کہ محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تو نماز ادا کرے، اور تو زکوۃ ادا کرے اور تو رمضان کے روزے رکھے اور اگر تیری استطاعت ہو تو حج کرے تو اس

---

[1]: امام راغب، مفردات راغب اردو ترجمہ فلاح فیروزپوری، ص ۳۳۸

[2]: مشکوۃ المصابیح، کتاب الایمان، فصل اول حدیث جبریل

نے کہا کہ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے سچ فرمایا۔ پس ہم بڑے متعجب ہوئے کہ سوال بھی کرتا ہے اور اس کے جواب کی تصدیق بھی کرتا ہے۔ پھر وہ کہنے لگا کہ مجھے ایمان کے بارے میں خبر دیجئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، یوم آخرت اور تقدیر کے اچھا اور برا ہونے پر پختہ یقین رکھے۔ اس نے آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی تصدیق فرمائی اور پھر پوچھا کہ مجھے احسان کے بارے میں بتائیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تو اس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے کہ گویا تو اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے اور اگر نہیں دیکھتا تو اللہ تعالیٰ تجھے دیکھتا ہے۔

اس حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جو تین سوالات اور ان کے جوابات یہاں نقل کئے گئے ہیں ان میں پہلا سوال اسلام اور ارکان اسلام سے تعلق رکھتا ہے، دوسرا ایمان جبکہ تیسرے سوال میں احسان کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ ارشاد فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ احسان درحقیقت ایمان کی ایک بلند پایہ کیفیت کا نام ہے جس میں عبادت کرنے والا بندہ اپنے رب تعالیٰ کے جلوے ملاحظہ فرمالیتا ہے اور اگر وہ اس بلند مقام پر فائز نہ ہو تو کم از کم اسے یہ تصور ضرور کرنا چاہئے کہ اس کا پروردگار اسے دیکھ رہا ہے، جب عبادت کے ذریعے یہ تصور پختہ ہو جاتا ہے تو پھر مومن گناہوں سے بچ جاتا ہے کیونکہ اگر شیطان کبھی اسے گناہ پر آمادہ کرنے کی کوشش بھی کرتا ہے تو اس تصور کی بدولت مومن کو کوئی ایسا مقام نظر نہیں آتا جہاں اس کا پروردگار اسے دیکھ نہ رہا ہو اور اس طرح وہ شیطان کے فریب سے چھٹکارا حاصل کر لیتا ہے اور تصوف کی بھی یہی غرض و غایت ہوتی ہے۔ اس لئے بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ تصوف اسلام کی روح ہے اور اسلام کی یہ روح (تصوف) ہمیں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کی حیات طیبات میں جاری و ساری نظر آتی ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ علوم اسلامیہ کی جب باقاعدہ تدوین شروع ہوئی تو ہر علم کی مختلف شاخیں وجود میں آئیں اور انھوں نے باقاعدہ فن کی صورت اختیار کی تو مذکورہ بالا حدیث میں بیان کردہ مجموعہ عقائد علم کے ایک الگ شعبے کی شکل میں علم الکلام کے نام سے مشہور ہوا جبکہ علم الاحکام کو فقہ کا نام دیا گیا اور احسان تصوف کے اسم مبارک سے موسوم ہو کر چہار دانگ

عالم میں پھیلا۔ حضرت علامہ ابن خلدون نے اپنے "مقدمۂ تاریخِ ابن خلدون" کے بابِ ششم میں علم کی ان تمام اقسام پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے جو صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور بعد کے ادوار میں مدون ہوئیں۔ آپ تصوف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"تصوف بھی حادثۂ علومِ شرعیہ میں محسوب ہے۔ اگرچہ طریق تصوف اسلاف اُمت و صحابہ و تابعین میں موجود تھا کیونکہ تصوف کا اصل اصول ہے عبادت و انقطاع الی اللہ اور مزخرفاتِ دنیا سے الگ تھلگ رہنا۔ یہ تمام باتیں باکملِ وجوہ صحابۂ کرام سلف صالحین میں موجود تھیں۔ لیکن دوسری صدی میں مسلمان دنیا کی طرف جھکے تو جن لوگوں نے خلوت و عبادت اور انقطاع کی طرف توجہ کی صوفی و متصوف کہلانے لگے" [1]

آپ جانتے ہیں کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جس قوم کی طرف مبعوث ہوئے وہ علم و فضل کے علاوہ اخلاق و کردار کے لحاظ سے بھی تہی دامن تھی مگر معلمِ کائنات، فخرِ موجودات، آقائے نامدار، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی قوم کی ایسی تعلیم و تربیت فرمائی اور اپنے فیوض و برکات سے انہیں اس قدر نوازا کہ تیئس برس کے مختصر عرصہ میں یہ دنیا کی ایک بہترین، تعلیم یافتہ اور مہذب ترین قوم بن گئی، ان کے لئے دین و دنیا کی تفریق مٹ گئی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہر صحابی دنیا والوں کے لئے سراپا رحمت بن گیا۔ جس کا دن محنت و مشقت اور خدمتِ خلق میں گزرتا اور رات یادِ الٰہی میں بسر ہوتی۔ حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہمیشہ دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے اور اخلاص و للہیت، ایثار و قربانی ان کا شعار زندگی تھا۔ اپنی پاکیزہ صفات کی بدولت انہوں نے ایک ایسا عمدہ اور مثالی معاشرہ تشکیل دیا جس کی سرحدوں کو چھو لینا انسانیت کی معراج ہے۔

لیکن تاریخ شاہد ہے کہ خلافتِ راشدہ کے اختتام پر اس بہترین معاشرے میں بھی بگاڑ پیدا ہوا جیسا کہ ابنِ خلدون کی تحریر میں آپ نے ملاحظہ فرمایا اور از سرِ نو دین و دنیا کی تفریق پیدا ہونے لگی تو اس موقع پر انسانیت کا رشتہ مالکِ حقیقی سے جوڑنے اور نبوت کے بناء

---

[1]: ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون اردو ترجمہ عبدالرحمان، الفیصل لاہور ١٩٩٣ء، ص ٣٠٣

کردہ معاشرہ کی صفات حسنہ سے اسے آراستہ کرنے کا مقدس فریضہ اہلِ تصوف نے ہی انجام دیا۔ عصرِ حاضر کے مایہ ناز عالم اور مورخ حضرت علامہ سید ابوالحسن علی ندوی اس صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"اسلامی آبادی کا پھیلاؤ، زندگی کی ذمہ داریاں اور معاشی تفکرات اتنے بڑھ گئے کہ مدارس کے ذریعہ سے عمومی اصلاح و تربیت کا کام نہیں لیا جاسکتا تھا اور کسی بڑے پیمانے پر کسی دینی و روحانی انقلاب کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ خلافت (حکومت) جس کا یہ اصلی فرض تھا اور جس نبی کی نیابت نسبت پر یہ قائم تھی نہ صرف اپنے اس فریضہ سے غافل اور کنارہ کش ہو چکی تھی بلکہ اپنے اعمال و کردار کے لحاظ سے اس کام کے لئے مضر اور اس کے راستہ میں مزاحم تھی ----- ایسی صورت میں مسلمانوں میں نئی دینی زندگی نیا نظم و ضبط اور نئے سرے سے حرکت و عمل پیدا کرنے کے لئے اس کے علاوہ کیا شکل تھی کہ خدا کا کوئی مخلص بندہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے طریقہ پر ایمان و عمل اور اتباعِ شریعت کے لئے بیعت لے اور مسلمان اس کے ہاتھ پر اپنی سابقہ غفلت اور جاہلیت کی زندگی سے توبہ اور ایمان کی تجدید کریں۔ پھر وہ نائب پیغمبر ان کی دینی نگرانی اور تربیت کرے، اپنی کیمیا اثر صحبت، اپنے شعلۂ محبت، اپنی استقامت اور اپنے نفسِ گرم سے پھر ایمانی حرارت، گرمیٔ محبت، خلوص و للٰہیت، جذبہ اتباعِ سنت اور شوقِ آخرت پیدا کرے۔ یہی حقیقت ہے اس بیعت و تربیت کی جس سے دین کے مخلص داعیوں نے اپنے اپنے وقت میں احیاء و تجدید دین اور اصلاحِ مسلمین کا کام لیا ہے اور لاکھوں بندگانِ خدا کو حقیقتِ ایمان اور درجۂ احسان تک پہنچایا ہے۔ اس سلسلۂ زریں کے سرِ حلقہ اور گلِ سرسبد حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں جن کا نام اور کام طبقۂ نبوی کی تاریخ میں سب سے زیادہ روشن اور نمایاں ہے۔ الفاظ و اصطلاحات اور علمی بحثوں سے الگ ہو کر اگر واقعات و حقائق پر بنیاد رکھی جائے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس دورِ انتشار میں (جو ابھی تک قائم ہے) اصلاح و تربیت کا اس سے زیادہ سہل اور عمومی اور اس سے زیادہ موثر اور کارگر ذریعہ نہیں ہو سکتا تھا" لے:(حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

یاد رکھنا چاہئے کہ توحید و رسالت، قرآن و حدیث اور پھول و خوشبو کا آپس میں اس قدر مضبوط اور لازوال تعلق قائم ہے کہ انہیں ایک دوسرے سے الگ یا جُدا نہیں کیا جا سکتا اسی طرح شریعت و طریقت کا بھی آپس میں انتہائی گہرا رشتہ ہے اور یہ دونوں لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں: شریعت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ

(الجاثیہ ۴۵:۱۸)

ترجمہ: پھر ہم نے اس کام کے عمدہ راستہ پر تمہیں کیا تو اس راہ پر چلو اور نادانوں کی خواہشوں کا ساتھ نہ دو۔[1]

لُغت میں شریعت نہر یا دریا کو کہتے ہیں جہاں لوگ بآسانی بیٹھ کر پانی پی سکتے ہیں اور غُسل وغیرہ کر سکتے ہیں۔ اسی طرح وہ راستہ جو منزل کی طرف لے جاتا ہے اس کو عربی میں شارع کہتے ہیں یہاں شریعت بمعنی ہے ماشرع اللہ لعبدہ من الدین: یعنی وہ عقائد، عبادات اور معاملات جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمائے ہیں جن کی پابندی سے وہ اپنے مالک کے شکر گزار بندے کہلا سکتے ہیں اور ان کا وجود ان کے لئے اور سارے معاشرے کے لئے یُمن اور برکت کا باعث بن جاتا ہے[1]

اس آیۂ کریمہ میں پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

"ہم نے آپ کو دین کے معاملے میں ایک واضح شریعت عطا فرما دی جس میں کسی قسم کا نقص نہیں دین و دنیا کی تمام ضرورتوں کو پورا کرنے والی ہے اور اس پر عمل کرنے والا فرد ہو یا اُمت فلاح دارین کے شرف سے مشرف ہوگا۔"[2]

پیارے محبوب شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا

بقیہ حاشیہ: [1] سیّد ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت، حصہ اول مجلس نشریاتِ اسلام کراچی، ص: ۲۱۹-۲۲۰

[1]: پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، ج: ۴، ص ۴۵۵ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ۱۳۹۹ھ

[2]: ایضاً

اَلشَّرِیْعَۃُ اَقْوَالِیْ وَالطَّرِیْقَۃُ اَفْعَالِیْ وَالْحَقِیْقَۃُ اَحْوَالِیْ وَالْمَعْرِفَۃُ سِرِّیْ [1]

ترجمہ: شریعت میرے اقوال کا نام ہے، طریقت میرے اعمال کا، حقیقت میری باطنی کیفیت کا اور معرفت میرا راز ہے"

یہ حدیث مبارک اعلیٰ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے "شرح مثنوی" میں نقل کی ہے[2]۔

مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی لکھتے ہیں

"صوفیاء کے نزدیک حضور کے جسم شریف کے حالات شریعت ہیں، قلب کے حالات طریقت، روح کے احوال حقیقت اور سر کے حالات معرفت ہیں اور سنت ان سب کو شامل ہے"[3]

نیز سیّد علی ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش لاہوری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب "کشف المحجوب" میں پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث مبارکہ درج فرمائی ہے۔

مَنْ سَمِعَ صَوْتَ اَھْلِ التَّصَوُّفِ فَلَا یُؤْمِنُ کُتِبَ عِنْدَ اللّٰہِ مِنَ الْغَافِلِیْنَ [4]

ترجمہ: جس نے اہل تصوف کی دعوت سنی اور نہ مانا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں غافلین میں لکھا جاتا ہے)

حضرت امام مالک رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

مَنْ تَفَقَّہَ وَلَمْ یَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ وَمَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ یَتَفَقَّہْ فَقَدْ تَزَنْدَقَ وَمَنْ جَمَعَ بَیْنَھُمَا فَقَدْ تَحَقَّقَ [5]

ترجمہ: جو فقیہ ہوا بلا تصوف تو وہ فاسق ہو گیا اور جس نے تصوف اختیار کیا لیکن فقہ سے

---

[1]: واحد بخش سیال، روحانیت اسلام، بزم اتحاد المسلمین لاہور ۱۴۱۲ھ ص ۷۳

[2]: واحد بخش سیال، روحانیت اسلام، ص ۷۳

[3]: مفتی احمد یار خان، مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، نعیمی کتب خانہ گجرات ج ۱، ص ۱۳۵

[4]: سیّد علی ہجویری، کشف المحجوب اردو ترجمہ فضل الدین گوہر، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ۱۹۸۵، ص ۹۲

[5]: سردلبراں، محفل ذوقیہ کراچی ۱۴۱۸ھ ص ۱۱

محروم رہا تو وہ زندیق ہو گیا اور جس نے ان دونوں کو جمع کیا تو اس نے حق کو پالیا۔ مشہور حنفی فقیہ علامہ شامی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

"شریعت و طریقت باہم لازم و ملزوم ہیں کیونکہ اللہ کی طرف لے جانے والے راستے کا ایک ظاہری حصہ اور ایک باطنی، ظاہری حصہ شریعت اور باطنی طریقت ہے" [1]

اور اب اس سلسلے میں جلیل القدر مشائخ، صوفیاء اور اولیاء کے اقوال ملاحظہ فرمائیں سید الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں

"چونکہ ہمارا علمِ معرفت کتاب و سنت کا پابند ہے اس لئے جس شخص نے نہ قرآن حفظ کیا ہو اور نہ حدیث لکھی ہو، راہِ طریقت میں اس کی پیروی نہ کی جائے گی" [2]

حضرت امام قشیری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

"شریعت جس کی تائید حقیقت سے نہیں ہوتی غیر مقبول ہے اور ہر وہ حقیقت جو احکام شریعت سے مقید نہ ہو بے سود ہے" [3]

حضرت ابوبکر طمستانی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

"راستہ صاف ہے، واضح ہے اور کتاب و سُنت ہمارے درمیان قائم ہے" [4]

حضرت ابو حمزہ بغدادی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

"آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے احوال، افعال اور اقوال میں تابعداری کرنے کے سوا اللہ کی طرف کوئی اور چیز راہنمائی نہیں کر سکتی" [5]

حضرت ابو عبداللہ مغربی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

"بہترین عمل یہ ہے کہ ہم اپنے اوقات کو شریعت کے موافق امور سے معمور رکھیں" [6]

---

[1]: ردالمختار۔

[2]: امام قشیری، رسالہ قشیریہ اُردو ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن۔

[3]: ایضاً ص: ۲۳۵۔

[4]: امام قشیری، رسالہ قشیریہ، اُردو ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن ص: ۱۹۱۔

[5]: ایضاً ص: ۱۵۳۔ [6]: ایضاً ۱۹۴۔

حضرت ابو القاسم ابراھیم بن محمد نصر آبادی خراسانی فرماتے ہیں

”تصوف کی اصل کتاب و سنت پر کاربند رہنا، خواہشات اور بدعتوں کو ترک کرنا، مشائخ کی حرمتوں کی تعظیم کرنا، مخلوق کے عذروں کو دیکھنا اور ان پر مداومت کرنا اور رخصتوں اور تاویلات کے ارتکاب سے بچنا ہے“ ۱

حضرت ممشاد دینوری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

”مُرید کے آداب میں سے ہے کہ وہ اپنے شیخ کا احترام کرے، بھائیوں کی خدمت کرے، اسباب سے نکل آئے اور اپنی ذات میں آدابِ شریعت کو محفوظ رکھے۔“ ۲

حضرت ابو محمد جریری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا

”تصوف نام ہے ہر قسم کے بلند اخلاق کے اندر داخل ہونے کا اور ہر قسم کے کمینے اخلاق سے باہر نکل جانے کا“ ۳

حضرت عمرو بن عثمان مکی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا

”تصوف یہ ہے کہ بندہ ہر لحہ ایسے عمل میں مشغول ہو جو اس لحہ کے لئے زیادہ مناسب ہو“ ۴

حضرت ابو نصر سراج رحمت اللہ تعالیٰ علیہ اپنے شیخ کے حوالے سے اہل تصوف کے متعلق لکھتے ہیں

”وہ اللہ کو اور اس کے احکام کو جانتے والے لوگ ہیں جو علم اللہ نے انہیں دیا ہے اس پر عمل کرتے اور جس عمل کے کرنے کا مطالبہ اُن سے کرتے ہیں یہ اسے پورا کر دیتے ہیں۔“ ۵

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

۱: ایضاً ۱۶۹

۲: ایضاً ص ۱۷۰

۳: ابو نصر سراج، کتاب اللمع فی التصوف (اردو ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن) ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد ۱۹۸۶، ص ۵۹

۴: ایضاً ص: ۵۹

۵: ایضاً ص: ۶۱

" شریعت و طریقت بالکل ایک ہی ہے ، ایک دوسرے سے جُدا نہیں ہے ، فرق صرف اجمال اور تفصیل کا ہے اور استدلال و کشف کا ہے ، یعنی جو بات ظاہر علومِ شرعیہ میں بالاجمال اور بالاستدلال ملتی ہے وہی طریقت میں بالتفصیل اور مشاہدہ سے نظر آتی ہے " ۱؎

حضرت زین الدین بن علی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں

فشریعة کسفینة کالبحر ثم حقیقة درغلا
من لام درا السفینة یرکب و یغوص بحرا ثم در احصلا
فکذا الطریقة والحقیقة یا اخي من غیر فعل شریعة لن تحصلا ۲؎

(پس شریعت تو سفینہ کی مانند ہے اور طریقت سمندر ہے اور حقیقت موتی ہے۔ جسے موتی کی تلاش ہو گی وہ سفینہ پر سوار ہو گا اور سمندر میں غوطہ لگائے گا تب جا کر یہ موتی حاصل ہو گا یہی حال طریقت و حقیقت کا ہے ۔ میرے بھائی بغیر شریعت کی پیروی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا)

حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمت اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں

" تصوف کے اصولِ صحیحہ قرآن اور حدیث میں سب موجود ہیں اور جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تصوف قرآن اور حدیث میں نہیں ہے بالکل غلط ہے " ۳؎

مزید لکھتے ہیں

" تصوف کی حقیقت خدا تعالیٰ سے تعلق بڑھانا ہے اس کے بغیر کام نہیں چل سکتا ، ہمت کا مقتضاء تو یہ ہے کہ صاحبِ ذوق بنو اگر اتنی ہمت نہ ہو تو خدا کے لئے انکار تو نہ کرو " ۴؎

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ پانچویں صدی ہجری میں ایک بہت

۱؎ : مکتوباتِ امام ربانی جلد اول مکتوب نمبر ۴۸ ۔

۲؎ : زین الدین علی ، ہدایت الاذکیا الی طریق الاولیاء بحوالہ ڈاکٹر زبیر احمد ، عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ ص ۱۱۰ ۔

۳؎ : اشرف علی تھانوی ، شریعت و طریقت ، (ترتیب محمد دین) ادارہ اسلامیات لاہور ۱۹۸۱ ، ص ۳۴

۴؎ : ایضاً صفحہ ۳۲ ۔

بڑے عالم گذرے ہیں۔ آپ اپنے زمانے کے سب سے بڑے تعلیمی ادارے جامعہ نظامیہ کے پرنسپل تھے اپنے علم و فضل کی بدولت عوام و خواص میں اس قدر پذیرائی حاصل کی کہ آپ کی مقبولیت کے سامنے امراء و وزراء بلکہ خود خلفاء کی شان و شوکت ماند پڑ گئی۔ عزت و شہرت کے اس دورِ عروج میں جب تلاش حق کے جذبات آپ پر غالب آ گئے تو درس و تدریس، جاہ و منصب سب کچھ چھوڑ کر گوشہ تنہائی اختیار کر لیا اور دس برس تک عبادت و ریاضت میں مشغول رہنے کے بعد دوبارہ علمی دنیا میں واپس آئے تو اپنی پہلی زندگی کو "ضلالت" سے تعبیر کیا اور تزکیہ نفس کے بعد والی زندگی کو "ہدایت" قرار دیتے ہوئے اپنے حالات پر "المنقذ من الضلال" کے نام سے ایک گراں قدر کتاب لکھی جو علماء ظواہر اور خصوصاً تصوف پر تنقید کرنے والوں کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں تصوف کے متعلق لکھتے ہیں۔

"ان (دس سالہ) تنہائیوں میں مجھے جو انکشافات ہوئے اور جو کچھ مجھے حاصل ہوا اس کی تفصیل اور اس کا استقصاء تو ممکن نہیں لیکن ناظرین کے لئے اتنا ضرور کہوں گا کہ مجھے یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ صوفیاء ہی اللہ تعالیٰ کے راستے کے سالک ہیں۔ ان کی سیرت بہترین سیرت، ان کا طریق سب سے زیادہ مستقیم طریق اور ان کے اخلاق سب سے زیادہ تربیت یافتہ اور صحیح ہیں۔ اگر عقلاء کی عقل، حکماء کی حکمت اور شریعت کے رمز شناسوں کا علم مل کر بھی ان کی سیرت و اخلاق سے بہتر لانا چاہے تو ممکن نہیں، ان کے تمام ظاہری و باطنی حرکات وسکنات مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہیں اور نور نبوت سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی نور نہیں جس سے روشنی حاصل کی جائے" (تاریخ دعوت و عزیمت، جلد ۱، صفحہ ۱۴۰)

مذکورہ بالا سطور میں آپ نے تصوف کی حقیقت اور شریعت کے ساتھ اس کے باہمی ربط و ہم آہنگی کے حوالے سے حقائق ملاحظہ فرمائے اب تصوف کے دستور العمل یعنی معمولات جیسے تزکیہ نفس، تصفیہ قلب، شیخ کامل، بیعت اور تربیت وغیرہ کی ضرورت و اہمیت قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کی جاتی ہے۔

تزکیۂ نفس

تصوف میں تزکیہ نفس یعنی نفس کی پاکی پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ نفس کے معنی ہیں

جان، جی، دل اور اکثر و بیشتر انسان کے لئے استعمال ہوتا ہے [1] لیکن اصطلاحِ تصوّف میں نفس سے مراد انسان کے وہ اوصاف ہیں جن میں خامی پائی جاتی ہے۔ نیز وہ اخلاق و افعال مراد ہیں جو مذموم اور بُرے ہیں اور ان اوصافِ مذمومہ کو اوصافِ محمودہ میں تبدیل کرنے کا نام تزکیۂ نفس ہے اور اس کی اہمیت کا اندازہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے لگایا جاسکتا ہے
قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰي (الاعلیٰ ۸۷:۱۴) ترجمہ: بے شک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا۔

حضرت یعقوب چرخی سورۃ الاعلیٰ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"بخاطر ایں فقیر می آید واللہ تعالیٰ اعلم کہ دریں آیت اشارت است بمنازلِ سلوک اول توبہ است و تزکیۂ نفس است بازالہ صفاتِ مذمومہ و اکتسابِ صفاتِ حمیدہ دوم مداومت بر ذکر لسانی و قلبی و روحی و سری۔ پس رسیدن بمشاہدات قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰي اشارت باولست وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ اشارت بدوم فَصَلّٰي اشارت بسوم چوں صلوٰۃ معراج مومن است و قرۃ عینی فی الصلوٰۃ بدیں است واللہ تعالیٰ اعلم"۔ [1]

(اس فقیر کے دل میں یہ بات آتی ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والا ہے کہ ان آیات میں منازل سلوک کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ پہلی منزل توبہ اور تزکیہ کی ہے کہ انسان صفاتِ قبیحہ سے توبہ کرے اور ان سے اپنے آپ کو پاک کرے اور صفاتِ حمیدہ کو اختیار کرے اور دوسری منزل یہ ہے کہ زبانی، قلبی روحی اور سرّی ذکر پر مداومت کرے اور اس کے بعد انوارِ الٰہی کے مشاہدہ کی منزل آتی ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰي سے پہلی، ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ سے دوسری اور فَصَلّٰي سے تیسری منزل کی طرف اشارہ ہے کیونکہ نماز کو مومن کی معراج فرمایا گیا ہے اور حضور کا ارشاد گرامی ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم) [2]

تزکیۂ نفس کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے حضور غوث اعظم محبوب سُبحانی، قندیلِ نورانی، شہباز لامکانی، ہیکلِ یزدانی حضرت ابُو محمد محیُ الدین سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی

---

[1]: عبدالدائم جلالی، لُغات القرآن، ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۵۸ء ج: ٦، ص: ۸۰
[2]: ضیاء القرآن ج: ۵، ص ۵۴۴ [3]: ایضاً

اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

" عزیزِ من دوسروں کو نصیحت کرنے سے پہلے اپنی اصلاح کرو، اپنے نفس کی اصلاح مقدم سمجھو اور جب تک تمہاری اصلاح کی ضرورت باقی ہے دوسروں کی طرف متوجہ نہ ہو " [1]

قرآنِ کریم میں ایک دوسرے مقام پر تزکیۂ نفس کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (الشمس ۹۱: ۹/۱۰)

(بے شک مراد کو پہنچا جس نے اسے ستھرا کیا اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپا دیا)۔ حضرت علامہ پیر کرم شاہ الازہری اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں

" جو شخص اپنے آپ کو گناہوں سے پاک رکھتا ہے اپنے آپ کو اخلاقِ حسنہ سے آراستہ کرتا ہے اس کی فطرتِ سلیمہ نشو و نما پاتی ہے۔ اس کی قوت و دانائی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ایسا شخص اپنے اندر ایسا عزم اور ہمت محسوس کرتا ہے کہ وہ مشکل سے مشکل کام کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے۔ راہ میں حائل ہونے والی رکاوٹوں کو وہ پرِکاہ کی وقعت نہیں دیتا۔ نہایت ثابت قدمی سے نیکی کی راہ پر گامزن رہتا ہے اس کی زندگی کا دامن اعمالِ حسنہ اور روشن کارناموں سے لبریز ہو جاتا ہے۔ اس کی روحانی قوتیں بیدار ہو جاتی ہیں اور آخر کار وہ اس منزل پر فائز ہو جاتا ہے جس کے بارے میں حدیثِ قدسی میں فرمایا گیا ہے اکون بصره الذي يبصر الخ (میرا نُور اس کی بینائی بن جاتا ہے اور وہ مجھ سے دیکھتا ہے) جب اس کی ظاہر زندگی رحمتوں اور برکتوں کا مخزن و منبع ہوتی ہے تو آخرت میں اس کی جو عزت افزائی ہوگی اس کا اندازہ کون لگا سکتا ہے " [2]

اور یہ حقیقت بھی جان لینا چاہئے کہ تمام برائیوں اور گناہوں کا منبع و سرچشمہ یہی نفس ہے اور اس کی مختلف اقسام قرآن مجید میں بیان ہوئی ہیں جنہیں نفسِ امارہ، نفسِ لوامہ اور نفسِ مطمئنہ کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ ان میں سے پہلی قسم کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ (یوسف ۱۲ : ۵۳)

۱: سیّد عبدالقادر جیلانی، الفتح الربانی ص: ۲

۲: ضیاء القرآن ج: ۵ ص ۵۷۳

(بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے)

مفسرِ قرآن حضرت امام ابی عبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے اس آیۂ کریمہ کے ضمن میں حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ حدیث مبارکہ نقل فرمائی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابۂ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا

"ما تقولون في صاحب لكم ان انتم اكرمتموه واطعمتموه وكسوتموه افضي بكم الي شر غاية وان اهنتموه واعريتموه واحصتموه افضي بكم الي خير غاية قالوا يا رسول الله هذا شر صاحب في الارض قال فوالذي نفسي بيده انها النفوسكم التي بين جنوبكم" [۱]

ترجمہ: اس دوست کے متعلق تم کیا کہتے ہو جس کا یہ حال ہو کہ اگر تم اس کا اکرام و احترام کرو، کھانا کھلاؤ، لباس پہناؤ تو وہ تمہیں شر و مصائب میں مبتلا کر دے اور اگر تم اس کی توہین کرو اسے بھوکا رکھو اسے ننگا رکھو تو وہ تمہارے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرے، صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس سے زیادہ برا تو دنیا میں کوئی ساتھی ہو ہی نہیں سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذاتِ اقدس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ تمہارا سب سے بڑا دشمن خود تمہارا نفس ہے جو تمہیں برے کاموں میں مبتلا کر کے ذلیل و خوار بھی کرتا ہے اور طرح طرح کی مصیبتوں میں بھی گرفتار کر دیتا ہے

تصوف میں اس نفسِ امارہ کو پاک کرنے کا سلسلہ شروع کیا جاتا ہے تو آہستہ آہستہ اس کی کیفیت بدلنے لگتی ہے، نفسِ امارہ میں تبدیلی آ جاتی ہے اور وہ اپنی خواہشات کی پیروی سے رک جاتا ہے تو نفس کی اس کیفیت کا ذکر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰي (النزعٰت ۷۹: ۴۰)

ترجمہ: وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا۔

۱: قرطبی ابی عبداللہ، الجامع للاحکام القرآن، احیاء التراث بیروت ج: ۹، ص ۲۱۰

یعنی قیامت کے دن اپنے اعمال کے حساب کے لئے بارگاہ الٰہی میں پیش ہونے سے ڈرا اور خواہشات نفسانی کی طرف راغب ہونے سے اپنے نفس کو بچایا۔ حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں

"الهوي الانهدام والسقو من علو ----- قيل سمي به لانه يهوي صاحبه في الدنيا الي كل واهية و في الاخرة الهاويه ----- والحصن الحصين في هذا لمقام اتشبت بذيل شيخ فان في الله باق به وان لا يفعل شياء الا بامره واجابته[1]

(بلندی سے پستی کی طرف گرنے اور لڑھکنے کو ہوی کہتے ہیں اس کو ہوی اس لئے بھی کہا گیا ہے کہ یہ انسان کو دنیا میں ہر مصیبت میں پھنساتی ہے اور آخرت میں ھاویہ یعنی جہنم میں دھکیلتی ہے۔ ہوائے نفسانی یعنی خواہشات نفسانی کی دست درازیوں اور شب خونوں سے بچنے کا محفوظ ترین طریقہ یہی ہے کہ اپنے شیخ کامل کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لیا جائے اور اس کے حکم و اجازت کے بغیر کوئی کام نہ کیا جائے)

الغرض نَفْسِ اَمَّارَہ کی سرکشی مسلسل تربیت یاد الٰہی اور شیخ کامل کی صحبت و توجہ سے بدل کر نَفْسِ لَوَّامَہ میں تبدیل ہو جاتی ہے یعنی اس پر اپنی برائیاں، نقائص، قباحتیں اور عیوب آشکارا ہو جاتے ہیں اور وہ ان پر پشیمانی کا اظہار کرتا ہے اور اپنے آپ کو ان برائیوں کی بدولت کوستا ہے اور ملامت کرتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں شرف پسندیدگی حاصل کر لیتا ہے اور پروردگار عالم نے ایسے نفس کی قسم کھائی ہے ارشاد ہوتا ہے

وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ (القیمة ۷۵:۲)

ترجمہ: اور اس جان کی قسم جو اپنے اوپر ملامت کرے

حضرت امام حسن بصری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ

"نفس لوامہ مومن کا نفس ہے جو ہر وقت اپنی کوتاہیوں اور غفلتوں پر اپنے آپ کو ملامت کرتا رہتا ہے"[2]

اس طرح سالک اپنے نفس کی اصلاح میں مشغول رہتا ہے یہاں تک کہ تزکیہ نفس

---

[1]: قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری

[2]: ضیاء القرآن ج: ۵، ص ۴۲۹

کرتے کرتے رضائے الٰہی کا مقام حاصل کر لیتا ہے اور پھر اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے نفس کو یوں مخاطب فرماتا ہے

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً

(الفجر ۸۹: ۲۷/۲۸)

ترجمہ: اے اطمینان والی جان اپنے ربّ کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نفسِ مطمئنہ کے متعلق لکھتے ہیں

" جس طرح مچھلی کو پانی میں سکون اور قرار حاصل ہوتا ہے اسی طرح جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں سکون و اطمینان نصیب ہو اسے نفسِ مطمئنہ کہیں گے ----- اس اطمینان کا اس وقت تک تصور نہیں کیا جا سکتا جب تک انسان سے صفات رذیلہ دور نہ ہو جائیں اور یہ اس وقت تک دور نہیں ہوتیں جب تک انسان اللہ تعالیٰ کی صفات حمیدہ کی تجلیات سے بہرہ ور نہ ہو، ان میں فنا نہ ہو جائے اور ان کے ساتھ اس کو بقا نصیب ہو، اسی وقت انسان کو ایمان حقیقی نصیب ہوتا ہے اور اسی وقت اسے اطمینان کی دولت ارزانی ہوتی ہے "[1]

حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں

" گھبراہٹ اور اضطراب کے بعد جو سکون ملتا ہے اسے اطمینان کہتے ہیں اور نفس کو سکون تب میسر آتا ہے جب وہ یقین، معرفت اور شہود کی اعلیٰ منزل پر فائز ہو جائے اور یہ مقام ذکرِ الٰہی کی کثرت اور دوام سے حاصل ہوتا ہے اور جب انسان اس مقام پر فائز ہو جاتا ہے تو پھر اسے تمکین سے نوازا جاتا ہے اس کے بعد اسے رد ہونے کا کوئی خطرہ نہیں رہتا "[2]

حضرت علامہ سیّد شریف جرجانی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے نفس مطمئنہ کی تعریف ان

---

[1] : ضیاء القرآن ج:۵، ص: ۵۶۰ - ۵۶۱

[2] : ایضاً

الفاظ میں کی ہے:

"نفس مطمئنہ وہ ہے جو نور قلب سے منور ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کی مذموم صفات فنا ہو جاتی ہیں اور وہ اخلاق حمیدہ سے مزین و آراستہ ہو جاتا ہے" [۱]

الغرض نفس مطمئنہ ایک بہت بڑی نعمت خداوندی ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بندے کو نصیب ہوتی ہے۔ پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نفس مطمئنہ کے حصول کے لئے یہ دعا بھی تلقین فرمائی

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ نَفْسًا بِكَ مُطْمَئِنَّةً تُؤْمِنُ بِلِقَاءِكَ وَتَرْضٰی بِقَضَاءِكَ وَتَقْنَعُ بِعَطَاءِكَ" [۲]

(اے اللہ میں تجھ سے نفس مطمئن کا سوال کرتا ہوں جو تیری ملاقات پر ایمان رکھتا ہو، جو تیری قضا پر راضی ہو اور جو تیری عطا پر قانع ہو)

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

" اے میرے عزیز! صبر کر اور راضی برضا ہو کر کشادگی کے انتظار میں عبادت میں مصروف ہو جا اور تقدیر الٰہی کی راہ دیکھ، جب تو ایسا کرے گا تو اس کے لطف و کرم کی اتنی بارش ہو گی کہ تو اس کی طلب و تمنا بھی نہیں کر سکتا۔ تقدیر کی موافقت کر اور عبدالقادر کی بات مان کیونکہ میں بھی تقدیر کی موافقت کے لئے کوشش کرتا ہوں اور راضی برضا ہونے کیوجہ سے میں قادر تک پہنچا ہوں" [۳]

تصفیۂ قلب:

تزکیہ نفس کے ساتھ ساتھ تصفیہ قلب بھی تصوف کے معمولات میں شامل ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قلب کی چار اقسام بیان فرمائی ہیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

"قلب چار طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ دل جو لق دق میدان کی طرح صاف و

---

[۱]: ضیاء القرآن ج: ۵،ص ۵۶۰ / ۵۶۱

[۲]: ایضاً ص :۵۶۲

[۳]: الفتح الربانی، ص:۵

ستھرا ہے اور اس میں ایک چراغ روشن اور تاباں ہے یہ مومن کا قلب ہے، ایک قلب جو تاریک ہے اور ذلت سے سر جھکائے ہوئے ہے یہ کافر کا دل ہے، تیسرا دل وہ ہے جو غلاف سے لپٹا ہوا ہے یہ منافق کا دل ہے، چوتھا دل وہ ہے جو پہلو دار ہے اس میں نفاق اور ایمان دونوں ملے ہوئے ہیں اور اس دل میں ایمان کی مثال اس ترکاری کی ہے جو پاکیزہ پانی سے نشو ونما پاتی اور بڑھتی ہے اور اس میں نفاق کی مثال ایسے زخم کی ہے جو پیپ اور زرد پانی سے مملو ہے ان دونوں میں سے جو مادہ بھی اس پر غالب آ جاتا ہے اس کو اسی کے مطابق سمجھا جاتا ہے" [۱]

تصفیہ قلب کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ (صحيح البخاري)

(اور بے شک جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہو جائے تو تمام جسم خود بخود درست ہو جاتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو تمام جسم بگڑ جاتا ہے، جان لو کہ وہ قلب ہے)

گویا انسان کی اصلاح کا دار و مدار قلب کی درستگی اور اصلاح پر ہے اگر ظاہری طور پر دیکھا جائے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کی اہمیت سے حکیم اور ڈاکٹر حضرات بخوبی واقف ہیں کہ دل کی بیماری تمام جسم پر اثر انداز ہو کر اسے بیمار اور مضمحل بنا دیتی ہے۔ اسی طرح اگر دینی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو بھی اس فرمان نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں ایک عظیم الشان حقیقت کی پردہ کشائی فرمائی گئی ہے تاکہ اہل ایمان اپنے قلب کی صحت و تندرستی کا خصوصی خیال رکھیں۔ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں مختلف مقامات پر قلب کی ان بیماریوں کا ذکر کیا گیا جو دینی نقطہ نظر سے انتہائی خطرناک ہیں۔ ان میں سے ایک بہت ہی سنگین مرض نفاق ہے۔ یہ ایسا مرض ہے جس میں انسان زبان سے ایک بات تسلیم کرتا ہے لیکن دل سے اس کی تصدیق نہیں کرتا چنانچہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ (البقرہ ۲: ۸)

---

[۱]: شہاب الدین سہروردی، عوارف المعارف، (اردو ترجمہ شمس بریلوی) مدینہ پبلشنگ کراچی ص ۶۱۶

ترجمہ: اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور وہ ایمان والے نہیں ہیں)

منافقت کے بارے میں قرآن کریم میں دیگر مقامات پر بھی تفصیلات بیان کی گئی ہیں بلکہ پوری ایک سورۃ المنافقون ان کے بارے میں نازل کی گئی ہے۔

قلب کا ایک اور مرض جنس پرستی ہے اور ایسا بیمار قلب رکھنے والا عورت کی ہر بات کو جنسی ترازو میں تولنے کا عادی ہوتا ہے اور مستورات کے نرم لہجہ سے وہ یہ گمان کرنے لگتا ہے کہ گویا محترمہ اس کی طرف مائل ہے۔لہذا اللہ تبارک و تعالیٰ نے امہات المومنین کو مخاطب کرتے ہوئے پوری امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صنف نازک کو غیر محرم مردوں کے ساتھ بوقت ضرورت ہمکلام ہوتے وقت یہ اصول بتا دیا کہ

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ (الاحزاب ۳۲:۳۳)

ترجمہ: تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا روگی لالچ کرے

قلب کی ایک دوسری بیماری کج فہمی اور ٹیڑھا پن ہے جس کے باعث ایسے ٹیڑھے قلب والے کی فکر و سوچ بھی ٹیڑھی ہو جاتی ہے اور وہ اپنی کج فہمیوں کی بدولت راہ ہدایت سے دور ہو جاتا ہے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے قرآن فرماتا ہے

فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (الصف ۶۱:۵)

ترجمہ: پھر جب وہ ٹیڑھے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے اور اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو راہ نہیں دیتا

قرآن کریم میں قلب کی ایک بیماری زنگ کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (المصطفین ۸۳:۱۴)

ترجمہ: کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے)

یعنی انسان کے برے اعمال اس کے قلب کو زنگ آلود کر دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں صاحب مشکوۃ المصابیح نے یہ حدیث شریف بھی نقل کی ہے۔

ان العبد اذا خطاء خطیئۃ نکتت فی القلبہ سوداء فاذا ھو نزع و استغفر و تاب صقل قلبہ و ان عاد زید فیھا حتی تعلوا قلبہ و ھو الران الذی ذکر اللہ کلا بل

ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون

ترجمہ: بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ داغ پیدا ہو جاتا ہے جب اس گناہ سے باز آ جائے اور توبہ و استغفار کرے تو دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر پھر گناہ کرتا ہے تو وہ داغ بڑھتا ہے یہاں تک کہ تمام قلب سیاہ ہو جاتا ہے اور یہی وہ ران یعنی زنگ ہے جس کا ذکر آیہ کریمہ میں ہوا ہے)

پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تصفیہ قلب حاصل کرنے کا طریقہ اور علاج بھی بیان فرمایا ہے۔ ارشاد گرامی ہے

لکل شی صقالۃ و صقالۃ القلوب ذکر اللہ (مشکوٰۃ المصابیح)

ترجمہ: ہر ایک شے کے لئے صیقل ہوتی ہے اور دلوں کی صیقل ذکر الٰہی ہے

یعنی جس طرح کہ ہم اس دنیا میں دیکھتے ہیں کہ مختلف اشیاء کے زنگ، سیاہی اور ظلمت کو دور کرنے کے لئے کوئی ایسی چیز ہوتی ہے جس سے ان کا زنگ میل اور داغ دھبے دور ہو جاتے ہیں اسی طرح دلوں کا زنگ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دور ہوتا ہے اور ذکر الٰہی کے ذریعہ قلوب چمک اٹھتے ہیں ان کا تصفیہ ہو جاتا ہے اور یاد الٰہی کی برکت سے زنگ کے علاوہ بھی دیگر تمام بیماریاں مثلاً تکبر، ریا کاری، لالچ، حسد، بغض وغیرہ دور ہو جاتی ہیں اور قلب سکون و اطمینان کی دولت سے مالا مال ہو جاتا ہے۔

ضرورت مرشد

تعلیم و تدریس کار نبوت ہے۔ حضرات انبیاء کرام بنی نوع انسان کو زیور علم سے مزین فرماتے رہے اور معلم کائنات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام عمر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو علم و فضل سے آراستہ فرماتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل جو بھی صاحب ایمان علماء کرام اور مدرسین اس پیشے سے منسلک ہیں وہ سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر عمل پیرا ہیں۔ نیز حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت سے بھی مستفیض فرماتے رہے، ان کے اخلاق و کردار کو بھی سنوارتے رہے اور اپنے فیضان نظر سے ان کا تزکیہ بھی فرماتے

رہے ۔ لہذا جو اہل نظریہ مقدس فریضہ انجام دے رہے ہیں وہ بھی بدرجہ اتم سنت نبویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کر رہے ہیں ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منصب نبوت کا ذکر کرتے ہوئے میں ارشاد فرماتے ہیں ۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (سورہ الجمعہ ۲:۲۶)

ترجمہ: وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے

مفسر قرآن علامہ پیر کرم شاہ الازہری اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں

" حضور کی رسالت کے فرائض کو اس آیت میں بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے ۔ آپ کا پہلا فریضہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات طیبات کو اپنی پاکیزہ زبان سے تلاوت فرمائیں کہ وہ دلوں میں اترتی چلی جائیں صرف ان آیات کی تلاوت پر بس نہ کریں بلکہ اس کتاب کی انہیں تعلیم بھی دیں ۔ اس کی حکمتوں اور اس کے اسرار و معارف سے آگاہ بھی کریں ۔ صرف تلاوت آیات اور تعلیم کتاب و حکمت سے ہی فریضہ رسالت ادا نہیں ہو جاتا بلکہ اپنی نگاہ رحمت سے دلوں کو ہر طرح کی آلائشوں سے پاک اور مطہر کر دیں ، رسالت محمدیہ علی صاحبہا اجمل الصلوۃ و اطیب السلام کی شان کا پتہ اسی وقت چلتا ہے جب انسان اس معاشرہ پر نظر ڈالتا ہے جو حضور کے قدوم میمنت لزوم سے مشرف ہوا وہ لوگ پہلے کھلی گمراہیوں میں بھٹک رہے تھے لیکن حضور کے فیض نظر سے ریگزار عرب کے حقیر ذرے آفتاب و مہتاب بن کر چمکنے لگے ۔ اقبال فرماتے ہیں"۔[1]

امئے بود کہ ما از اثر حکمت او | واقف از سر نہاں خانہ تقدیر شدیم "۔

نیز حضرت علامہ آلوسی رحمت اللہ علیہ کے حوالے سے ازہری صاحب رقم طراز ہیں

---

[1]: ضیاء القرآن ج ۵، ص ۲۳۱

"یتلوا علیھم سے اس استفادے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو زبان قال سے صحابہ کو نصیب ہوا اور یزکیھم سے اس قلبی فیضان کی طرف اشارہ فرمادیا جو نبوت کی نگاہ فیض اثر اور توجہ باطنی سے انہیں میسر آتا تھا۔ اولیائے کرام اپنے مریدین پر اسی سنت نبوی کے مطابق انوار کا القا کرتے ہیں یہاں تک کہ ان کے دل اور ان کے نفوس پاک اور طاہر بن جاتے ہیں "[1]

یاد رہے کہ قال سے شریعت مراد ہے اور طریقت کے لئے حال کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ چنانچہ شریعت کے مختلف شعبوں میں خدمات انجام دینے والے حضرات حفاظ، قراء، مفسرین، محدثین اور فقہاء کے ناموں سے مشہور ہیں جبکہ طریقت پر عمل پیرا ہونے والے حضرات اولیاء، صلحاء، صوفیاء، فقراء اور مشائخ کے پر وقار اسماء مبارکہ سے معروف ہوئے۔ جس طرح علوم شرعیہ کی تعلیم کے لئے علمائے کرام کی ضرورت ہوتی ہے، کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں لیکن ان کو پڑھنے سمجھنے اور فہم و فراست حاصل کرنے کے لئے ایک استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنا پڑتا ہے اور یہی شاگرد اپنی تعلیم کی تکمیل کے بعد سند حاصل کر کے دوسروں کو تعلیم سے آراستہ کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اسی طرح طریقت کی تربیت یعنی تزکیہ نفس و تصفیہ قلب کے لئے بھی ایک مرشد کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کی رہنمائی میں سلوک و معرفت کی تمام منازل طے کی جاتی ہیں۔

مرشد کی ضرورت و اہمیت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (المائدہ ۵:۳۵)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ

اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں پیر کرم شاہ الازہری تحریر فرماتے ہیں

"جس چیز کے ذریعے کسی تک پہنچا جائے اور اس کا قرب حاصل ہو اسے وسیلہ کہتے ہیں ---- ایمان، نیک اعمال، عبادات، پیروی سنت اور گناہوں سے بچنا یہ

---

[1]: ضیاء القرآن ج ۵، ص ۲۲۱

سب اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں اور مرشد کامل جو اپنی روحانی توجہ سے اپنے مرید کی آنکھوں سے غفلت کی پٹی اتار دے، دل میں یاد الٰہی کی تڑپ پیدا کر دے اس کے وسیلہ ہونے میں کون شبہ کر سکتا ہے، کاملین امت نے ایسے مرشد کی تلاش میں سینکڑوں ہزاروں کوس کی مسافت کو پا پیادہ طے کیا ہے اور ان کی رہنمائی اور دستگیری سے آسمان معرفت و حکمت پر مہر و ماہ بن کر چمکے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ اس آیت میں وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے۔ (قول جمیل)۔ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے شاہ اسماعیل صاحب دہلوی کو بھی لکھنا پڑا "اہل سلوک ایں آیت را اشارت بسلوک مے فہمند و وسیلہ مرشد رامے دانند پس تلاش مرشد بنا بر فلاح حقیقی و فوز تحقیقی پیش از مجاہدہ ضروری ست و سنت اللہ بر ہمیں منواں جاریست لہٰذا بدوں مرشد راہ یابی نادر است "صراط مستقیم یعنی سالکان راہ حقیقت نے وسیلہ سے مراد مرشد لیا ہے۔ پس حقیقی کامیابی و کامرانی حاصل کرنے کے لئے مجاہدہ و ریاضت سے پہلے تلاش مرشد ازبس ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے سالکان راہ حقیقت کے لئے یہی قاعدہ مقرر فرمایا ہے۔ اسی لئے مرشد کی رہنمائی کے بغیر اس کا ملنا شاذ و نادر ہے"[1]

سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمت اللہ علیہ وسیلہ کے متعلق فرماتے ہیں

" جاننا چاہیئے کہ علم وسیلہ نہیں بلکہ علم راستے کی روشنی کا دروازہ ہے۔ حقیقت میں وسیلہ مرشد ہوتا ہے جو راستے کی حفاظت کرنے والا نگرانی کرنے والا اور اللہ تعالیٰ عز و جل تک پہنچانے والا ہوتا ہے اور کشف کا عالم ہوتا ہے "[2]

نیز ایک دوسرے مقام پر آپ مرشد کی ضرورت اور اہمیت کے متعلق فرماتے ہیں

ہر کہ را مرشد نہ، شیطاں مرید
ہر کہ باشد بود آں بایزید[3]

حضرت مولانا روم رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

---

[1]: ضیاء القرآن ج ۵، ص ۳۶۶

[2]: سلطان باہو، اسرار قادری اردو ترجمہ محمد شریف عارف نوری، پروگریسو بکس لاہور ۱۹۹۳ء

[3]: سلطان باہو، مفتاح العارفین ص ۸۲

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر	ہست پر آفت و خوف و خطر
چوں گرفتی پیر ہیں تسلیم شو	ہچو موسیٰ زیر حکم خضر رو

مولانا روم نے اس سلسلے میں اپنے مشاہدات و تجربات بیان کرتے ہوئے فرمایا

مولوی ہرگز نشد مولائے روم	تا غلام شمس تبریزی نشد

اور شاعر مشرق علامہ اقبال فرماتے ہیں

اگر کوئی شعیب آئے میسر	شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

حضرت لقمان کی حکمت و دانائی ضرب المثل کے طور پر مشہور ہے۔ آپ نے اپنے فرزند ارجمند کو جو نصیحت فرمائی اس میں سے اللہ والوں کی متابعت کرنے کی تلقین بھی فرمائی جس کا ذکر قرآن کریم میں ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے

وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ (لقمٰن ۳۱:۱۵)

ترجمہ: اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا

اس آیہ کریمہ میں بھی راہ طریقت اور مرشد کی طرف رہنمائی کی تلقین موجود ہے کیونکہ شیخ کامل اپنے مریدوں کی رشد وہدایت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے

"اللہ تعالیٰ کو وہی افراد محبوب ہیں جو اس کے بندوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے جذبہ کو بیدار کرتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کا محبوب بنانے کی کوشش کرتے ہیں صرف یہی نہیں بلکہ وہ اس کے لئے سرگرم عمل ہوتے ہیں" [1]

حضرت بایزید بسطامی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے مرشد کی ضرورت اور اہمیت کا ذکر یوں فرمایا

"جس کا کوئی استاد مرشد نہیں اس کا امام (مرشد) شیطان ہوتا ہے" [2]

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

"طریقہ تصوف میں شیخ کا مرتبہ ایک اعلیٰ اور افضل مرتبہ ہے بلکہ اس دَعْوَتِ اِلَي اللّٰهِ میں وہ پیغمبروں کی نیابت کرتا ہے، شیخ اپنے مرید میں اللہ تعالیٰ کی محبت

---

[1]: عوارف المعارف، ص ۲۲۲

[2]: رسالہ قشیریہ ص ۷۹۲

اس طرح پیدا کرتا ہے کہ وہ اس کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور پیروی کے راستے پر لگا دیتا ہے اور جو صحیح طریقہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اس سے محبت فرمانے لگتا ہے "[1]

جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ[2]

ترجمہ: اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ)

نیز حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

"مشائخ اللہ تعالیٰ کی فوج ہے جن کے توسط سے وہ مریدوں کو صحیح راستہ پر لگاتا ہے "[3]

حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

" جاننا چاہئے کہ پیر باپ سے زیادہ مہربان اور رازوں سے واقف ہوتا ہے اور وہ طالب کے لئے تلوار کا حکم رکھتا ہے جو طالب اپنے نفس کی گردن اڑانا چاہتا ہے اور اسے اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا چاہتا ہے اس پر لازم ہے کہ پیر کے پاس آئے "[4]

لیکن جو لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں انہیں ہدایت و رہنمائی کے لئے مرشد میسر نہیں آتا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِیًّا مُّرْشِدًا (الکهف ۱۸ : ۱۷)

ترجمہ: جسے اللہ راہ دے تو وہی راہ پر ہے اور جسے گمراہ کرے تو ہرگز اس کا کوئی حمایتی راہ دکھانے والا نہ پاؤ گے۔

اور گمراہوں کا ذکر ایک دوسرے مقام پر قرآن کریم میں یوں آتا ہے

---

1 : عوارف المعارف ص ۲۲۲

2 : آل عمران ۳ : ۳۱

3 : عوارف المعارف ۲۲۲

4 : سلطان باہو ، عین الفقر ص ۲۲۰

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ

(الاعراف ۷: ۱۴۶)

ترجمہ: اور میں اپنی آیتوں سے انہیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں اور اگر سب نشانیاں دیکھیں ان پر ایمان نہ لائیں۔ اور اگر ہدایت کی راہ دیکھیں اس میں چلنا پسند نہ کریں اور گمراہی کا راستہ نظر پڑے تو اس میں چلنے کو موجود ہو جائیں یہ اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان سے بے خبر رہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ

"جو لوگ میرے بندوں پر تکبر کرتے ہیں اور میرے اولیاء سے لڑتے ہیں میں انہیں اپنی آیتوں کے قبول اور تصدیق سے پھیر دوں گا تاکہ وہ مجھ پر ایمان نہ لائیں یہ ان کے عناد کی سزا ہے کہ انہیں ہدایت سے محروم کیا گیا" [1]

اس سے معلوم ہوا کہ حضرات اولیاء کرام اور مشائخ عظام اللہ تعالیٰ کی آیات (نشانیاں) ہیں کہ جو لوگ ان سے دشمنی کرتے ہیں اور اپنے دلوں میں ان سے عناد رکھتے ہیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں اس کی یہ سزا دیتا ہے کہ انہیں ہدایت سے ہی محروم کر دیتا ہے

بیعت:

بیعت تصوف کے معمولات میں شامل ہے مرید جب راہ سلوک اختیار کرتا ہے تو وہ اس راستے پر چلنے اور منزل مقصود تک پہنچنے اور شیطان کے مکر و فریب سے بچنے کے لئے کسی صاحب بصیرت مرشد کے دست اقدس پر بیعت کرتا ہے اور یہ بیعت سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کا ذکر کرتے ہوئے قرآن فرماتا ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا

---

[1]: حاشیہ کنزالایمان، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ص ۳۰۲

يَنْكُثُ عَلٰي نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰي بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ؁[1]

ترجمہ: وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے تو جس نے عہد توڑا اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ تعالیٰ اسے بڑا ثواب دے گا۔

حدیبیہ کے مقام پر صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس پر جو بیعت کی تھی آیت کریمہ میں اس کا ذکر کیا گیا ہے اسے بیعت شجرہ اور بیعت رضوان کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ مفسر قرآن حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر "روح البیان" میں لکھتے ہیں

ثبت بهذه الاية سنة المبايعة واخذ التلقين من المشائخ الكبار[2]

ترجمہ: اس آیت سے بیعت کی سنت اور مشائخ کبار سے اکتساب فیض ثابت ہوتا ہے

نیز پیر کرم شاہ الازہری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں

"آج کل جو ہم کسی ولی کامل کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ اسی سنت کا اتباع ہے"[3]

قرآن مجید میں صحابیات کی بیعت کا ذکر بھی آتا ہے کہ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓي اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (الممتحنہ ۶۰: ۱۲)

ترجمہ: اے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لو اور اللہ تعالیٰ سے ان کی مغفرت

---

[1]: الفتح ۴۸: ۱۰

[2]: ضیاء القرآن ج ۴، ص ۵۴۰

[3]: ایضاً

چاہو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

"جب مکہ مکرمہ فتح ہوا اور دھڑا دھڑ لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کر کے مشرف باسلام ہونے لگے تو مکہ کی عورتیں بھی بیعت کے لئے حاضر ہوئیں ۔ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عورتوں کی بیعت لینے پر مقرر فرمایا اور جن باتوں کا اس آیت میں ذکر ہے ان پر عمل کرنے کا ان سے پختہ وعدہ لیا ۔ اس کے علاوہ بھی کئی مواقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں سے بیعت لی لیکن کسی عورت کے ساتھ بیعت لیتے وقت مصافحہ نہ کیا ۔ کبھی تو زبانی امور کی پابندی کا وعدہ لیا ، کبھی پانی سے بھرے ہوئے پیالہ میں اپنا دست مبارک ڈالا اور اس کے بعد بیعت کرنے والی عورتوں کو اپنا ہاتھ ڈالنے کا حکم دیا ، کبھی کپڑا دست مبارک میں لے کر عورتوں سے بیعت لی "[1]

احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متعدد روایات میں بیعت کا ذکر آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرد و زن دونوں کو شرف بیعت سے نوازتے اور یہ عموماً چار قسم کی بیعت ہوا کرتی تھی ۔ مثلاً بیعت قبول اسلام ، بیعت ہجرت ، بیعت جہاد ، بیعت تقویٰ وغیرہ ۔ وقت کے ساتھ ساتھ بیعت کی یہ تمام اقسام بھی متروک ہوتی چلی گئیں ۔ یہاں تک کہ حضرات صوفیاء کرام نے اس سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو زندہ کیا ۔ تصوف میں جو بیعت کی جاتی ہے وہ یہی آخر الذکر بیعت تقویٰ ہے ۔ جس میں مرید اپنے شیخ کامل کے ہاتھ پر بیعت کرتے وقت اپنے سابقہ گناہوں سے توبہ کرتا ہے اور آئندہ کے لئے گناہوں سے بچنے ، یاد الٰہی کو اپنا شعار بنانے اور پاکیزہ زندگی گزارنے کا عہد کرتا ہے ۔ اہل تصوف نے بیعت کا اجراء کر کے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اس سنت مبارکہ کا جو احیاء فرمایا تھا الحمدللہ کہ یہ سلسلہ بیعت اب بھی قائم و دائم ہے اور تا قیامت جاری و ساری رہے گا (انشاء اللہ)

تربیت و صحبت:

مرشد کامل کے دست اقدس پر بیعت کا شرف حاصل کرنے کے بعد مرید تزکیہ نفس و

---

[1] : ضیاء القرآن ج ۵ ، ص ۲۰۴

تصفیہ قلب کے لئے اپنے مرشد کی صحبت میں رہ کر تربیت حاصل کرتا ہے تاکہ اس کے اخلاق سنور جائیں اور سیرت و کردار میں پاکیزگی، عظمت اور بلندی پیدا ہو جائے۔ قرآن کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ ایمان والوں کو ارشاد فرماتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (سورہ توبہ ۹:۱۱۹)

<u>ترجمہ</u>: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ

ایک دوسرے مقام پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی معیت کو بہترین رفاقت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (النساء ۴:۶۹)

<u>ترجمہ</u>: جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین یعنی اولیاء اللہ کو انعام یافتہ فرمایا اور ان کی رفاقت کو حسن فرمایا۔ یعنی مومنوں کو ان جلیل القدر ہستیوں سے اپنے تعلقات محبت و الفت استوار کرنا چاہئے اور آخر میں اولیاء اللہ کا ذکر فرمایا جس میں یہ لطیف رمز موجود ہے کہ یہ حضرات ہر دور میں آخر وقت تک موجود ہوں گے۔ لہٰذا انہیں تلاش کر کے ان کی صحبت اختیار کی جائے اور ان کے فیوض و برکات سے بہرہ مندہ ہونے کی کوشش کی جائے۔ نیز سورہ فاتحہ میں جس صراط مستقیم کی ہدایت طلب کی جاتی ہے وہ انہی انعام یافتہ لوگوں کا راستہ ہے اس صراط مستقیم پر برگزیدہ لوگوں کے چار گروہ اس آیت میں بتائے گئے ہیں جن کی پیروی کرتے ہوئے مومنین بھی صراط مستقیم پر گامزن ہو سکتے ہیں۔

مولانا روم صاحب نے کیا خوب فرمایا

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا | او نشیند در حضور اولیاء

حضرت امام قشیری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ تربیت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"میں نے استاد ابو علی دقاق رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کو فرماتے سنا کہ جب کوئی درخت بغیر اس کے کہ کسی نے اسے لگایا ہو خود بخود اگ آیا ہو تو اس کے پتے تو نکل آئیں گے لیکن یہ درخت پھل نہ دے گا۔ یہی حال اس مرید کا ہے کہ جب

اس کا کوئی شیخ نہ ہو کہ جس سے ایک ایک سانس کر کے وہ اپنے راستہ کو اخذ کرے تو یہ مرید گویا اپنی خواہشات کی عبادت کر رہا ہو گا اور اسے کوئی راستہ نہ ملے گا" [۱]

حضرت خواجہ شہاب الدین رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے مذکورہ بالا مثال کی مزید وضاحت یوں فرمائی

"ممکن ہے اس (خود رو درخت) میں پھل بھی آ جائے جس طرح پہاڑی جنگلی درختوں میں پھل آ جاتا ہے لیکن اس کا ذائقہ اس پھل کی طرح نہیں ہوتا جیسا کہ باغات کے پھلوں کا ہوتا ہے اور باغبان اس کی پودا لگاتا ہے۔ پھر ایک جگہ سے نکال کر اس کو دوسری جگہ منتقل کرتا ہے تو اس کی حالت اچھی ہو جاتی ہے اور اس میں خوب پھل آتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس پر تصرف کیا جاتا ہے، اس کی دیکھ بھال کی جاتی ہے پھر وہ خوب پھلتا ہے" [۲]

تیسری صدی ہجری میں تصوف کے امام حضرت محمد بن عبدالوہاب ثقفی نیشاپوری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

"اگر کسی شخص نے تمام علوم کو اپنے اندر جمع کر لیا ہو اور متعدد لوگوں کی صحبت میں بھی رہ چکا ہو۔ تب بھی وہ اس وقت تک اللہ کا بندہ نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ کسی شیخ یا امام وقت سے تربیت حاصل نہ کرے یا کسی ناصح مودب سے استفادہ نہ کرے اور جس نے کسی ایسے استادے مرشد) سے ادب حاصل نہیں کیا جو اسے اس کے اعمال کے عیوب دکھائے اور اسے نفس کی رعونت کا پتہ دے تو معاملات کی اصلاح کے لئے ایسے شخص کی اقتداء جائز نہیں" [۳]

حضرت ابو الخیر رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

"علم و عمل میں موافقت، ادب پر کاربند رہنے، فرائض کو ادا کرنے اور صالحین کی صحبت کے بغیر کوئی شخص شرف والی حالت پر نہیں پہنچ سکتا" [۴]

غوث زماں حضرت سیّد عبدالعزیز دباغ مغربی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ تربیت کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں

۱: امام قشیری، رسالہ قشیریہ ص ۶۹۲

۲: عوارف المعارف ص ۴۲۷

۳: رسالہ قشیریہ ص ۱۸۱ ۴: ایضاً ص ۱۸۲

"تربیت کا مقصد ذات کی صفائی اور رعونت سے اسے پاک کرنا ہے تاکہ سرخداوندی کی متحمل ہو سکے اور یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ جب اس کی ظلمتیں دور ہو جائیں اور باطل سے اس کے تمام تعلقات منقطع ہو جائیں" [1]

یہی حضرت دباغ مغربی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں

"اپنے نفس کو شیخ کی گود میں رکھ دو تاکہ وہ اس کی اس طرح تربیت کرے جس طرح بچہ اپنی ماں کی گود میں تربیت پاتا ہے۔ جس طرح بچہ دودھ چھڑانے سے پہلے ماں کی گود سے نہیں نکلتا اسی طرح شیخ بھی اس کی تربیت مکمل ہونے سے پہلے اسے اپنی گود اور روک ٹوک سے الگ نہیں کرے گا یعنی شیخ ایک طرف تو اس کی پرورش کرے گا اور دوسری طرف اسے نامناسب کاموں سے روکے گا" [2]

حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

"پس ہمارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ مبارکہ موجود ہے اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے تمام علوم اور آداب کی تعلیم حاصل کی جیسا کہ بعض اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہر چیز کی تعلیم دی یہاں تک کہ مکروہات سے بھی ہم کو واقف کرادیا۔ پس جب مرید صادق، حکم شیخ کے تحت داخل ہو جاتا ہے اور اس کی صحبت میں رہتا ہے اور اس سے ادب سیکھتا ہے تو شیخ کی باطنی قوت مرید کے باطن میں اس طرح سرایت کر جاتی ہے جیسے ایک چراغ دوسرے چراغ سے روشن ہو جاتا ہے۔ شیخ کا کلام مرید کے باطن کو معمور کر دیتا ہے۔ اور اس وقت شیخ کے ارشادت و مقالات جو حال کے نفائس کا خزانہ ہیں اپنی تمام ترکیفیات کے ساتھ فیض صحبت اور سماع کے ذریعہ شیخ سے مرید میں منتقل ہو جاتے ہیں لیکن یہ صورت اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب مرید خود کو شیخ کے لئے وقف کر دے اور اپنے نفسیاتی ارادوں اور اختیار نفس کو ترک کر کے شیخ میں فنا ہو جائے" [3]

---

[1]: احمد بن مبارک، ابریز (اردو ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن) قرآن لمیٹڈ لاہور ص ۵۵۳

[2]: ایضاً ص ۶۲۲

[3]: عوارف المعارف ص ۲۲۷

تصوف کی اجازت:

گذشتہ صفحات میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ تصوف اسلام کی روح ہے۔ یہ اپنے پیروکاروں کو قرآن و سنت پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے اور پھر عمل میں اخلاص پیدا کرنے کی طرف خصوصی توجہ دلاتا ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تحریک پیدا کرتا ہے۔ شیطان اور نفس کے فریب سے بچنے اور ان کی قید سے چھٹکارہ پانے کا ذریعہ ہے جو ظاہر و باطن کے فرق کو مٹا کر اقرار باللسان کو تصدیق بلقلب کی بدولت یکسانیت و ہم آہنگی پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے۔ یہ تزکیہ نفس، تصفیہ قلب اور اخلاق و کردار کو سنوارنے اور بندے کو رب تعالیٰ کی معرفت کے مقام تک پہنچانے کا ایک عمدہ نظام ہے اور یہی انسان کی پیدائش کا مقصد اور غرض و غایت ہے۔ جسے پورا کرنے کے لئے تصوف ہر دور میں سرگرم عمل رہا ہے۔

حضرات انبیاء کرام کی دعوت و تبلیغ پر نگاہ دوڑائیں تو یہ پہلو واضح نظر آتا ہے۔ چنانچہ امام الانبیاء، عالم علوم اولین و آخرین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ اور حضرات صحابہ کرم رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں میں یہ حقیقت نمایاں طور پر جلوہ فگن نظر آتی ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث مبارک پہلے نقل کی جا چکی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

> "شریعت میرے اقوال کا نام ہے، طریقت میرے اعمال کا، حقیقت میری باطنی کیفیت کا اور معرفت میرا راز ہے"

گویا اس حدیث مبارک میں اسلام کا پورا خلاصہ پیش کر دیا گیا ہے۔ تصوف کے متعلق یہ حقائق جو قرآن و حدیث اور تصوف کی مستند و معیاری کتب میں موجود ہیں ملاحظہ کرنے کے بعد سلیم القلب حضرات تو انہیں تسلیم کر کے انکار و تنقید سے باز آ جاتے ہیں لیکن تصوف کے ساتھ تعصب و عداوت رکھنے والے ایک دوسرا اعتراض یہ کر دیتے ہیں کہ تصوف کی اجازت کا سلسلہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک نہیں پہنچتا۔ لہذا اب اجازت کے متعلق کچھ معروضات پیش کی جاتی ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اسلام کا پیغام لوگوں تک پہنچانے کا حکم ان الفاظ میں ارشاد فرمایا

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (المائدہ ۵ : ۶۷)

ترجمہ: اے رسول پہنچا دو جو کچھ اترا تمہیں تمہارے رب کی طرف سے۔

اس آیہ کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اسلام کے تمام احکامات اور اوامر و نواہی بنی نوع انسان تک پہنچا دیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پوری حیات طیبہ اسی کی دعوت و تبلیغ میں گزری یہی نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کا بھی پورا پورا اہتمام فرمایا کہ یہ پیغام پوری دنیا تک پہنچ جائے جو اس وقت زندہ تھے لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر نہ ہو سکے یا بعد میں قیامت تک جو لوگ پیدا ہوں گے وہ بھی اس سے پوری طرح مستفیض ہو جائیں، اس سے محروم نہ رہیں۔ لہذا اس مقصد کے لئے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حکم فرمایا کہ

بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً (مشکوۃ المصابیح، کتاب العلم)

ترجمہ: میری طرف سے پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث مبارکہ کے راوی ہیں۔ علماء کرام اس حدیث شریف کی شرح میں لکھتے ہیں۔

"اس حدیث کا اصل مقصد علم کو پھیلانے اور دوسروں کو علم کی روشنی سے منور کرنے کی ترغیب دلانا ہے کہ جہاں تک ہو سکے علم کے پھیلانے اور دین کی بات پہنچانے میں سعی و کوشش کرنی چاہیئے۔ ہو سکتا ہے کہ تم جس بات کو دوسروں تک پہنچا رہے ہو اگرچہ وہ بہت مختصر ہے مگر کیا تعجب کہ اس سے اس کی دنیا بھی سنور جائے اور دین بھی بن جائے اور وہ راہ ہدایت کو پالے جس کے نتیجے میں نہ صرف یہ کہ ایک شخص کی ہدایت ہو گی اور وہ راہ راست پر لگ جائے گا بلکہ اس کی وجہ سے تمہیں بھی اجر ملے گا اور بے شمار حسنات سے نوازے جاؤ گے" [1]

اس حدیث مبارکہ سے علم کی اشاعت کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ حضرت علامہ نواب محمد قطب الدین دہلوی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب "مظاہر حق شرح مشکوۃ المصابیح" میں علم کی اقسام پر روشنی ڈالتے ہوئے علم تصوف کے متعلق لکھتے ہیں

---

[1]: مظاہر حق شرح مشکوۃ المصابیح از علامہ قطب الدین، دارالاشاعت کراچی ج ۱، ص ۲۲۲

"ایک علم مکاشفہ بھی ہوتا ہے یہ دراصل وہ نور ہوتا ہے جو علم ظاہر پر عمل کرنے سے قلب میں پیدا ہوتا ہے جس کی مقدس روشنی سے ہر چیز کی حقیقت واشگاف ہو جاتی ہے اور حق تعالی کی ذات و صفات اور احوال کی معرفت پیدا ہوتی ہے اس علم مکاشفہ کو علم حقیقت اور علم وراثت بھی کہتے ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے

مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَّثَهُ اللّٰهُ مَا لَمْ يَعْلَمُ

ترجمہ: جو شخص علم پر عمل کرتا ہے اللہ تعالی اس کو اس چیز کا علم نصیب کرتا ہے جو نہ جانا جاتا ہے اور نہ پڑھا جاتا ہے" [1]

اس کے بعد علامہ قطب الدین صاحب مزید لکھتے ہیں

"علم ظاہر و باطن کی جو اقسام مشہور ہیں وہ یہی ہیں کہ یہ ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں اور ان دونوں میں بدن و روح اور پوست و مغز کی نسبت ہے۔ نیز علم کی فضیلت میں جو آیتیں وارد ہیں یا جو احادیث منقول ہیں وہ ان تمام اقسام کو مراتب درجات کے تفاوت کے ساتھ شامل ہیں" [2]

اس سے یہ بات پوری طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ یہ حدیث مبارکہ دیگر علوم مستخرجہ کی طرح علم تصوف کی ترویج و اشاعت کے لئے بھی حجت اور اجازت عامہ کا درجہ رکھتی ہے۔ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ تصوف میں یاد الہی کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے تمام مراحل ذکر الہی کے ذریعہ طے کئے جاتے ہیں اور قرآن کریم و احادیث مبارکہ میں ذکر الہی کی بار بار اور کثرت سے تاکید کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا (الاحزاب ۳۳: ۴۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالی کو کثرت سے یاد کرو

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (الدھر ۷۶: ۲۵)

ترجمہ: اور اپنے رب کا نام صبح و شام یاد کرو

---

[1]: ایضاً مظاہر حق

[2]: ایضاً

نماز اسلام کا انتہائی اہم ترین رکن ہے لیکن نماز کی ادائیگی کے بعد بھی ذکرالٰہی کی تلقین کی گئی ہے

فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ (النساء ۴:۱۰۳)

ترجمہ: پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے اسی طرح حج بیت اللہ جیسی عظیم عبادت کے بعد بھی ذکر کا حکم دیا گیا ہے

فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِکَکُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا (البقرہ ۲:۲۰۰)

ترجمہ: پھر جب اپنے حج کے کام پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ

جہاد کے موقع پر بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا ہے

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (انفعال ۸:۴۵)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم مراد کو پہنچ جاؤ

گویا نماز سے لے کر جہاد تک ہر نیک عمل اور عبادت کے بعد ذکر کی تلقین کر کے اس کی اہمیت واضح کی جا رہی ہے بلکہ ایک دوسرے مقام پر تو بڑے واضح الفاظ میں خود اللہ تعالیٰ نے ذکر کی عظمت یوں بیان فرمائی

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ (العنکبوت ۲۹:۴۵)

ترجمہ: بے شک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بری بات سے اور بے شک اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے

قرآن کریم میں دیگر مقامات پر بھی ذکر کی تلقین بار بار کی گئی ہے ۔ اس حدیث مبارکہ میں بھی ذکر الٰہی پر بہت زور دیا گیا ہے اور اس کی بے حد فضیلت بیان کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام اعمال حسنہ و صالحہ کی روح اور جان ذکر ہے ۔ یاد رہے کہ ذکر کے معنی میں بڑی وسعت پائی جاتی ہے اور اس لحاظ سے قرآن، نماز ، روزہ ، حج ، دعا ، تسبیح ، تمجید اور استغفار وغیرہ بھی ذکر میں شامل ہیں لیکن پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

نے بہترین ذکر کی نشاندہی ان الفاظ میں فرمائی

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ[1]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے

اس حدیث مبارکہ میں پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کلمہ طیبہ کو افضل الذکر قرار دیا ہے اور یاد رہے کہ تصوف کے چاروں سلاسل (قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ) میں اس کلمہ طیبہ کے ورد کو بنیادی و مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ مشائخ عظام بیعت کرتے وقت اپنے ہر مرید کو ایک مخصوص تعداد میں روزانہ اسے پڑھنے کی تلقین فرماتے ہیں اور یہ سنت نبویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عین مطابق ہے۔ چنانچہ حضرت شداد بن اوس اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

"قال کنا عند رسول اللہ علیہ السلام فقال ھل فیکم غریب یعني اھل الکتاب قلنا لا یا رسول اللہ فامر بخلق الباب فقال ارفعوا ایدیکم فقولوا لا الہ الا اللہ فرفعنا ایدینا ساعۃ ثم وضع رسول اللہ یدہ ثم قال الحمد للہ اللھم انک بعثتني بھذہ الکلمہ وامرتني بھا وعدتني علیھا الجنۃ انک لا تخلف المیعاد ثم قال البشروا فان اللہ تعالیٰ غفر لکم"[2]

ترجمہ: ان دونوں نے کہا کہ ایک روز ہم بارگاہ رسالت میں حاضر تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا تم میں کوئی بیگانہ یعنی اہل کتاب تو نہیں؟ ہم نے نفی میں جواب دیا، ارشاد ہوا دروازہ بند کر دو اور اپنے ہاتھ بلند کرو اور کہو لا الہ الا اللہ ایک گھڑی ہم نے اپنے ہاتھوں کو بلند رکھا پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک نیچے کیا اور گویا ہوئے الحمد للہ! اے اللہ! تو نے مجھے اس کلمہ کے ساتھ مبعوث فرمایا اور اس کلمہ کا حکم دیا اور میرے ساتھ وعدہ فرمایا کہ جو اس کلمہ پر پکا رہے گا وہ جنت میں داخل ہو

---

[1]: جامع ترمذی شریف

[2]: ضیاء القرآن ج ۴ ص ۵۴۰

گا اور تو اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا پھر فرمایا اے فرزندان اسلام! تمہیں مژدہ ہو اللہ تعالٰی نے تم سب کو معاف فرما دیا ہے۔

اس طرح پیارے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے اجتماعی طور پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کو کلمہ طیبہ کی تلقین اور اجازت مرحمت فرمائی جبکہ امام الاولیاء سیّدنا علی المرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کو اس کلمہ مبارکہ کی انفرادی اور خصوصی تلقین سے نوازا جس کی تفصیلات احادیث مبارکہ کی کتابوں طبرانی، احمد اور بزاز میں موجود ہیں اور حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمت اللہ تعالٰی علیہ نے انہیں اپنی کتاب "الحاوی" میں حسن بتایا[1]

"حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہُ نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا اے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم مجھے اللہ تعالٰی کی جانب قریب ترین اور اللہ تعالٰی کے بندوں پر آسان تر راستہ بتایئے جو اللہ تعالٰی کے نزدیک افضل ترین ہو؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا افضل وہی ہے جو میں نے کہا یعنی لا الہ الا اللہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں ہوں اور لا الہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں ہو تو لا الہ الا اللہ والا پلڑا جھک جائے گا یعنی بھاری ہو گا۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تک زمین پر ایک بھی اللہ اللہ کہنے والا موجود ہے، قیامت برپا نہیں ہو گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہُ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم میں کس طرح اس کا ذکر کروں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اپنی آنکھیں بند کر لو اور مجھ سے تین بار سنو پھر تم تین بار کہو اور میں سنوں گا۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے لا الہ الا اللہ تین بار فرمایا اور آنکھیں بند تھیں، آواز قدرے بلند تھی اور حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہُ سن رہے تھے پھر حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہُ نے آنکھیں بند کر کے تین بار لا الہ الا اللہ کہا، آواز قدرے بلند تھی اور حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سن رہے تھے۔[2]

امام الاولیاء سیّدنا علی المرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے یہ ذکر حضرت امام حسن بصری

---

[1]: سیّد احمد کبیر، البرہان المؤید، اردو ترجمہ قاری محمد عطاء اللہ، مکتبہ اسلامیات لاہور ص ۸۴

[2]: ایضاً صفحہ ۸۴-۸۵۔

رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کی وساطت سے سلاسل طریقت کے مشائخ عظام تک پہنچا اور وہ اپنے مریدین کو اس کی تلقین و اجازت فرماتے ہیں لیکن بعض ظواہر پرست یہاں پر اہل طریقت اور خصوصاً امام الاولیاء سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور امام حسن بصری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے ہوئے ایک نیا شوشہ چھوڑتے ہیں کہ امام حسن بصری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کی امام الاولیاء سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے نہ کبھی ملاقات ہوئی نہ ہی انہوں نے آپ کو دیکھا اور نہ استفادہ کیا۔ لہذا وہ کہتے ہیں کہ امام حسن بصری کی امیر المومنین حضرت علی سے ملاقات اور سماع جلیل القدر علماء کرام کے نزدیک دونوں باطل ہیں [1]

یہ اعتراض شدت کے ساتھ شیخ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب "منہاج السنہ" میں کیا[2] اور حیرت ہے کہ اسی کی متابعت میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ جیسی ہستی نے بھی یہی بازگشت الفاظ کے کچھ ردوبدل کے ساتھ دہرائی اور اپنی کتاب "القرۃ العینین" میں لکھا کہ

"صوفیہ کرام امام حسن بصری کی حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ملاقات و سماعت کے قائل ہیں۔ تحقیق و تفتیش کے بعد اس کی اصل ثابت نہ ہو سکی"[3]

ان اعتراضات کے جوابات نہایت ہی مفصل، تسلی بخش اور احادیث کے اصول و قواعد اور آئمہ مجتہدین کی کتابوں کی روشنی میں حضرت علامہ خواجہ محمد فخرالدین دہلوی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے "فخرالحسن" کے نام سے قلم بند فرمائے۔ آپ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے معاصر تھے۔ علوم اسلامیہ کے متبحر عالم اور سلسلہ عالیہ چشتیہ کے عظیم المرتبت شیخ طریقت تھے۔ حال ہی میں اس کتاب کا اردو ترجمہ فاضل محترم حضرت علامہ مفتی شاہ حسین صاحب گردیزی گولڑوی مدظلہ العالی نے شائع کیا ہے۔ گردیزی صاحب کی یہ کاوش انتہائی قابل ستائش ہے یہاں پر اسی کتاب سے امام الاولیاء حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ساتھ امام حسن بصری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کی ملاقات اور سماعت و استفادہ کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

1: محمد فخرالدین دہلوی، فخرالحسن اردو ترجمہ مفتی شاہ حسین گردیزی دارالعلوم مہریہ کراچی ص ۸۰

2: محمد فخرالدین دہلوی، فخرالحسن اردو ترجمہ مفتی شاہ حسین گردیزی ۸۱ - ۸۳

3: ایضاً ص ۱۲

امام حسن بصری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے ۔ آپ کی ولادت کے دو سال بعد امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ پھر امیر المومنین سیدّنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ کی شہادت تک امام حسن بصری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے ،اس وقت آپ کی عمر چودہ برس تھی ۔ آپ کی والدہ حضرت ام المومنین ام سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خادمہ تھیں ۔ حضرت امام حسن بصری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کی پرورش ام المومنین نے فرمائی ۔ وہ آپ کو صحابہ کرام کی خدمت میں بھیجا کرتی تھیں ایک مرتبہ امیر المومنین سیدّنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تو امیر المومنین نے آپ کو دعا دیتے ہوئے فرمایا

اَللّٰھُمَّ فَقِّھْہُ فِي الدِّیْنِ وَ حَبِّبْہُ اِلَی النَّاسِ

ترجمہ: اے اللہ اسے دین کی سمجھ عطا فرما اور لوگوں کا محبوب بنا

جب آپ سات برس کے ہوئے تو آپ کو نماز پڑھنے کی تعلیم دی گئی ۔ آپ مسجد نبوی میں تشریف لے جاتے اور امیر المومنین سیدّنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا کرتے یہاں تک کہ امیر المومنین کی شہادت تک یہ معمول جاری رہا اس کے بعد امام حسن بصری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ بصرہ کی طرف تشریف لے گئے ۔

غور و فکر کا مقام ہے کہ اس عرصہ میں امام الاولیاء سیدّنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بھی مدینہ منورہ میں تشریف رکھتے تھے اور آپ کی عبادت و ریاضت بھی کسی سے مخفی نہیں ۔ نیز آپ امہات المومنین کی خبرگیری بھی فرماتے اور اکثر وہاں تشریف لے جاتے رہتے تھے ۔ کیونکہ آپ کے محبوب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات تھیں اور حضور آپ کے چچا زاد بھائی اور سسر تھے ۔ جبکہ امام حسن بصری اپنی والدہ کے ہمراہ کاشانہ نبوت میں رہائش پزیر تھے ۔ لہذا اصول درایت کی روشنی میں یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ امام الاولیاء سیدّنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور امام حسن بصری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کی ملاقات سے انکار ممکن ہی نہیں ۔

اب اس ملاقات کا حال اصول روایت کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں ۔امام محمد اسماعیل بخاری اپنی کتاب " تاریخ الصغیر " میں حضرت سلیمان بن اسلم قرشی کے حالات کے تحت لکھتے ہیں کہ

"حضرت حسن بصری حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت زبیر بن عوام کو ایک مدت تک دیکھتے رہے اور (آپ نے) امیرالمومنین حضرت عثمان بن عفان اور امیرالمومنین حضرت علی سے یقیناً روایت کی ہے"[۱]

"نیز حضرت شیخ حافظ زین الدین عراقی شارح جامع ترمذی حضرت شیخ حافظ ابوبکر بن عربی شارح ترمذی حضرت شیخ حافظ شمس الدین ذھبی اور حضرت امام حافظ جلال الدین سیوطی رحمھم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسے اکابر حفاظ حدیث نے امام الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ مدینہ منورہ میں امام حسن بصری رحمت اللہ علیہ کی ملاقات اور استفادہ کا ذکر کیا ہے۔"[۲]

"جبکہ بصرہ میں امام الاولیاء کے ساتھ امام حسن بصری کی ملاقات کی تصریح امام غزالی نے "احیاء العلوم" اور امام ابو طالب مکی رحمت اللہ تعالیٰ علیہما نے "قوت القلوب" میں فرمائی ہے"[۳]

امام حسن بصری رحمت اللہ علیہ کی امام الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے استفادہ کے متعلق حضرت حافظ مزی رحمت اللہ علیہ نے حضرت یونس بن عباد کی یہ روایت نقل کی ہے کہ جو نہایت توجہ طلب ہے

"میں نے حضرت حسن بصری سے سوال کیا کہ اے ابو سعید! آپ کہتے ہیں قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جبکہ آپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت نہیں پائی۔ حضرت حسن بصری نے جواب میں فرمایا اے برادر زادے! تو نے ایسی چیز کے بارے میں مجھ سے سوال کیا کہ اس سے پہلے کسی نے نہیں کیا اگر مجھے تجھ پر اعتماد نہ ہوتا تو کبھی حقیقت حال کا انکشاف نہ کرتا۔ میں جن حالات سے دوچار ہوں وہ تیرے سامنے ہیں۔ حجاج بن یوسف کا اقتدار

---

۱ : امام اسماعیل بخاری، تاریخ صغیر ص ۱۹۸، بحوالہ محمد فخرالدین دہلوی، فخرالحسن، اردو ترجمہ مفتی شاہ حسین گردیزی ص ۳۲

۲ : ایضاً فخرالحسن ص ۳۲-۳۳

۳ : ایضاً ص ۳۵-۳۶

ہے اس لئے ہر وہ حدیث جو تو مجھ سے سنے کہ میں کہوں قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تو وہ حضرت علی بن ابی طالب سے روایت ہو گی میں ایسے دور میں ہوں کہ حضرت علی کا نام نہیں لے سکتا "[1]

حضرت شیخ ابو اسحق دراجی نے محمد بن موسیٰ حرشی کے حوالے سے یہی روایت بیان کی ہے[2]۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو لا الہ الا اللہ کی تلقین و اجازت پر مبنی حدیث آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ حضرت خواجہ محمد فخر الدین دہلوی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے یہی حدیث حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے استاد حضرت شیخ ابراہیم کردی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب " انباہ الانتباہ " سے نقل کی ہے اور اس کا سلسلہ ذکر نقل کرتے ہوئے شیخ ابراہیم نے یہ بھی لکھا کہ

" پھر حضرت علی نے یہ ذکر حضرت حسن بصری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کو سکھایا[3] اور تلقین ذکر کی سند امام حسن بصری کے ذریعہ صوفیاء کرام کی کئی جماعتوں (سلاسل) تک پہنچی ہے اور ان میں کئی حفاظ حدیث ہیں ان ہی میں حافظ ابو الفتوح طاؤسی ہیں جنہیں یہ سند حضرت شیخ زین الدین کے ذریعہ پہنچی ہے "[4]

آخر میں یہ فقیر ----- زبدہ المحدثین حضرت علامہ فہامہ مولانا محمد ایوب صاحب پشاوری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کی " ثَبْتُ الْاَسَانِیْدِ فِیْ رِوَایَۃِ الْمَسَانِیْدِ " سے امام الاولیاء سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور امام حسن بصری رحمت اللہ علیہ کی ملاقات و سماعت کے بارے میں ایک حدیث پیش کرتا ہے جو امام جلال الدین سیوطی کے حوالہ سے یوں نقل کی گئی ہے

" ہم کو عقبہ بن ابی صہباء الباہلی نے خبر دی ہے کہ حسن بصری کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو یہ کہتے ہوئے سنا

---

1 : فخر الحسن، ص ۳۶-۳۷

2 : ایضاً ص ۳۷

3 : ایضاً ص ۴۰

4 : ایضاً ص ۴۱

تھا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت کی مثال بارش کی مثال ہے پھر محمد بن حسن صرافی نے کہا کہ حضرت حسن بصری کی علی المرتضیٰ سے سماعت کے بارے میں یہ نص صحیح ہے اور یہ نص قطعی ہے اور وہ ہمارے شیوخ میں سے ایک شیخ ہیں انہوں نے علی اور جوہریہ اور ثقہ ابن حبان اور ثقہ احمد معین سے ثابت کیا ہے کہ میں (حسن بصری) حضرت (علی المرتضیٰ) کا معاصر ہوں اور حدیث ان سے لی ہے اور اس حدیث کو احمد اور عمار بن یاسر یاسر نے بھی روایت کیا ہے" [1]

نیز یہ عرض کر دینا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہو گا کہ تمام اہل طریقت جو تصوف کے مختلف طریقوں سے تعلق رکھتے ہیں وہ اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت امام حسن بصری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے امام الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ملاقات کی ہے۔ آپ کی صحبت سے بلا واسطہ فیوض و برکات حاصل کئے ہیں اور یہ فیضان آگے امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچانے کا مقدس فریضہ انجام دیا، یہی وجہ ہے کہ اہل تصوف کا شجرہ طریقت اپنے مشائخ سے ہوتا ہوا حضرت امام حسن بصری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ سے ہوتا ہوا امام الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم تک پہنچ جاتا ہے۔ لہذا چودہ صدیوں سے اہل طریقت کا جو یہ اجماع چلا آ رہا ہے یہی اس سلسلے میں سب سے زیادہ مضبوط، ثقہ اہمیت کا حامل اور حرف آخر کا درجہ رکھتا ہے۔

لہذا یہ حقیقت تو بخوبی واضح ہو گئی کہ طریقت حضرت امام الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی سنت ہے۔ آپ کی ذات اقدس سے امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس مبارک طریقہ فیوض و برکات سے برابر مستفیض ہوتی چلی آ رہی ہے۔ نیز چاروں سلاسل طریقت نے دنیا بھر میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ ان سے بھی اہل علم ہرگز لاعلم نہیں، یہ اور بات ہے کہ کوئی حقائق سے چشم پوشی اختیار کر لے۔ اب طریقت کے مخالفین کی خدمت میں ایک آخری گزارش پیش کی جاتی ہے اس امید کے ساتھ کہ اگر وہ تعصب سے ہٹ کر ٹھنڈے دل و دماغ سے اس کا مطالعہ فرمائیں تو قبول حق پر آمادہ ہو جائیں گے (انشاء اللہ تعالیٰ)

(مضمون اگلے صفحہ پر جاری ہے)

---

[1]: محمد ایوب، ثبت الاسانید فی روایۃ المسانید اردو ترجمہ حافظ عبدالحمید، مکتبہ الحسن پشاور ۱۹۸۷ء، ص ۶۷

آخری گزارش

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ نے حضور خاتم النبیین ، شفیع المذنبین ، احمد مجتبیٰ ، حضرت محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیتے ہوئے قرآن مجید میں یوں ارشاد فرمایا

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (سورہ نساء ۴ : ۸۰)

(جس نے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی تو یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ جو میری اطاعت کا خواہش مند ہے تو وہ میرے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرے اس طرح جب وہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مطیع و فرماں بردار بن گیا تو گویا وہ میرا مطیع و فرماں بردار ہو گیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت تو فرمان خداوندی کی روشنی میں واضح ہو گئی ۔ اب حضرات خلفاء راشدین کی اطاعت و فرماں برداری کے حوالہ سے حضورِ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فکر انگیز ارشاد گرامی ملاحظہ فرمائیں کہ آپ نے فرمایا

فعليكم بسنتي و سنته الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها و عضو عليهابالنواجذ[1]

(پس تم پر لازم ہے کہ میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو پکڑ لو اور اسے نہایت مضبوطی سے تھام لو)

اس حدیث مبارکہ میں پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو تلقین فرمائی کہ میری سنت کے ساتھ ساتھ میرے خلفاء راشدین کی سنت پر بھی عمل کرو بلکہ خصوصی طور پر تاکید کرتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرما دیا کہ خلفاء راشدین کی سنت کو مضبوطی سے تھام لو ۔ یہ حدیث مبارک کافی طویل ہے ، یہاں پر صرف اس کا وہی حصہ نقل کیا گیا ہے جو اس مضمون سے متعلق ہے ۔ نیز یہ حدیث شریف کئی لحاظ سے توجہ طلب ہے ۔ اول یہ کہ

---

[1] : مشکوۃ المصابیح ، کتاب الایمان ، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ، فصل الثانی۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وصال سے کچھ عرصہ قبل بطور وصیت یہ حدیث شریف بیان فرمائی۔ دوم یہ کہ اس حدیث شریف میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو مستقبل میں پیش آنے والے فتنوں سے آگاہ فرمایا۔ سوم یہ کہ امت کو تاکید فرمائی کہ فتنوں کی طرف توجہ دینے کی بجائے میری سنت پر عمل کرنا اور میرے خلفاء راشدین بھی راہ ہدایت کے روشن مینار ہیں ان کی سنت پر بھی مضبوطی سے قائم رہنا اور ان سے رہنمائی حاصل کرنا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا جبکہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات خلفاء راشدین کی اطاعت کو اپنی اطاعت میں شامل فرما دیا اور خلفاء راشدین کے رائج کردہ طریقوں پر عمل کرنے کی خصوصی تاکید فرمائی۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ خلفاء راشدین کی اطاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

چنانچہ مذکورہ بالا فرمان خداوندی اور فرمان نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ذہن میں رکھتے ہوئے امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی گذشتہ چودہ صدیوں پر محیط تاریخ پر نگاہ ڈالی جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ ملت اسلامیہ کے سواد اعظم اہلسنت نے اس پر عمل کرنے کی پوری پوری کوشش کی ہے بلکہ اس پر فتن دور میں بھی وہ اس پر قائم و دائم ہے اس سلسلے میں ہر خلیفہ راشد کی صرف ایک ایک سنت کی مثال پیش کی جاتی ہے۔ خلیفہ اول حضرت امیرالمومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہُ نے اپنے دور خلافت میں قرآن مجید فرقان حمید کو کتابی شکل میں جمع کرنے کا اہتمام فرمایا جبکہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن مجید کو کتابی شکل نہیں دی تھی۔ اور بعد ازاں اسی مصحف صدیقی سے قرآن مجید نقل در نقل ہوتا ہوا پہلے کتابت اور پھر طباعت کے ذریعے پوری دنیا میں پھیلا اور ہر خاص وعام کے ہاتھوں تک پہنچا بلکہ پہنچ رہا ہے اور ملت اسلامیہ اس کے بارے میں الحمدللہ کسی بھی قسم کے شک و شبہ میں مبتلا نہیں اگر کوئی شخص جناب صدیق اکبر کے ساتھ اپنے تعصب کی بناء پر قرآن مجید کی حقانیت پر اعتراض کرتا ہے تو کوئی بھی سلیم الفطرت مسلمان اس کے اعتراض کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ ہر مسلمان کا یہ کامل یقین ہے کہ یہ وہی قرآن مجید ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اطہر پر نازل ہوا۔ اگرچہ اسے کتابی شکل

میں مرتب کرنے کا اہتمام سیدنا صدیق اکبر نے فرمایا لیکن آپ کا جمع کرنا بھی حدیث مذکورہ بالا کی روشنی میں ایسے ہی ہے کہ گویا یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود جمع فرمایا۔

اسی طرح خلیفہ دوم حضرت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اپنے عہد خلافت میں دوران رمضان المبارک بیس رکعت تراویح باجماعت ادا کرنے کا آغاز فرمایا، قبل ازیں تراویح انفرادی طور پر پڑھی جاتی تھیں اور رکعت کی تعداد کا تعین بھی ہر صحابی اپنی استعداد کے مطابق کم وبیش کیا کرتا تھا لیکن فاروق اعظم کی اس سنت کو بھی وہی مقام حاصل ہوا گویا کہ یہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کا فعل ہے اور آج بھی اہلسنت میں بیس رکعت تراویح کی ادائیگی پر مکمل اتفاق پایا جاتا ہے۔

تیسرے خلیفہ راشد حضرت امیرالمومنین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے نئے حالات و واقعات کے پیش نظر جمعۃ المبارک کی اذان اول کا اجراء فرمایا اس سے پہلے جمعہ کے دن صرف ایک ہی اذان بوقت خطبہ دی جاتی تھی۔ لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے دور میں دو اذانیں دی جانے لگیں اور الحمدللہ ثم الحمدللہ یہ کہ امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آج بھی اس مبارک سنت پر عمل پیرا ہے۔

لہذا ثابت ہوا کہ جس طرح سنت صدیقی، سنت فاروقی اور سنت عثمانی کو دین میں نئی اختراع یا اضافہ یا قرآن و سنت کے خلاف نہیں سمجھا جاتا بلکہ اسے عین قرآن و سنت سمجھا جاتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے تو پھر چوتھے خلیفہ راشد حضرت امیرالمومنین جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی سنت مرتضویہ یعنی طریقت بھی بدرجہ اتم قرآن و سنت کے مطابق ہے بلکہ یہ عین اسلام، عین قرآن اور عین سنت نبویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

چونکہ اس سنت مبارکہ پر عمل کرنے کے لئے شیخ طریقت کے دست اقدس پر بیعت کرنا اور اس سے رہنمائی حاصل کرنا لازمی ہے اس لئے مقالہ ہذا کا نام بھی اسی نسبت سے "عرفان حقیقت فی بیان مرشد طریقت" رکھا گیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں اسے امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے نفع بخش بنائے۔ آمین۔

وما علینا الا البلاغ

سلطان الاولیاء

تضمین بر منقبت : حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ

رشحات کلک : ابوالطاہر فدا حسین فدا مدیر ماہنامہ "مہر و ماہ" لاہور

اگر تو چاہتا ہے انکشافِ سرِّ روحانی
تو پھر دل سے مٹا دے لذتِ احساس جسمانی
بڑھا دستِ طلب تو جانبِ محبوب سبحانی
بدہ دست یقین اے دل بدست شاہ جیلانی
کہ دست او بود اندر حقیقت دستِ یزدانی

ہے تیرا مصحفِ رخ پرتوِ آیاتِ قرآنی
تری مخمور آنکھوں میں مئے تقدیس و عرفانی
حقیقت میں نگاہوں میں ہے بیشک نورِ یزدانی
امیر دستگیرے، غوث اعظم، قطب ربانی
حبیب سید عالم، زہے محبوب سبحانی

ھوالقادر ھوالقادر زبان سر مکنونی
جلالت سے تری لرزاں جہان سر مکنونی
ترا ہر نقش پا گویا نشان سر مکنونی
نشان شان بے چونی بیان سر مکنونی
بسیرت مثلِ پیغمبر، بصورت مرتضےٰ ثانی

ہنا مستِ نظر ہم کو، پلا آنکھوں کے پیمانے
خدا رکھے سدا آباد ساقی! تیرے مے خانے
تری شمعِ ولایت کے ہوئے ہم دل سے پروانے

سراپا جلوۂ حسنے تمامی مہرِ تابانے
کند یعقوبی لیش گر باشد ایں جاہ ماہ کنعانی

قدوم مصطفےٰ شانوں پہ تیرے تھے شبِ اسریٰ
ہے گویا ہر ولی کے دوش اقدس پر قدم تیرا
حسب میں بھی، نسب میں بھی ہے تو ہی ارفع و اعلیٰ

ز پائے پاک تو فخریست دوش پاکبازاں را
حیات تازہ بگرفتہ ز تو آئینِ سلمانی

جناب غوثِ اعظم قطب ربانی خدا والے
حسن کی آل سے، سبط علی کی گود کے پالے
محمد مصطفےٰ صلی علےٰ کے چاند کے ہالے

شبِ بخت سیہ را ذرہ مہرش کند صبح
فروزد لمعۂ لطفش رخِ شاہِ غریبانی

لقب تیرا ہے محی الدیں، محافظ دین و ملت کا
بحکمِ قادر مطلق کیا مردوں کو بھی زندہ
ترا اے عبد پاکبازاں ہر ولی سے مرتبہ اعلےٰ

بہ بخشد از رہ فیاضی ادنیٰ بے نوائے را
گدایان دوش دیہم شاہی تخت سلطانی

ضیا باری ہے کس کے شعلۂ انوار کی ہر سو
کہ ہر جانب سے آتی ہے صدائے حق سرہ
ہو کس کے فیض سے ہے بزم میں تزئینِ رنگ و بو

ملائک طرّقوا گویان روند اندر رکاب تو
جلو داری کند او را خواص انسی و جانی

ہو شاہ اولیاء اللہ بفیض حضرتِ احمد
زمین و آسماں کی ہے تمہی نے پار کی سرحد
فدائے جدِ امجد ذات اقدس ہو گئی سرمد
نیاز اندر جنابِ پاک تو از قدسیاں باید
کہ آید جبرئیل از بہر کاروبارِ دربانی

قطعہ ھو

سُن فریاد پیراں دیا پیرا ❊ میں آکھ سناواں کینوں ھو
تیرے جیا مینوں ھور نہ کوئی ❊ میں جیے لکھاں تینوں ھو
پھول نہ کاغذ بدیاں والے ❊ درتوں دھک نہ مینوں ھو
میں وچ ایڈ گناہ نہ ہوندا
باھو تو بخشیندوں کینوں ھو

سلطان العارفین سخی سلطان محمد باھو

رباعی

ہے نور تیرا، نورِ محبت کا امیں
ہے حسن تیرا، حسنِ حقیقت کا امیں
کر نور بھی مجھ کو عطا غوث جلی
تو شاہ مدینہ کی ہے قدرت کا امیں

طارق سلطانپوری

حضور غوثِ اعظم اور احیائے طریقت

پروفیسر فیاض احمد خان کاوش

پانچویں صدی کے آخر میں اسلامی دنیا کے اندر بڑا انتشار و خلفشار پھیلا ہوا تھا۔ مسٹر گبن اور ہٹی وغیرہ یورپین مورخوں نے اس زمانے کو دنیائے اسلام کا تاریک ترین دور قرار دیا ہے۔ اسلامی دنیا میں افراتفری کا یہ عالم تھا کہ "اندلس" میں اسلامی حکومت کی مرکزیت ختم ہو چکی تھی۔ مصر میں "سلطنتِ باطنیہ" قائم ہو چکی تھی جسے علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے "سلطنت خبیثیہ" لکھا ہے۔ ادھر ہندوستان میں سلطان محمود کے جانشینوں کا زوال شروع ہو چکا تھا اور اب ہندو راجے مہاراجے مسلمانوں سے اپنی شکستوں کا بدلہ لینے کے لئے متحد ہو رہے تھے۔ بیت المقدس پر عیسائی قابض ہو چکے تھے نہ صرف یہ بلکہ اب عراق و حجاز پر حملہ کرنے کی تیاریاں مکمل کر رہے تھے۔ ادھر "خلافتِ عباسیہ" سمٹ سمٹا کر بغداد کے گردونواح تک محدود ہو کر رہ گئی تھی اور عباسی امیرالمومنین اب ترک سرداروں کے ہاتھوں میں کھلونا بنے ہوئے تھے۔ دوسری طرف حسن بن صباح کے پیروکاروں نے ایران و عراق میں تباہی مچا رکھی تھی۔ ایشیاء اور افریقہ میں تو یہ فساد برپا تھا اور ادھر یورپ میں قائم سلطنتیں بلکہ ساری عیسائی دنیا مسلمانوں کے خلاف متحد ہو چکی تھی اور اب وہ اسلامی ملکوں کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لئے مسلم ممالک کی سرحدوں پر اکٹھے ہو رہے تھے اور ادھر یہ عالم تھا کہ ملت اسلامیہ فرقہ بندیوں کے عذاب میں گرفتار تھی۔ اسی دور میں خلق قرآن کا مسئلہ کھڑا گیا۔ معتزلہ اور باطنیہ تحریکوں نے عالم اسلام کو الگ ذہنی خلفشار میں مبتلا کر رکھا تھا۔ نیز عجمی فلسفیوں نے علمائے اسلام کے خیالات کو پراگندہ کر دیا تھا۔ چنانچہ فلسفہ و منطق کی بے معنی بحثوں کا شکار ہو کر وہ ہر وقت شیعہ، سنی، حنبلی اور اشعری مناظرات میں مصروف رہتے تھے۔ اس میں گالی گلوچ سے گزر کر کشت و خون تک نوبت پہنچتی تھی غرضیکہ منطق کے گورکھ دھندوں اور عجمی فسلفوں کی فضول بحثوں نے مسلمانوں کے دماغوں کو بے جا طور پر تھکا کر چکنا چور کر رکھا تھا۔ امت مسلمہ کے لئے یہ علمی مسئلے کسی طرح مفید نہ تھے بلکہ ان کی بہتات نے مسلمانوں کی علمی قوت کو برباد کر دیا تھا۔ چنانچہ اس طرح

مسلمان فروعی اختلافات میں دست بگریبان ہو کر اپنی متحدہ قوت کا شیرازہ خود منتشر کر رہے تھے۔ بے معنی فلسفیانہ گفتگو اور منطقی بحثوں میں الجھ کر مسلمان قرآن و سنت سے بہت دور چلے گئے تھے۔ اسلامی پردہ یکسر ختم ہو چکا تھا۔ اسپین کے نقاب پوش سلاطین کے دور میں تو نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ مردوں نے نقاب پہن لئے تھے اور عورتیں کھلے منہ باہر پھرا کرتی تھیں۔ لوگوں کے دلوں سے خوف خدا اور محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ختم ہو چکی تھی۔ ہر شخص خود کو عقل کل سمجھنے لگا تھا۔

غرضیکہ عالم اسلام میں ہر طرف بدی کے اندھیاروں کا راج تھا، نیکی کا نور معدوم ہو رہا تھا، شرافت کے اجالے دم توڑ رہے تھے، انسانیت کا خون ہو رہا تھا، اخلاق کا دیوالیہ نکل چکا تھا، احیائے طریقت کے بغیر ایسے پراگندہ ماحول کی اصلاح بھلا کیسے ہو سکتی تھی؟ یہ محض کسی ایک فلسفی، عالم یا فقیہ کے بس کی بات نہ تھی بلکہ اس کے لئے تو کسی ایسے عارف کامل کی ضرورت تھی جو پورے طور پر عشق الٰہی سے سرشار ہو اور بے پناہ روحانی قوتوں سے سرفراز ہو۔ جس کے روحانی فیوض سے شیطانی قوتیں دم توڑ دیں، جس کی نظر اثر سے تاریک دل نور سے معمور ہو جائیں، اس مقصد عظیم کے حاصل کرنے کے لئے قدرت نے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی روحانی شخصیت کو بطور خاص تیار کیا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنی روحانیت کے زور سے شیطانی حربوں کو ناکارہ کر کے باطل قوتوں کو پاش پاش کر دیا۔ آپ کے نعرۂ حق سے فضائیں گونجنے لگیں۔ آپ کے روحانی فیوض و برکات سے تاریک سینے نور معرفت کے خزینے بننے لگے۔ احیائے طریقت کا یہ شاندار کارنامہ ہی تھا جس سے دلوں کی دنیا جگمگانے لگی اور اس طرح سارے عالم میں ایک حسین انقلاب آگیا۔ بلاشبہ آپ راہ طریقت کے ایسے شہسوار تھے کہ آپ کا نظر اٹھا کر دیکھنا ہی ہر سوال کا جواب تھا۔ آپ کا مسکرا دینا ہی ہر مشکل کا علاج تھا۔ آپ کی گفتگو سے مردہ دل زندہ ہو جاتے تھے اور جب آپ خاموش ہوتے تو معرفت کی خوشبو سے دماغ مہک جاتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی ہمہ گیر روحانیت کے فیض سے "مادہ پرستی" کے تاریک دور کا یکسر خاتمہ ہو گیا۔ چنانچہ "معتزلہ" اس طرح مٹ گئے کہ ان کا نام و نشان باقی نہ رہا۔ رافضیت نے ہر جگہ شکست کھا کر راہ فرار اختیار کی۔ غرضیکہ ہر طرف حقانیت کے نور سے فضائیں معطر ہو گئیں، طریقت کے اجالے ہر طرف پھیل گئے۔ سیدنا غوث اعظم روحانی مجلس کے صدر نشین تھے۔ آپ کی نورانی مجلس میں ستر ستر ہزار تک کا مجمع کثیر ہو جاتا تھا مگر آپ کی آواز میں تاثیر ایسی

تھی کہ جلسہ گاہ میں دور دراز تک ہر ہر گوشے میں صاف سُنی جاتی تھی۔ خطابت میں ایسا زور بیان تھا کہ واقعات سن کر انسانی عقل دنگ رہ جاتی ۔ تاثیر کلام کا یہ عالم تھا کہ سامعین میں سے کچھ تو لذت ذوق و شوق اور غلبہ حال میں جاں بحق ہو جاتے اور اکثر پر ایسا وجد طاری ہوتا کہ پہروں ہوش نہ آتا ۔ غرضیکہ آپ کے روحانی انداز کی تاثیر سے ایک لاکھ فاسق و فاجر راہ راست پر آئے اور ہزاروں بد مذہب داخل اسلام ہوئے ۔ اس طرح سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہٗ ساری عمر ملحدوں کو توحید ربانی کا قائل کر کے طریقت کا سبق پڑھاتے رہے۔ سرکشوں کو عشق رسول صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سکھاتے رہے۔ لوگوں کو بدعت سے نفرت دلانا اور مادہ پرستوں کو دنیا سے بے رغبتی سکھانا آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ اخلاق کی اصلاح کرنا اور شریعت کی تعلیم دینا آپ اپنا فریضہ سمجھتے تھے ۔ معاملات کو سدھارنے اور آخرت کا احساس دلانے میں آپ پیش پیش تھے ۔ طریقت کا راستہ دکھا کر بندوں کو اللہ سے ملانا آپ کا سب سے بڑا کارنامہ تھا۔

چنانچہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمت اللہ علیہ خود اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں "میں آغاز جوانی میں عقل کا بڑا تیز تھا۔ علم کلام، فلسفہ یونانی اور علوم مناظرہ و مجادلہ وغیرہ پر مجھے بڑا عبور حاصل تھا ۔ میرے چچا جان اکثر مجھے ایسے علوم سے روکتے تھے مگر میں باز نہ آتا تھا۔ ایک دن میرے چچا مجھے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمت اللہ تعالی علیہ کی خدمت میں لے جا کر عرض کرنے لگے "یا سیدی! یہ میرا بھتیجا علم کلام اور فلسفہ میں مشغول ہے، میں نے بارہا منع کیا مگر یہ باز نہیں آتا" آپ نے میری طرف توجہ فرماتے ہوئے کہا ۔ اے عمر! تمہیں کون کون سی کتب یاد ہیں؟ میں نے بتایا فلاں فلاں کتاب ۔ یہ سُنتے ہی آپ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر پھیرا۔ خدا کی قسم ابھی آپ کا ہاتھ میرے سینے سے جدا نہ ہوا تھا کہ ان کتابوں کا ایک لفظ بھی مجھے یاد نہ رہا۔ ان کتابوں کے تمام مسائل میرے ذہن سے نکل گئے اور اس کے ساتھ ہی میرا سینہ "علم لدنی" سے بھر گیا اور جب آپ کے آستانہ عالیہ سے واپس ہوا تو علم و حکمت اور علم لدنی میری زبان پر جاری تھا۔ (بہجتہ الاسرار ، ص ۳۲ ، قلائد الجواہر ص ۲۹)

وہ ہے تیری دولت سرا غوثِ اعظم | مشائخ جہاں آئیں بہر گدائی

آپ کی روحانی مجلس میں علماء ، فضلا اور وزراء سبھی آتے تھے ۔ خود سلطانِ وقت حاضر ہوتا اور سر جھکا کر ایک طرف باادب بیٹھ جاتا ۔ اپنے وعظ کے زور سے آپ لوگوں کے ضمیروں کو اس قدر جھنجھوڑتے کہ لوگوں کی چیخیں نکل جاتیں ۔ خود خلیفۂ وقت زار و قطار روتا

اور اصلاح حال کرتا اس کا نتیجہ تھا کہ آپ کے دور میں حکومت و خلافت میں فقیرانہ شان پیدا ہو گئی تھی۔ اگرچہ تیسری صدی کے آخر میں خلافت عباسیہ کا زوال شروع ہو چکا تھا اور خلیفہ "المتوکل" کے بعد تو خلافت برائے نام رہ گئی تھی لیکن آپ کے زمانہ میں خلافت کا دبدبہ پھر لوٹ آیا تھا۔ چنانچہ "المستنجد" اور "المقتضیٰ" طاقتور خلیفہ ہوئے وہ سب آپ کی روحانیت کے زیر اثر تھے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ ہی دنوں میں بغداد کا نقشہ بدل گیا اور عالم اسلام میں ہر طرف آپ کی ذات والا صفات سے روحانی انقلاب آ گیا۔ روحانیت کا ایسا چشمہ ابلا کہ اطراف سیراب ہو گئے۔ راہ طریقت ہموار ہو گئی۔ بغداد، فیض رسانی کا منبع بن گیا۔

میرِ میخانہ بغداد ہیں غوثِ اعظم | قادری جام سے پی آج مدینہ کی شراب

نتیجہ یہ ہوا کہ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور کربلائے معلیٰ کے بعد بغداد شریف کا نام نہایت عزت و احترام سے لیا جانے لگا۔ روحانیت کی پیاس بجھانے کے لئے لوگ بغداد شریف انڈے چلے آتے تھے اور طریقت کے راستے پر گامزن ہو جاتے تھے

نقطہ گردش پرکارِ یقیں ہے بغداد

آپ کے شہر کو یہ عزت و بزرگی آپ کی ذات والا صفات کی روحانی فیض رسانی ہی کے سبب نصیب ہوئی۔

سالہا سجدہ گہہ صاحب نظراں خواہد بود | بہ زمینے کہ نشان کف پائے تو بود

اس طرح صدیوں کا ذہنی خلفشار ختم ہوا۔ افتراق و انتشار کا دروازہ بند ہوا، مادیت کی جگہ روحانیت کا ادراک پیدا ہوا، عجمی فلسفہ کا طلسم ٹوٹا، قرآن فہمی کا ذوق و شوق بڑھا، شریعت کا بول بالا ہوا، معتزلہ اور باطنیہ تحریکوں کا منہ کالا ہوا۔

مثلِ خورشید وہ جب جلوہ نما ہوتا ہے
ہر طرف عالمِ انوار بپا ہوتا ہے

چنانچہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روحانی اثرات ہی کا نتیجہ تھا کہ مصر کی سلطنت باطنیہ زوال پذیر ہو کر ۵۶۷ ھجری میں صفحہ ہستی سے نیست و نابود ہو گئی اور اس کی جگہ سلطان نور الدین زنگی اور سلطان صلاح الدین ایوبی جیسے شیر دل مجاہدانِ اسلام نے بساط سلطنت بچھائیں۔ ادھر ہندوستان میں غزنویوں کی تباہ شدہ حکومت کی جگہ غوری خاندان نے ہندوستان میں ایک نئی وسیع تر اسلامی سلطنت قائم کی۔ اسی طرح اندلس میں موحدین کی سلطنت عالم وجود میں

آئی جس کے سبب وہاں اسلام کو طویل استحکام نصیب ہوا۔

اگرچہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے ۶۱۵ھ بمطابق ۱۲۱۸ء میں تاتاریوں نے اسلامی دنیا پر چڑھائی کر کے اسلامی سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی، ہر طرح تباہی مچادی تھا، مگر قتل و غارتگری کی ان تند و تیز آندھیوں میں بھی اسلام کا چراغ روشن رہا حتکہ آپ کی تحریک احیائے طریقت کے زود اثر سے خونخوار تاتاریوں کے دل نور اسلام سے جگمگانے لگے۔ غرضیکہ سب سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہٗ کی روحانی تعلیمات باطنی تصرفات اور طریقت کی تربیت کی جلوہ گری تھی

پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

آپ کی زندگی ہی میں آپ کے مریدان باصفا روحانیت کی مشعل لے کر عراق، شام، مصر و حجاز اور تمام عالم میں پھیل چکے تھے اور اپنے نورِ باطن سے دلوں کی دنیا جگمگا رہے تھے۔

راج کس شہر میں کرتے نہیں تیرے خدام
باج کس نہر سے لاتا نہیں دریا تیرا

غرضیکہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ایک عہد ساز ہستی کے مالک تھے۔ آپ کی نورانی شخصیت کے روحانی فیوض و برکات تمام عالم اسلام میں جاری و ساری ہو گئے۔ آپ کی بڑھی چڑھی ہوئی روحانیت کے سبب ہی آپ کو "پیرانِ پیر" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

غوث اعظم انہیں کو کہتے ہیں، ان کا رتبہ ہے "پیرِ پیراں" کے اس عہدے پر آپ قیامت تک فائز رہیں گے اور ہر زمانہ میں تمام قطب، غوث، ابدال اور اولیاء اللہ آپ کی بڑھی چڑھی ہوئی روحانیت سے مستفیض ہوتے رہیں گے۔

کس گلستاں کو نہیں فصل بہاری سے نیاز
کون سے سلسلے میں فیض نہ آیا تیرا

شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ اور شیخ محی الدین ابن عربی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ آپ ہی کی توجہ خاص سے درجہ کمال کو پہنچے۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کا عروج آپ ہی کے روحانی فیض کا ثمرہ تھا۔ چنانچہ اس سلسلے میں خود حضرت سیدنا غوث اعظم رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی ایک مجلس میں ارشاد فرمایا تھا کہ ڈیڑھ سو سال بعد ایک درویش بہاء الدین نامی بخارا میں پیدا ہو گا۔ جو ہم سے خاص نعمت پائے گا۔ چنانچہ جب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے میدان سلوک میں قدم رکھا تو حضرت خضر علیہ السلام کہ اشارے

پر آپ حضرت غوث اعظم کی روحانیت کی طرف متوجہ ہوئے اور "الغیاث الغیاث یا محبوب سبحانی" پکارتے ہوئے سو گئے۔ سوتے ہی خواب میں سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کے فیوض و برکات سے نوازے گئے"

اس میکدے میں بٹتی ہے روحانیت کی مے
اس میکدے سے کوئی بھی پیاسا نہ جائے گا

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز اس عنوان پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالتے ہیں اور عہد بعہد طریقت کے اماموں کی نشاندہی فرماتے ہوئے لکھتے ہیں

"میں خیال کرتا ہوں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ اپنے وصال سے قبل اس مقام ولایت کے ملجاء و ماویٰ تھے اور جس کو اس راستے سے فیض پہنچتا تھا ان ہی کے توسل سے پہنچتا تھا جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کا وصال ہو گیا تو یہ اونچے درجہ کا منصب حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو بالترتیب حاصل ہوا ان کے بعد بالترتیب بارہ اماموں کو پہنچتا رہا اور اس طرح ان بزرگوں کے وصال کے بعد جس کسی کو فیض پہنچتا ہے ان ہی کے توسل سے پہنچتا ہے اور بعد ازاں جتنے بھی اقطاب اور اولیاء اللہ ہوئے ہیں ان کے ملجاء و ماویٰ بھی وہی ہیں کیونکہ اطراف کو لامحالہ مرکز سے ملنا ہی پڑتا ہے۔ یہاں تک کہ مذکورہ بالا اماموں اور حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی قدس سرہ العزیز اس مرتبہ عالی تک پہنچ گئے اور یہ مرتبہ آپ کو مل گیا۔ مذکورہ بالا اماموں اور حضرت شیخ قدس سرہ کے درمیان کوئی شخص اس مرتبہ پر نہیں ہے اور اب اس راستے میں جس قدر فیوض و برکات اولیاء اللہ کو پہنچتی ہیں ان کے ذریعہ سے پہنچتی ہیں کیونکہ فیض کا یہ مرکز ان کے بغیر کسی کو نہیں ملا (مکتوبات شریف (فارسی) جلد ۲، صفحہ ۱، مکتوب نمبر ۱۲۳، دفتر سوم، مطبوعہ دہلی بھارت)

مزرعہ چشت و بخارا و عراق و اجمیر
کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

راہ طریقت میں سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کے روحانی فیوض و برکات بالواسطہ یا بلاواسطہ قیامت تک جاری و ساری رہیں گے۔ وصال حق کے بعد آپ صرف ہماری ظاہری آنکھوں سے مستور ہوتے ہیں ورنہ روحانی طور پر آپ کسی سے دور نہیں۔

نافہمی اپنی پردہ ہے دیدار کے لئے
ورنہ کوئی حجاب نہیں یار کے لئے

چنانچہ اس سے پہلے جس طرح آپ لاکھوں انسانوں کو فیض یاب فرماتے تھے اسی طرح آج بھی آپ اپنے معتقدین کو نوازتے ہیں۔

اے ذوقِ دید مژدہ کہ لیلائے رنگ و بو
چلمن میں ہے نقاب کا گوشہ لئے ہوئے

حقیقت یہ ہے کہ عالم روحانیت میں سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہُ نے معرفت الٰہی کی ان اعلیٰ منزلوں کو سر کیا تاہم ان تک پہنچنے کے لئے اب سیدنا غوث پاک کی روحانی امداد از بس ضروری ہے۔ آپ نے اپنی جدوجہد اور اللہ تعالیٰ کے کرم و فضل سے ایسے انمول روحانی موتی نکالے ہیں جنہیں دوسرے لوگ صرف انہیں کے مقدس ہاتھوں سے پا سکتے ہیں۔ چنانچہ ہر آنے والا بڑے سے بڑا سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کی روحانیت کے زیر سایہ ہو گا۔ "ولایت" کا منصب خاص اس وقت تک حاصل ہی نہیں ہو سکتا جب تک کہ سیدنا غوث اعظم سے روحانی نسبت پیدا نہ کی جائے۔ راہ طریقت کا اب یہ مسلمہ اصول بن چکا ہے جس سے کسی کو مفر نہیں۔ شیخ مرزا مظہر جان جاناں رحمت اللہ تعالیٰ علیہ اعتراف فرماتے ہیں

"حضرت غوث اعظم سے سلسلہ قادریہ کے خرقۂ اجازت کا تبرک حاصل کرنے کے بعد میرے باطن میں نسبت قادریہ کی برکات کا احساس ہونے لگا اور سینہ قادری نسبت کے انوار سے پر ہو گیا۔ قادری نسبت میں انوار کی چمک بہت ہے"

(مقامات مظہری صفحہ ۳۸)

مشائخ جہاں آئیں بہر گدائی | وہ ہے تیرا دولت سرا غوثِ اعظم

حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں

"حق تعالیٰ نے آنجناب کو وہ روحانی قوت عطا فرمائی ہے کہ دور و نزدیک یکساں تصرف فرماتے ہیں آپ اپنے ہم عصر اور بعد میں آنے والے تمام اولیاء کرام کے لئے حصول ولایت اور حصول فیوضات کا وسیلہ کبریٰ اور واسطہ اعظمیٰ ہیں" (ہمعات)

جو ولی قبل تھے، یا بعد ہوئے، یا ہوں گے
سب ادب رکھتے ہیں دل میں میرے آقا! تیرا

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ مزید صراحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں
"اللہ تعالیٰ نے غوث اعظم کو قطبیت کبریٰ اور ولایت عظمیٰ عطا فرمائی ہے تمام اولیائے وقت حاضر و غائب، قریب و بعید اور ظاہر و باطن سب کے سب آپ کے فرمانبردار اس وجہ سے ہو گئے ہیں کہ انہیں راندۂ درگاہ ہونے کا خوف اور زیادتی مراتب کا شوق اس امر پر مجبور کرتا ہے" (اخبار لاخیار)

زمانے بھر کے حسیں کیوں نہ جان دیں اس پر
چلن اسی سے تو سیکھا ہے دلربائی کا

اس سلسلے میں خود حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کا اعلان نقل کرتے ہوئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ لکھے ہیں کہ حضور غوث پاک نے فرمایا
"قیامت تک میرے مریدوں میں سے جو گھوڑے پر سوار ہوا اور پھسل پڑے میں اس کی مدد کرتا ہوں اور فرمایا کہ ہر زمانہ میں میرا ایک زبردست مرید ہوتا ہے کہ اس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہر لشکر میں میرا ایک سلطان ہوتا ہے کہ اس کی مخالفت نہیں کی جا سکتی۔ اور ہر مرتبہ میں میرا ایک خلیفہ ہے جو معزول نہیں کیا جا سکتا۔ اور فرمایا جس وقت بھی تم اللہ سے کوئی چیز مانگو تو میرے وسیلہ سے مانگو تاکہ تمہارے حاجت پوری ہو جائے۔ جو شخص کسی مصیبت میں مجھ سے امداد طلب کرتا ہے اس کی مصیبت دور کی جاتی ہے"
اس پر شیخ ابوالقاسم بزاز رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے معلوم کیا
"اگر کوئی شخص آپ کا ذکر زبان پر لائے لیکن اسے نہ تو آپ سے بیعت نصیب ہوئی ہو، نہ ہی خرقہ ملا ہو اور نہ ہی خلافت عطا ہوئی ہو تو کیا وہ بھی اس زمرہ میں آئے گا"۔
تو آپ نے اپنی لامحدود فیض رسانی کا اس طرح اعلان عام فرمایا
"جو شخص صرف میرے نام سے نسبت رکھے گا یا مجھ سے دل میں حسن اعتقاد رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لے گا خواہ وہ مجھ سے کتنی ہی دور کیوں نہ ہو۔ اپنے پروردگار کی قسم! مجھ سے اللہ پاک نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میرے دوستوں، محبت کرنے والوں، نام پکارنے والوں اور حسن اعتقاد رکھنے والوں کو جنت میں داخل کرے گا"

کیوں نہ قاسم ہو کہ وہ ابن ابی القاسم ہے
کیوں نہ قادر ہو کہ مختار ہے بابا تیرا

یہ سب آپ کی ہمہ گیر احیاء طریقت اور دائمی روحانی فیض کا کرشمہ ہے۔ آپ اپنے رب کی قسم کھا کر فرماتے ہیں

"مجھے اپنے پروردگار کی قسم ہے کہ میرا ہاتھ اپنے مرید پر ہے۔ میں اپنے مرید پر اس طرح چھایا ہوا ہوں جس طرح زمین پر آسمان۔ مجھے اپنے پروردگار کی عزت و جلال کی قسم ہے کہ میرا قدم اس وقت تک جنت کو نہیں اٹھے گا جب تک کہ میں سارے مریدوں کو جنت میں داخل نہ کرا لوں"

ترے غلاموں میں بھی جو تیرا ہی عکس شان کرم نہ ہوتا
تو بارگاہ ازل سے ان کا خطاب خیرالامم نہ ہوتا

آپ کی نورانی تعلیمات ہر شخص کی رہبری کے لئے ہر جگہ موجود ہیں۔ آپ کے علم و عمل کا تذکرہ ہمیشہ زندہ و تابندہ رہے گا۔

زندگی کتنی تیز رو ہے مگر | ساتھ ساتھ آ رہی ہے تیری یاد

چنانچہ آپ نے اپنے روحانی فیض اور طریقت کی تربیت کو اپنے دور تک ہی محدود نہ رکھا بلکہ ہر دور میں مادہ پرستی کا مقابلہ کرنے کے لئے آپ نے طریقت کا احیاء کیا اور سب سے بڑا یہ کارنامہ سرانجام دیا کہ اپنے روحانی فیوض و برکات سے مستفیض ہونے کے لئے باضابطہ طور پر سلسلہ قادریہ کا اجراء کیا۔ آپ کے بڑھتے چڑھتے ہوئے فیض روحانی کے سبب سلسلہ قادریہ سے منسلک ہو کر دلوں کی سیاہی اور نیتوں کی خرابی ازخود دور ہو جاتی ہے۔ قلب پاک و صاف ہو کر نور وحدت سے معمور ہو جاتا ہے، رذائل خود بخود زائل ہو کر فضائل میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور بندے پر باطنی اسرار کھل جاتے ہیں، پوشیدہ علوم سے آگاہی حاصل ہوتی ہے اور نور الٰہی ہر قدم پر رہنمائی کے لئے موجود ہوتا ہے اس طرح سلسلہ قادریہ خاص راستہ پر چل کر جلد منزل مراد مل جاتی ہے۔ آخر کار انسانی روح پاک و صاف ہو کر روح کائنات سے اس طرح مل جاتی ہے کہ طالب و مطلوب میں کوئی فرق نہیں رہتا، محبوب و محب ایک ہو جاتے ہیں۔ اس قدر جلد کامیابی کسی اور طریقہ میں نظر نہیں آتی۔

قادری گلشن رہے گا تا ابد پھولا پھلا
حشر تک لیتے رہیں گے لوگ نامِ غوثِ پاک

غوث اعظم زندہ باد   احیاء طریقت پائندہ باد

پیرِ پیرانِ جہاں رضی اللہ عنہٗ

اقبال ریاض

نگاہِ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ دین اللہ کی جتنی خدمت فقیروں، بوریا نشینوں اور ولیوں نے کی ہے، امیروں، وزیروں، بادشاہوں اور شہنشاہوں نے اس کا عشر عشیر بھی نہیں کیا۔ یہ اللہ والے ہی تھے جن کی مساعی اور اللہ کی قربت اور محبت نے اس کے دین کو دنیا بھر میں پھیلایا اور لاکھوں گم کردہ راہ انسانوں کا رخ غیر اللہ کی بجائے اللہ کی طرف موڑ دیا اور وہ اس کی وحدت اور یکتائی کے قائل ہو گئے اور پھر کون نہیں جانتا کہ ساری دنیا کے اولیاء اگر ستارے ہیں تو محبوب سبحانی امام العارفین حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ان میں چاند ہیں اور اگر وہ چاند ہیں تو آپ کی ولایت ہر ولی پر فوقیت رکھتی ہے اور ہر بزرگ کی بزرگی پر حاوی اور اعلیٰ ہے۔ چنانچہ آپ کے مواعظ حسنہ اور پند و نصائح کی بدولت ہزارہا یہودی، عیسائی اور اللہ کی واحدانیت سے منکر اور شک و شبہ کا اظہار کرنے والے دوسرے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ انہوں نے حضرت شیخ پیرانِ پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے دست مبارک پر توبہ کی اور دین اللہ کے پیروکار بن گئے۔ انہیں یہ احساس دلایا گیا کہ اسلام نیکی اور سچائی کا درس دیتا ہے اور صرف اسی ایک اللہ کے حضور جھکنے کی ہدایت کرتا ہے جو ساری کائنات کا مالک ہے، اسے سجدہ کرنے والا نہ کسی سے ڈرتا ہے اور نہ کسی سے خوف کھاتا ہے بقول حضرت اقبال

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

شیخ ضیاء الدین ابو نصر موسیٰ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ (صاحبزادہ پیرانِ پیر) سے روایت ہے کہ حضرت ایک بار ایک لق و دق جنگل میں چلے جا رہے تھے۔ کوئی سبزہ گھاس اور پانی دور اور نزدیک تک نظر نہیں آتا تھا۔ پیاس کی بڑی شدت محسوس ہوئی کہ اچانک ابر آگیا اور بارش ہو گئی اور قرب و جوار سرسبز نظر آنے لگے کہ اتنے میں ایک بڑی چمک محسوس ہوئی اور ساتھ ہی آواز آئی کہ "عبد القادر میں تیرا پروردگار ہوں، میں نے تم پر وہ ہر چیز حلال کر دی ہے جو دوسروں پر حرام ہے۔ آپ نے فوراً

اعوذ باللہ پڑھا تو وہ روشنی غائب ہو گئی اور پھر تاریکی چھا گئی تو غیب سے آواز آئی " تو نے محض خدا کی عنایت اور اس پر کامل بھروسے کی بدولت نجات پائی ورنہ میں اب تک ستر اولیاء کو اپنے چنگل میں پھنسا چکا ہوں"

قرآن پاک کا ارشاد بھی ہے اللہ کے نیک بندوں اور اس پر کامل یقین رکھنے والوں پر نہ کوئی خوف مسلط ہوتا ہے اور نہ کوئی غم، چنانچہ محبوب سبحانی حضرت سید محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ " اے مدعی تو مشرک بن کر توحید کا دعویٰ کب تک کرتا رہے گا، کیا تجھ میں یہ طاقت ہے کہ تو رات کے وقت میرے ساتھ خوفناک مقامات پر چلے کہ میرے پاس کوئی ہتھیار نہ ہو اور تو مسلح ہو، پھر بھی دیکھ کون گھبراتا ہے، میں یا تو؟ تو نے پرورش پائی ہے نفاق میں اور میں نے پرورش پائی ہے توحید میں لہٰذا میں خدا کے سوا نہ کسی سے ڈرتا ہوں اور نہ کسی سے پناہ لینے کی ضرورت ہی سمجھتا ہوں۔

آپ اپنی والدہ ماجدہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ حق پرستی اور سچائی کے پیکر تھے اور اس پر عمل کرنا اپنا فرض تصور کرتے تھے۔ آپ ابھی طالبعلم تھے کہ والدہ محترمہ سے چالیس دینار لئے اور ان کی اجازت سے علم کی تحصیل و تکمیل کے لئے ایک قافلے کے ہمراہ جیلان سے بغداد روانہ ہو گئے۔ راستے میں گھوڑوں پر سوار سات رہزن اور ڈاکو سامنے آگئے اور انہوں نے قافلے کو لوٹ لیا، قافلے میں شامل ہر شخص کی تلاشی لی گئی اور ان کے پاس موجود تمام اشیاء اور دولت چھین لی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بھی ایک طرف کھڑے تھے۔ ڈاکوؤں نے آپ کی بھی تلاشی لی لیکن کچھ برآمد نہ ہو سکا جس پر ڈاکوؤں کے سردار نے آپ سے پوچھا اے لڑکے! کیا تمہارے پاس کچھ نہیں ہے؟ جس پر آپ نے جواب دیا میرے پاس چالیس دینار ہیں جو میری والدہ نے مجھے دیئے ہیں۔ سردار نے حیرت سے پوچھا وہ کہاں ہیں؟ تو آپ نے قمیض میں ایک طرف سلائی کئے ہوئے سارے دینار نکال کر دے دیئے۔ ڈاکوؤں کے سردار نے کہا کہ ہمیں تو تلاشی کے باوجود تمہارے پاس سے کچھ نہیں ملا پھر تم نے یہ کیوں بتا دیئے؟۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا جواب تھا کہ مجھے میری ماں کا حکم ہے کہ ہمیشہ سچ بولنا اور صرف اللہ کا خوف پیش نظر رکھنا۔ اس لئے میں نے سچ کہہ دیا ہے۔ ڈاکوؤں کے سردار کے نام احمد تھا وہ اور اس کے ساتھی آپ کی اس سچائی سے اتنے متاثر ہوئے کہ سارا لوٹا ہوا مال قافلے والوں کو واپس کر دیا۔ سردار نے آپ کے ہاتھ پر تائب ہوتے ہوئے وعدہ کیا کہ وہ

آئندہ نہ کسی کی دلآزاری کرے گا اور نہ ہی کسی پر ظلم کرے گا تاکہ اسے اس کی سزا نہ ملے۔

اس دورِ مکافات میں سن اے غافل
بیداد کرے گا آج تو کل پاوے گا

ڈاکوؤں کا سردار احمد تائب ہونے کے بعد نیکی کی راہ پر چل نکلا۔ وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کا پہلا مرید تھا۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہُ رمضان المبارک کے مہینہ کی چاند رات کو پیدا ہوئے۔ آپ دن کو روزہ رکھتے اور کچھ کھاتے پیتے نہیں تھے اور افطار کے وقت والدہ ماجدہ کا دودھ پیتے تھے۔ روایت ہے کہ لوگوں کو ایک بار رمضان المبارک کا چاند شروع ہونے کے بارے میں کچھ شبہ ہو گیا تھا۔ مطلع ابر آلود ہونے کی وجہ سے اس سلسلے میں صحیح اندازہ کرنا مشکل تھا۔ چنانچہ کچھ افراد آپ کی والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ قیاس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ چاند ہو گیا ہے لیکن کچھ شبہ پھر بھی ہے جن پر آپ کی والدہ محترمہ نے فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ آج چاند ہو گیا ہے کیونکہ عبدالقادر نے دودھ نہیں پیا۔ وہ رمضان المبارکؔ کے پورے مہینے میں دودھ نہیں پیتا" آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ ایسے وقت میں اس دنیا میں تشریف لائے جب اندھیرے چھانے لگے تھے اور ماحول پر ایک تاریکی سی نظر آنے لگی تھی۔ آپ نے دین حق کی بے پناہ خدمت کی اور اس کے تحفظ اور سربلندی کے لئے کام کیا۔ نیز فرسودہ رسومات، فرقہ واریت اور قبیلہ پرستی کی حوصلہ شکنی کی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کو اتنی گہری محبت اور عقیدت تھی کہ ربیع الثانی کی ہر گیارہویں تاریخ کو آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہلم کی تقریب منعقد کرتے تھے جس میں عظیم روحانی شخصیات اور بلند ترین ہستیاں بھی شرکت فرماتی تھیں۔ آپ کا یہی سلسلہ عقیدت گیارہویں شریف کے نام سے مشہور ہو گیا جو اب بھی جاری اور ساری ہے۔ حضور اکرم سرور کائنات رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کی اسی محبت اور بے پناہ عقیدت کا ہی نتیجہ ہے کہ آپ کی سچائی، راستبازی اور نیکی نے لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیا اور یہ اعتقاد اور اعتماد سلسلہ قادریہ سے محبت اور لگاؤ کا ضامن بن گیا۔ بقول شاعر

دامنِ مصطفےٰ سے جو لپٹا یگانہ ہو گیا
حضور جس کے ہو گئے اس کا زمانہ ہو گیا

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہُ بڑی پاکیزہ زندگی گذارتے تھے۔ آپ

(باقی صفحہ ۲۲)

مشکل کشا آگئے

سکندر

بندۂ حق، محبِ شہہ دو سرا، ہم غلاموں کے مشکل کشا آگئے
اپنے دامن میں خالق کی رحمت لئے، فرش پر سیدالاولیاء آگئے

ہر ولی نے کہا رہنما آگئے، ہر قطب نے کہا پیشوا آگئے
غوث آپس میں غوثوں سے کہنے لگے، لو مبارک وہ غوث الوریٰ آگئے

جدِ امجد ہیں جن کے حسن مجتبےٰ، جدِ امجد ہیں جن کے شہہِ کربلا
جد اعلےٰ ہیں جن کے حبیبِ خدا، اہل ایمان کے پیشوا آگئے

جن کی ٹھوکر نے مردوں کو زندہ کیا، موجِ دجلہ پہ جن کا مصلےٰ بچھا
چور کو جس نے ابدالِ کامل کیا، وہ خدا کے ولی با صفا آگئے

ان کی گردن پہ ہیں مصطفےٰ کے قدم، سارے ولیوں کی گردن پہ ان کے قدم
جملہ ولیوں میں جو مثلِ ماہتاب ہیں، شمعِ فاران کی وہ ضیاء آگئے

زیرِ دامن جو دنیا میں آجائے گا، حشر میں مغفرت کی شفا پائے گا
یہ ہے وعدہ خدا کا میرے غوث سے، لے کے یہ مژدہ جانفزا آگئے

جب کوئی تازہ افتاد مجھ پر پڑی، سوئے بغداد رخ کر کے آواز دی
دستگیری کو میری سکندر وہیں غوث اعظم بہ فضلِ خدا آگئے

گیارہویں شریف کی شرعی حیثیت

مفتی خلیل الرحمان قادری گلوزی
مہتمم دارالعلوم شیر ربانی حاجی آباد شکر پورہ روڈ پشاور

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

می تجھ کو ہے گیارہویں غوث اعظم | تیرے جد کی ہے بارہویں غوث اعظم

تمام برادران اسلام کو معلوم ہونا چاہئے کہ گیارہویں شریف کی مبارک تقریب صرف یہ نہیں کہ پاکستان میں منعقد کی جاتی ہے بلکہ تمام بلاد عرب و عجم میں بزرگان دین و اہل ایمان اس کا اہتمام کرتے آئے ہیں اور تا قیامت کرتے رہیں گے۔ ہمارے ملک پاکستان و ہندوستان میں اس کی شہادت سب سے پہلے حضرت العلامہ محقق محدث شیخ عبدالحق دہلوی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے دی ہے، فرماتے ہیں "بے شک ہمارے ملک ہندوستان میں آج کل عرس پاک حضرت غوث الاعظم قدس سرہ یعنی گیارہویں شریف کی گیارہویں تاریخ مشہور ہے اور یہی تاریخ آپ کی ہندی اولاد و مشائخ میں متعارف ہے"۔

شیخ ابوالمحانی سید موسیٰ الحسینی نے فرمایا ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کے استاد اور پیر امام عبدالوہاب متقی کی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ بھی اسی تاریخ کو گیارہویں شریف کا ختم دلایا کرتے تھے اور ان کے مشائخ حضرات بھی۔

(ماثبت ممن السنۃ ص ۱۲۴)

گیارہویں شریف:

درحقیقت گیارہویں شریف غوث کائنات حضرت محبوب سبحانی، قطب ربانی، شہباز لامکانی غوث اعظم سید شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح پُرفتوح کو ایصالِ ثواب کرنے کا نام ہے اور ایصالِ ثواب کا ثبوت قرآن کریم، احادیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم اور سلف صالحین کی کتب اور اقوال سے اظہر من الشمس ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

والذین جاوا من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان (سورۃ حشر آیت ۲۸)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں، اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں۔

الذین یحملون العرش ومن حولہ یسبحون بحمد ربھم (سورہ مؤمن آیہ ۲۴)

ترجمہ: اور وہ فرشتے جو عرش اُٹھاتے ہیں اور جو اس کے اردگرد ہیں اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور مسلمانوں کے لئے دعاءِ مغفرت مانگتے ہیں، اے رب ہمارے تیری رحمت اور علم میں ہر چیز سمائی ہے تو انہیں بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلے۔

احادیث شریف

(۱) عن عائشہ رضي اللہ تعالٰي عنھا قالت ان رجلا قال للنبي صلي اللہ تعالٰي علیہ وآلہ وسلم ان امي افتلتت نفسھا واظنھا لو تکلمت تصدقت فھل لھا اجر ان تصدقت عنھا قال نعم (متفق علیہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۶۲۔

(یہ حدیث شریف بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے)

ترجمہ: اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کی کہ بے شک میری والدہ اچانک فوت ہو چکی ہے اور میرا خیال ہے کہ اگر وہ بات کرتی تو صدقہ کرنے کی وصیت کرتی اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو اس کا ثواب پہنچے گا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں (یعنی تمہارے صدقہ کا ثواب تمہاری والدہ کو پہنچے گا)۔

(۲) عن عبداللہ بن عباس رضي اللہ تعالٰي عنھما قال قال رسول اللہ صلي اللہ تعالٰي علیہ وآلہ وسلم ما المیت في القبر الا کالغریق ----- الحدیث بطولہ (رواہ البیھقي في شعب الایمان مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۰۹)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور پُرنُور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا مُردہ کا حال قبر میں اس فریاد کرنے والے کی طرح ہے جو ڈوب رہا ہو، مُردہ انتظار کرتا ہے کہ اس کا باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے کوئی صدقہ یا دعا پہنچے اور جب اس میت کو کسی ایک کی دعا پہنچتی ہے تو اس دعا کا پہنچنا اس کو دنیا کی تمام لذتوں سے محبوب تر ہوتا ہے۔

(۳) عن انس عن النبي صلي الله تعالٰي عليه وآله وسلم قال سمعت رسول الله صلي الله تعالٰي عليه وآله وسلم يقول ما من اهل ميت يموت منهم ميت فيصدقون عنه بعد موته الا اهداها له جبرئيل علي طبق من نور ثم يقف علي شيفر القبر فيقول يا صاحب القبر العميق ----- الحديث بطوله اخرج الطبراني في الاوسط (شرح الصدور صفحه ۱۲۹)

ترجمہ: روایت ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے سُنا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہ فرماتے تھے جن لوگوں میں سے کوئی فوت ہو جاتا ہے پھر وہ اہل خانہ اس مردہ کے لئے صدقہ کرتے ہیں اس کے مرنے کے بعد تو حضرت جبرائیل علیہ السلام اس صدقہ کو ایک نُورانی طبق میں لے کر اس مُردہ کی قبر پر جا کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور یوں پکارتے ہیں اے عمیق (گہری) قبر والے یہ ہدیہ ہے تیرے اہل نے تجھے ہدیہ کیا ہے تو اس کو قبول کر پھر وہ قبر میں داخل ہوتا ہے تو مردہ بہت زیادہ خوش ہوتا ہے اور اس کے پڑوسی غمگین ہو جاتے ہیں اس لئے کہ انہیں کسی نے کوئی صدقہ خیرات، دعا نہیں بھیجی ہے۔

(۴) واخرج الطبراني في الاوسط عن ابي هريرة رضي الله تعالٰي عنهُ قال قال رسول الله صلي الله تعالٰي عليه وآله وسلم من حج عن ميت فللذي حج عنه مثل اجره (شرح الصدور، علامه جلال الدين سيوطي رحمت الله تعالٰي عليه صفحه ۱۲۹)

ترجمہ: طبرانی نے اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ سے روایت نقل کی ہے کہا انہوں نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ جس نے کسی مُردہ کی طرف

سے حج ادا کیا تو اس حج ادا کرنے والے کے لئے اتنا ہی اجر ہے جتنا اجر اس مردہ کے لئے ہے۔

(۵) اخرج ابو محمد السمرقندي في فضائل قل هو الله احد ---- الخ، عن علي رضي الله تعالٰي عنهٗ مرفوعا من مر علي المقابر و قرا قل هوا الله احد الخ۔ احدي عشرة مرة ثم وهب اجره للاموات اعطي من الاجر بعد الاموات

(شرح الصدور صفحہ ۱۳۰)

ترجمہ: ابو محمد سمرقندی نے قل ھو اللہ احد سورہ کے فضائل میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مرفوعاً حدیث شریف روایت کی ہے جو کوئی بھی کسی قبرستان کے پاس سے گذرے اور گیارہ مرتبہ سورہ قل ھو اللہ احد پڑھے پھر اس کا ثواب اس قبرستان کے مردوں کو بخش دے تو اس ..رستان میں جتنے مردے ہیں ان کی تعداد کے مطابق اللہ تعالیٰ اس پڑھنے والے کو بھی اجر عطا فرمائے گا۔

(٦) اخرج ابو القاسم سعدي علي الزنجاني في فوائده عن ابي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلي الله عليه و آله وسلم من دخل المقابر ثم قرا فاتحة الكتاب و قل هو الله احد الخ، والهاكم التكاثر۔ ثم قال اللهم اني جعلت ثواب ما قرات من كلامك لاهل المقابر من المؤمنين والمؤمنات كانوا شفعاء له الي الله تعالٰي

(شرح الصدور بشرح حال الموتي والقبور، صفحہ ۱۳۰)

ترجمہ: ابو القاسم سعدی علی زنجانی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے فوائد میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت نقل کی ہے، کہا ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کہ فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو کوئی بھی قبرستان میں داخل ہو جائے اور سورۂ فاتحہ اور سورہ قل ھو اللہ احد اور سورہ الھاکم التکاثر پڑھے اور پھر یوں کہے کہ اے میرے رب میں نے تیرے کلام پاک میں سے جو تلاوت کی اس کا ثواب میں نے اس قبرستان میں مدفون تمام مومنین و مومنات کی روحوں کو بخش دیا تو اس قبرستان کے تمام اموات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قیامت کے دن اس ثواب بخشنے والے کے لئے شفاعت کریں گے انتہٰی۔

تنبیہ: بخوف طوالت چند حدیثیں مرقوم کی گئیں ورنہ اس ضمن میں احادیثِ کثیرہ موجود ہیں جس سے اہل علم حضرات بخوبی آگاہ ہیں۔

اب میں سلف وصالحین کی کتابوں اور اقوال سے کچھ حوالے پیش کرتا ہوں۔

حضرت شیخ محقق محدث عبدالحق دہلوی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

"مستحب است کے تصدق کردہ شود از میت بعد از رفتن او تا ہفت روز و تصدق از میت --- نفع می کند او را بے خلاف میان اہلِ علم و وارد شدہ است در ان احادیث صحیحہ خصوصاً آب و بعض از علماء گفتہ اند کہ نمی رسد میت را مگر صدقہ و دعا و در بعض روایات آمدہ است کہ روح میت می آید بخانہ خود در شب جمعہ پس نظر کند کہ تصدق می کنند از وے یا نہ۔

(اشعۃ اللمعات، جلد اول، صفحہ ۷۶۲)

ترجمہ: اگر کوئی فوت ہو جائے اور اس دارِ فانی سے رخصت ہو جائے تو مستحب ہے کہ میت کی طرف سے سات دن تک صدقہ دیا جائے، علماء کرام کا اس میں اتفاق ہے کہ صدقہ میت کی طرف سے دینا فائدہ مند ہے اور اس بارے میں صحیح احادیث شریفہ وارد ہیں خصوصاً پانی کے متعلق بعض علماء نے فرمایا ہے کہ میت کو صرف صدقہ اور دعا پہنچتی ہے۔ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ میت کی روح جمعہ کی رات اپنے گھر آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کی طرف سے اہلِ خانہ صدقہ خیرات کرتے ہیں یا کہ نہیں۔ امام الائمہ حضرت شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

قال ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما كان رسول الله صلي الله عليه و آله وسلم يحث علي الدعاء والصدقة----الي آخره (كشف الغمه، صفحه ۲۵۱)

ترجمہ: شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مُردوں کے لئے ان کے رشتہ داروں اور ان کے بھائیوں کو دُعا،صدقہ، خیرات اور نیکیوں کا تحفہ بھیجنے کی بہت ہی زیادہ تحریص فرمایا کرتے تھے کہ یہ سب چیزیں مردوں کو نفع دیتی ہیں۔

حضرت علامۂ دوران مولانا اخون درویزہ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں "در "انیس الاتقیاء" مسطور است کہ چو مردہ را دفن کنند و در خانہ بیایند ہمدردان روز باید کہ چیزے تصدق از جہت او بکنند کہ مطلق رسید نیست و بدو میرسد" (اخون درویزہ ننگرہاری، ارشاد الطالبین، ص ۲۵۰)

ترجمہ: "انیس الاتقیاء" میں مرقوم ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد جب گھر واپس آ جائیں تو اسی دن مردہ کی طرف سے صدقہ خیرات کریں کہ اس کو پہنچتا ہے اور معتزلہ اس کے خلاف ہیں یعنی ان کے نزدیک مردہ کو صدقہ وغیرہ نہیں پہنچتا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ ابو یزید قرطبی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سُن رکھا تھا کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھے گا اس کو آتش دوزخ سے نجات ملے گی۔ لہٰذا میں نے ایک نصاب یعنی ستر ہزار کی تعداد اپنی بیوی کے لئے پڑھا اور ایک نصاب خود اپنے لئے پڑھکر کر ذخیرہ آخرت بنایا۔ ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہ صاحبِ کشف ہیں، جنت دوزخ کا بھی اس کو کشف ہو جاتا ہے لیکن مجھے اس کی صحت میں تردد تھا۔ ایک مرتبہ وہ نوجوان ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا کہ دفعتاً اس نے ایک چیخ ماری اور سانس پھولنے لگا اور کہنے لگا کہ میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے اس کی یہ حالت مجھے نظر آئی۔ قرطبی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ میں اس کی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا مجھے خیال آیا کہ ایک نصاب یعنی ستر ہزار بار کلمہ اس کی ماں کو بخش دوں۔ چنانچہ میں نے ایک نصاب اس کی ماں کو بخش دیا۔ میرے اس کلمہ پڑھنے کی خبر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ تھی مگر وہ نوجوان فوراً کہنے لگا چچا میری ماں دوزخ کی آگ سے ہٹا دی گئی۔ قرطبی کہتے ہیں کہ مجھے اس واقعے سے دو فائدے ہوئے ایک تو اس برکت کا جو ستر ہزار کی مقدار میں میں نے سُنی تھی اس کا تجربہ ہوا اور دوسرے اس نوجوان کی سچائی کا یقین ہو گیا۔ (فضائل ذکر صفحہ ۸۴ - ۸۵)

یہی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب فرماتے ہیں کہ امام نووی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے "مسلم شریف" کی شرح میں تحریر فرمایا ہے کہ صدقہ کا ثواب میت کو پہنچنے میں مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہی مذہبِ حق ہے اور بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ میت کو اس کے مرنے کے بعد ثواب نہیں پہنچتا یہ قطعاً باطل ہے اور کھلی خطا ہے، یہ قرآن کریم کے خلاف ہے یہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی احادیث کے سراسر خلاف ہے اور یہ اجماعِ امت کے بھی خلاف ہے۔ لہٰذا ان کا یہ قول ہرگز قابلِ التفات نہیں۔ (فضائل صدقات، صفحہ ۹۵، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مصنف "تبلیغی نصاب" مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، انڈیا)۔

"خزینۃ الاصفیاء" ص ۲۸۳ کی فارسی متن کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔

ترجمہ: حضرت شیخ محمد داؤد کا یہ معمول تھا کہ ہر سال حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کے سالیانہ عرس کی رات کو بہت بڑی مجلس کا انعقاد فرمایا کرتے جس میں ختمِ قرآن اور ذکر و اذکار ہوا کرتا اور وافر طعام مہیا فرما کر غرباء اور فقراء میں تقسیم کیا کرتے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کے عرس کے موقع پر ان کا ہاتھ بالکل خالی تھا اور ان کے پاس کچھ رقم بھی نہ تھی تب حضرت شیخ محمد داؤد رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے خلیفہ خاص شیخ سوندھا رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کو فرمایا کہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کے عرس (گیارہویں شریف) میں خرچ کرنے کے لئے کسی دوست سے کچھ رقم قرضِ حسنہ لے لیں۔ حضرت شیخ داؤد رحمت اللہ تعالیٰ علیہ اپنے خلیفہ شیخ سوندھا کو یہ ارشاد فرما کر خود حجرہ شریف میں قیلولہ کے لئے چلے گئے۔ کچھ دیر بعد جب قیلولہ سے بیدار ہوئے تو شیخ سوندھا کو طلب فرما کر ان کو فرمایا کہ عرس (گیارہویں شریف) میں خرچ کرنے کے لئے کسی سے بھی قرض رقم نہ لینا کیونکہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہُ نے خود عرس کا خرچہ عطا فرما دیا اور اس کارِ خیر میں مدد فرمائی۔

یعنی جب میں قیلولہ کرنے گیا تو حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کی روح پُرفتوح تشریف فرما کر مجھے گیارہ روپیہ نقد اور ایک اشرفی عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اس رقم کو عرس (گیارہویں شریف) کے مصارف میں خرچ کرو۔ اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ گیارہویں شریف کرنا بالکل جائز امر ہے اور اس سے حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہُ بہت خوش ہوتے ہیں یہاں تک کہ روحانی طور پر امداد بھی فرما دیا کرتے ہیں، سبحان اللہ۔

فرمایا کہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کے عرس (گیارہویں شریف) میں خرچ کرنے کے لئے کسی دوست سے کچھ رقم قرض حسنہ لیں۔ حضرت شیخ داؤد رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے خلیفہ شیخ سوندھا کو یہ ارشاد فرما کر خود حجرہ شریف میں قیلولہ کے لئے چلے گئے کچھ دیر بعد جب قیلولہ سے بیدار ہوئے تو شیخ سوندھا کو طلب فرما کر ان کو فرمایا کہ عرس (گیارہویں شریف) میں خرچہ کرنے کے لئے کسی سے قرض رقم نہ لینا۔ کیونکہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود عرس (گیارہویں شریف) کا خرچہ عطا فرما دیا اور اس کارِ خیر میں مدد فرمائی۔ یعنی جب میں قیلولہ کرنے گیا تو حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کی روح پُرفتوح تشریف آوری فرما کر

مجھے گیارہ روپیہ نقد اور ایک اشرفی عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اس رقم کو عرس (گیارہویں شریف) کے مصارف میں خرچ کرو جب میں بیدار ہوا تو مذکورہ رقم میرے ہاتھ میں موجود تھی لہذا قرض لینے کی ضرورت نہیں۔

تنبیہ: اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ گیارہویں شریف منانا کار خیر اور ایک جائز امر ہے اور اس سے حضرت غوث اعظم قدس سرہ نہایت خوش ہوتے ہیں، یہاں تک کہ روحانی طور پر امداد بھی فرما دیا کرتے ہیں۔ اگر گیارہویں شریف منانا بدعت اور ناجائز ہوتی تو حضرت غوث اعظم قدس سرہٗ کا روحانیت سے حضرت شیخ محمد داؤد رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ امداد کرنے کے کیا معنی بلکہ بجائے اس کے ضروری تھا کہ حضور غوث پاک قدس سرہ روحانیت ہی سے شیخ محمد داؤد کو اس فعل سے منع کرتے (ماخوذ از ماہنامہ "رضائے مصطفےٰ" گوجرانوالہ، ماہ ربیع الآخر ۱۴۱۸ھ)

بڑی گیارہویں شریف:

یوں تو اہل ذوق ہر ماہ حضرت غوث اعظم، محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا عرس مبارک مناتے اور گیارہویں شریف کی فاتحہ دلاتے ہیں لیکن اس ماہ میں چونکہ آپ کا وصال ہوا تھا اس لئے اسے بڑی گیارہویں شریف کا مہینہ بھی کہا جاتا ہے۔ گیارہویں شریف علماء اہلسنت و بزرگان ملت کے معمولات میں سے ہے۔ ("رضائے مصطفےٰ"، صفحہ ۵)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ جو کل ہند و پاک کے علماء حدیث کے استاذ ہیں گیارہویں شریف سرکاری طور پر منائے جانے کا ثبوت پیش فرماتے ہیں کہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے روضہ مبارک پر گیارہویں تاریخ کو بادشاہ وغیرہ شہر کے اکابرین جمع ہوتے، نماز عصر کے بعد مغرب تک کلام اللہ کی تلاوت کرتے اور حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی مدح میں قصائد اور منقبت پڑھتے، مغرب کے بعد سجادہ نشین درمیان میں تشریف فرما ہوتے اور ان کے ارد گرد مریدین حلقہ بگوش بیٹھ کر ذکر جہر کرتے اسی حالت میں بعض پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی۔ اس کے بعد طعام شرینی جو نیاز تیار کی ہوتی تقسیم کی جاتی اور نماز عشاء پڑھ کر لوگ رخصت ہو جاتے۔ (ملفوظات عزیزی فارسی، صفحہ ۶۲)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب "کلمات الطیبات" میں مکتوبات مرزا مظہر جان جاناں رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک مکتوب میں ہے کہ حضرت مرزا

مظہر جان جاناں رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک وسیع چبوترہ دیکھا جس میں بہت سے اولیاء اللہ حلقہ باندھ کر مراقبہ میں ہیں اور ان کے درمیان حضرت خواجہؒ نقشبند دو زانو اور حضرت جنید رحمت اللہ تعالیٰ علیہ تکیہ لگا کر بیٹھے ہیں۔ استغناء ماسواء اللہ و کیفیات فنا آپ میں جلوہ نما ہیں پھر یہ سب حضرات کھڑے ہو گئے اور چل دیئے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ معاملہ کیا ہے؟ تو ان میں کسی نے بتایا کہ امیر المومنین حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے استقبال کے لئے جا رہے ہیں۔ پس حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم تشریف لائے، آپ کے ساتھ ایک گلیم پوش سر اور پاؤں سے برہنہ ژولیدہ بال بھی ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ان کے ہاتھ کو نہایت عزت اور عظمت کے ساتھ اپنے ہاتھ مبارک میں لیا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں تو جواب ملا کہ یہ خیر التابعین حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہُ ہیں۔ پھر ایک حجرہ شریف ظاہر ہوا جو نہایت ہی صاف تھا اور اس پر نور کی بارش ہو رہی تھی یہ تمام باکمال بزرگ اس میں داخل ہو گئے، میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو ایک شخص نے کہا کہ امروز عرس حضرت غوث الثقلین است بتقریب عرس تشریف بردند یعنی آج حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کا عرس (گیارہویں شریف) ہے، عرس پاک کی تقریب پر تشریف لے گئے ہیں (کلمات طیبات فارسی، مطبوعہ دہلی، صفحہ ۷۸)

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

دوم آنکہ بہئیت اجتماعیہ مردمان کثیر جمع شوند و ختم کلام اللہ و فاتحہ بر شرینی و طعام نمودہ تقسیم درمیان حاضران کنند ایں قسم معمول در زمانہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و خلفائے راشدین نبود اگر کسے ایں طور کند باک نیست بلکہ فائدہ اموات را حاصل میشود (فتاوی عزیزیہ ص ۴۵)

ترجمہ: دوسرے یہ کہ بہت سے لوگ جمع ہوں اور ختم قرآن پڑھ کر اور کھانے شیرینی پر فاتحہ کر کے حاضرین میں تقسیم کریں یہ قسم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں مروج نہ تھی لیکن اگر کوئی کرے تو حرج نہیں بلکہ زندوں کی طرف سے مردوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ مولانا جلال الدین کو لکھتے ہیں "اعراس پیران بر سنت پیران بسماع و صفائی جاری دارند" (مکتوب نمبر ۱۸۲) یعنی پیروں کا عرس پیروں کے طریقہ سے قوالی اور صفائی کے ساتھ جاری رکھیں (جاء الحق، جلد ۱، صفحہ ۲۳۳)

علامہ مفتی غلام سرور لاہوری "خزینۃ الاصفیاء" میں فرماتے ہیں

"و عرس سالینہ آنحضرت (غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) در ہندوستان بتاریخ یازدہم و بعضے بہفدہم ربیع الثانی میکنند و در بغداد ہفدہم ماہ مذکور میشود و مزار پرُانور محبوب پروردگار در اشرف البلاد بغداد در مدرسہ باب الزرج واقع شدہ و باید دانست کہ خوارق عادات و کرامات کہ از آں سید کائنات بوقوع آمدہ اند و باید اند ازہیچ کدام ولی اللہ سرزد نگشتہ کہ در بہجۃ الاسرار و تحفہ قادریہ و انیس القادریہ و مناقب غوثیہ وغیرہ مفصل و مشروح مذکور الا ---- الخ

(خزینۃ الاصفیاء جلد ۱، صفحہ ۹۹)

ترجمہ: اور حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا سالانہ عرس (گیارہویں شریف) ہندوستان میں گیارہویں اور بعض حضرات سترہویں ربیع الثانی کو مناتے ہیں اور بغداد شریف میں ماہِ مذکور ربیع الثانی کی سترہ تاریخ کو منائی جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے محبوب غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا مزار پر انوار گوہر بار اشرف البلاد بغداد شریف کے مدرسہ کے باب الزرج میں واقع ہے اور یہ بات بھی جان لینا چاہیئے کہ خوارقِ عادات اور کرامات جتنے کہ آپ سیّدِ کائنات (غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) سے ظہور پذیر ہوئے ہیں اتنے اور کسی ایک ولی اللہ سے بھی ظہور پذیر نہیں ہوئے جو بہجۃ الاسرار، تحفہ قادریہ، انیس القادریہ اور مناقبِ غوثیہ وغیرہ کتب میں بہت تفصیل و تشریح کے ساتھ مذکور ہیں، خواہش ہو تو وہاں دیکھیں۔

"سیف المقلدین" میں ہے

"اگر از اعمال احیاء مر مردگاں را فائدہ نبودے پس شارع علیہ السلام چگونہ روا داشتی و قائم گذاشتے و نیز --- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از طرف امت خود چرا قربانی فرمودندی و در کلام ربانی برائے دعاء در حق والدین و دیگر مومنین چگونہ تعلیما صدر گشتی رب اغفرلي والوالدي والمومنين يوم يقوم الحساب"

(سیف المقلدین، حصہ دوم، سوال ششم، صفحہ ۲۷۵)

ترجمہ: اگر زندوں کے اعمال سے مُردوں کو فائدہ نہ ہوتا تو شارع علیہ السلام اس کو کیوں جائز رکھتے اور پھر یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی اُمت کی طرف سے قربانی کیوں فرماتے اور قرآنِ کریم میں والدین اور دیگر مؤمنین کے حق میں دُعا کرنے کے لئے تعلیماً کیوں یہ آیت شریف نازل ہوتی ---- رب اغفرلي الي آخره)

اسی کتاب میں آگے چل کر فرماتے ہیں

"۔ در "بحر الرائق" مینوسید الاصل ان للسان لہ ان یجعل ثواب علمہ لغیرہ صلوٰۃ او صوما صدقۃ او قرآۃ آن او ذکرا او طواف او حجا او عمرۃ و غیر ذلک عند اصحابنا اھل السنۃ (سیف المقلدین حصہ دوم، صفحہ ۳۸۱)

یعنی "بحر الرائق" میں ہے کہ اصل اس باب میں یہ ہے کہ آدمی کے لئے شرعاً یہ اختیار ثابت ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو بخش دے چاہے وہ نماز کا ثواب ہو، یا روزہ کا، یا صدقہ خیرات کا، یا قرآنِ کریم کی تلاوت کا، یا ذکرِ الٰہی کا، یا طوافِ کعبہ کا یا حج اور عمرہ کا، یا ان کے علاوہ کسی بھی نیکی کا ثواب ہو ----- انتہٰی۔

"بہارِ شریعت" میں ہے تیجہ، دسواں، چالیسواں، ششماہی، برسی کے مصارف میں بھی یہی تفصیل ہے کہ اپنے مال سے جو چاہے کرے اور میت کو ثواب پہنچائے۔

(بہارِ شریعت حصہ چہارم صفحہ ۱۱۵)

"شرحِ عقائد" میں۔

و فی دعا الاحیاء للاموات و صدقتھم ای صدقۃ الاحیاء عنھم نفع لھم ای للاموات خلافا للمعتزلۃ (شرح عقائد نسفی صفحہ ۲۵۲)

ترجمہ: زندہ لوگ جو وصال شدہ حضرات کے لئے دعا مانگتے ہیں اور ان کی طرف سے صدقات کرتے ہیں اس کا وصال شدہ لوگوں کو نفع پہنچتا ہے اور مُعتزلہ کا اس میں خلاف ہے یعنی وہ منکر ہیں اس کے کہ ایصالِ ثواب سے ان کو فائدہ ہوتا ہے (توضیح البیان صفحہ ۱۴۴)

مُروجہ ایصالِ ثواب

و مما رزقنھم ینفقون کے متعلق صدر الافاضل رحمت اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا "راہِ خدا میں خرچ کرنے سے یا زکوٰۃ مراد ہے جیسے دوسری جگہ فرمایا (یقیمون الصلوٰۃ و یوتون الزکوۃ) یا مطلق انفاق مراد ہے خواہ فرض و واجب ہو جیسے زکوٰۃ و نذر اپنا اور اپنے اہل کا نفقہ وغیرہ خواہ مستحب ہو جیسے صدقاتِ نافلہ، اموات کا ایصالِ ثواب مثلاً گیارہویں شریف فاتحہ --- تیجہ (تیسرا) --- چالیسواں وغیرہ بھی اس میں داخل ہیں کہ وہ سب صدقاتِ نافلہ ہیں اور قرآن پاک کا پڑھنا کلمہ شریف کا پڑھنا نیکی کے ساتھ اور نیکی ملا کر اجر و ثواب بڑھ جاتا ہے (توضیح البیان صفحہ ۱۲۵)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمت اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ عباداتِ مالیہ سے مُردوں

کو نفع اور ثواب حاصل ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ (جامع البرکات، مسائل اربعین صفحہ ۲)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جمہور فقہاء کرام رحمت اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حکم فرمایا ہے کہ ہر عبادت کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔

(تذکرہ الموتیٰ والقبور صفحہ ۴۲)

ایصالِ ثواب کے لئے تعین یوم کی وضاحت

گذشتہ سطور میں میں نے ایصالِ ثواب کا شرعی ثبوت فراہم کیا۔ اب میں ایصالِ ثواب کے لئے کسی دن کو مقرر کرنے کے متعلق کچھ وضاحت کرنا چاہتا ہوں جس کی وجہ یہ ہے کہ منکرین و مخالفین ہمیشہ یہ رٹ لگاتے رہتے کہ گیارہویں شریف کے لئے گیارہویں تاریخ کا تقرر بدعت اور حرام ہے۔ اس بارے "توضیح البیان" کی عبارت ملاحظہ فرماویں۔ "ایصالِ ثواب معین تاریخوں میں بلاشبہ جائز ہے کیونکہ دلائلِ شرعیہ سے ایصالِ ثواب کے حکمِ کلی کا جواز ثابت ہے اور ایسا غوجی کے طالبعلم سے بھی یہ امر مخفی نہیں ہے کہ کلی اپنے افراد کے ضمن میں پائی جاتی ہے پس سوئم چہلم، عرس گیارہویں شریف وغیرہ ایصالِ ثواب کے افراد ہیں اور جس طرح کلی بغیر افراد کے پایا جانا باطل ہے اس طرح نفس ایصالِ ثواب کا بغیر کسی معین دن کے پایا جانا باطل ہے (توضیح البیان صفحہ ۱۴۶)

اکابرین علماء دیوبند کے مقتداء اور پیر روشن ضمیر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب فرماتے ہیں

"نفس ایصالِ ثواب ارواح اموات میں کسی کو کوئی کلام نہیں اس میں تخصیص اور تعین کو موقوف علیہ ثواب کا سمجھے یا فرض و واجب اعتقاد کرے تو ممنوع ہے اور اگر یہ اعتقاد نہیں بلکہ کوئی مصلحت باعثِ تقیید ہئیت کذائیہ ہے تو کچھ حرج نہیں جیسا کہ بمصلحت نماز میں سورہ خاص معین کرنے کو فقہاء و محققین نے جائز رکھا ہے (فیصلہ ہفت مسئلہ صفحہ ۸)

ظاہر ہے کہ اہلسنت ان عرفی تاریخوں کو فرض یا واجب اور ان کے علاوہ دوسری تاریخوں کو حرام نہیں سمجھتے ہیں بلکہ اس پر بھی عمل کرتے ہیں۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت سے ظاہر ہوا کہ کسی مصلحت کی وجہ سے اگر ایصالِ ثواب کے لئے کسی تاریخ کا تعین کیا جائے تو یہ جائز ہے اور اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے ہم کو ظہر کی نماز پڑھنے کا حکم دیا اور یہ حکم مطلق ہے ظہر کی نماز اپنے پورا وقت میں

سے جس وقت بھی پڑھ لی جائے ادا ہو جائے گی ،لیکن اس کے باوجود مساجد میں ادائیگی کا وقت معین کر دیا جاتا ہے کہیں ظہر ڈیڑھ بجے ہوتی ہے اور کہیں دو بجے اور کہیں اڑھائی بجے۔ لیکن یہ تعینِ عرفی ہوتا ہے اور اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ ان معین اوقات کے علاوہ اگر پہلے یا بعد نماز ادا کی گئی تو نماز ناجائز ہو گی۔ اسی طرح سوئم، چہلم، عرس گیارہویں شریف وغیرہ کا معاملہ ہے ان ایام کا تعینِ عرفی ہے اور ان ایام کے پہلے یا بعد بھی اگر ایصالِ ثواب کیا جائے تو بالکل بلاشبہ جائز ہے (توضیح البیان صفحہ ۱۴۱)

حضرت شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فتویٰ ملاحظہ کریں

"در حدیث شریف است کہ یہود عرض کردند در حضور جناب نبوت کہ حق تعالیٰ نصرت حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام و غرق فرعون دریں روز بردہ است برائے شکرانہ او روزہ میگیریم۔ جناب نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرمودند انا احق من وغابذمۃ الي موسيٰ فصام یوم عاشورا و امر الناس بصامہ و نیز حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ را وصیت فرمودند بصوم یوم دو شنبہ و فرمودند فیہ ولدت و فیہ انزل علی و فیہ ھاجرت و فیہ اموت بنابریں یاد کردن تاریخ و آں ماہ رسم مردم افتاد و اگرچہ فی الحقیقت یاد داشتن آنروز و ز فائدہ ندانست زیرا کہ وقت تصدق و دعا ہمیشہ است ----- بطولہ (توضیح البیان صفحہ ۱۵۰)

ترجمہ: حدیث شریف میں ہے کہ یہود نے جناب نبوت میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد اور غرق فرعون یوم عاشورہ میں کیا اس لئے ہم اس دن روزہ رکھتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہم موسیٰ علیہ السلام کا شکرانہ ادا کرنے کے زیادہ حقدار ہیں پس آپ نے عاشورہ کا خود روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی حکم فرمایا۔ اور نیز حضور علیہ السلام نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیر کے دن روزہ رکھنے کی وصیت فرمائی اور فرمایا کہ میں اس دن پیدا ہوا اور اس دن میں مجھ پر قرآن نازل ہوا اور اسی دن میں نے ہجرت کی اور اسی دن مجھے وفات ہو گی بنا بریں تاریخ وصول و وصل کو یاد رکھنے کی لوگوں میں رسم پڑ گئی اگرچہ حقیقت میں اس دن کی کوئی خصوصیت نہیں ہے کیونکہ صدقہ اور دعا کا وقت ہمیشہ ہے لیکن جب لوگ ان خاص دنوں میں ایصالِ ثواب کرتے ہیں تو ان کے فوت شدہ اقارب کو ان خاص دنوں میں وصول ثواب کا انتظار کرتے ہیں اور کشف سے ثابت ہوا ہے کہ اس قسم کے ایام میں ارواح جمع ہوتی ہیں پس ختمِ دعا اور کھانا کھلانے کے ثواب سے ان کی امداد کرنا بدعت

مباحہ ہے اور اس میں کسی قسم کی قباحت نہیں ہے۔ (فتاویٰ شاہ رفیع الدین صفحہ ۱۴)
صاف معلوم ہوا کہ مذکورہ امور میں ایصالِ ثواب کے لئے کسی تاریخ کا معین کرنا شرعاً جائز ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تعینِ یوم پر تصریح۔

سوال: تعین و تقرر یک روز بعد از سالے بنا بر زیارت قبور بزرگان جائز ست یا ناجائز؟
جواب: رفتن بر قبور بعد سالے در یک روز معین دریں سہ صورت است کہ اول اینکہ یک روز معین نمودہ یک شخص یا دو شخص بغیر ہئیت اجتماعیہ مردمان کثیر بر قبور محض بناء بر زیارت و استغفار روند ایں قدر از روئے روایات ثابت است و در تفسیر در منثور نقل نمودہ کہ ہر سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر مقابر میرفتند و دعاء برائے اہل قبور مے نمودند ایں قدر ثابت و مستحب است دوم آنکہ بہئیت اجتماعیہ مردمان کثیر جمع شوند و ختم کلام اللہ کنند و فاتحہ بر شرینی یا طعام نمودہ تقسیم درمیان حاضران نمایند ایں قسم معمول در زمانہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و خلفاء راشدین نبود اگر کسے ایں طور بکند باک نیست زیرا کہ دریں قسم قبح نیست بلکہ فائدہ احیاء و اموات را حاصل مے شود۔ سوم --- الیٰ آخرہ بطولہ (فتاویٰ عزیزی، جلد ۱ صفحہ ۳۸)

ترجمہ: سوال: سال کے بعد ایک دن کو زیارتِ قبور کے لئے معین کر لینا جائز ہے یا نہیں؟
جواب: سال کے بعد ایک دن معین کر کے قبر پر جانے کی کئی صورتیں ہیں۔ اول ایک یا دو شخص بغیر ہئیت اجتماعیہ کے قبر پر جائیں اور زیارت اور دعا وغیرہ کریں تو یہ از روئے روایات ثابت ہے۔ تفسیر "در منثور" میں نقل ہے کہ ہر سال آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مقابر میں اہلِ قبور کی دعا کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ امام رازی کی تفسیر کبیر جلد ۵، صفحہ ۲۰ پر بھی اس قسم کی روایات موجود ہیں۔
دوم: ہئیتِ اجتماعیہ سے کثیر لوگ جمع ہوں اور ختمِ قرآن کریں یہ قسم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ اقدس اور عہدِ خلفائے راشدین میں معمول نہ تھی لیکن اگر کوئی اس طرح کرے تو حرج نہیں ہے۔ سوم: لباسِ فاخرہ پہن کر عید کی طرح شاداں و فرحاں قبر پر ایک معین دن میں جمع ہوں اور قبر پر رقص و سرود کی محفل سجائیں اور قبر پر سجدہ و طواف کریں یہ قسم حرام و ممنوع ہے بلکہ حدِ کفر تک پہنچتی ہے اور یہی ان دو حدیثوں کا مطلب ہے جن میں ہے کہ میری قبر کو عید نہ بناؤ، اے اللہ میری قبر کو پوجا کئے جانے والا بت نہ بنانا۔ یہ

دونوں احادیث مشکوٰۃ شریف میں بھی مذکور ہیں۔

نوٹ: شاہ صاحب کے استفتاء کی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ ایصالِ ثواب کے لئے تقررِ یوم بالکل جائز ہے فافہم۔

"توضیح البیان" میں ہے شاہ صاحب کے اس تفصیلی جواب سے ظاہر ہوا کہ عرس وغیرہ کے لئے دن معین کر کے ایصالِ ثواب کرنا طعام و شیرینی پر فاتحہ پڑھنا، ختم قرآن کرنا یہ سب جائز ہیں اور مدارِ حرمتِ قبر کے لئے سجدہ طواف کرنا اور رقص و سرود کا ارتکاب ہے نہ کہ تعینِ یوم (توضیح البیان صفحہ ۱۵۴)

شاہ صاحب کی مذکورہ عبارت استفتاء کے علاوہ اس سے زیادہ واضح اور صریح عبارت ملاحظہ فرماویں۔ حضرت شاہ صاحب کے ایک معاصر نے ان پر ہر سال شاہ ولی اللہ صاحب کا عرس منانے پر اعتراض کیا اور کہا "وعرس بزرگان خود بر خود فرض دانستہ سال بسال و مقبرہ اجتماع کردہ طعام و شیرینی در آنجا بردہ تقسیم نمود و ثناء عبد مے کند (فتاویٰ عزیزی جلد ۱ صفحہ ۴۵)

ترجمہ: انہوں (شاہ صاحب) نے اپنے بزرگوں کے عرس کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے سال کے سال مقابر پر جاتے ہیں، طعام و شیرینی تقسیم کرتے ہیں اور انسانوں کی تعریف میں مشغول رہتے ہیں۔

اب اس سوال (اعتراض) کا جواب شاہ صاحب کے قلم سے ملاحظہ فرماویں

"این طعن مبنی است بر جہل از احوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر فرائض شرعیہ را ہیچ کس فرض نمیداند۔ آرے زیارت و تبرک بقبور صالحین و امداد ایشان بایصال ثواب و تلاوت قرآن و دعا خیر و تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن و خوب است باجماع علماء و تعین روز عرس برائے آنست کہ آں روز مذکر انتقال ایشان مے باشد از دار العمل بدار الثواب (فتاوی عزیزی جلد ۱ صفحہ ۴۹)

ترجمہ: یہ اعتراض ہمارے حال سے ناواقفیت پر مبنی ہے کیونکہ غیر فرائضِ شرعیہ کو کوئی شخص بھی فرض نہیں جانتا۔

ہاں قبورِ صالحین کی زیارت اور ان سے برکت حاصل کرنا اور ثواب سے ان کی امداد کرنا اور تلاوت قرآن و دعا خیر کرنا اور کھانا اور شیرینی تقسیم کرنا باجماع علماء امر مستحسن اور خوب ہے اور روز عرس کا تعین اس لئے ہے کہ اسی دن ان کا وصال ہوا اور یہ دن ان کے وصال کی یاد دلاتا ہے۔

انتباہ: شاہ صاحب رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ عبارت تعینِ یومِ عرس گیارہویں وغیرہ کے ایصالِ ثواب کے لئے نصِ صریح ہے جس میں کوئی خفا نہیں اس سے صاف معلوم ہوا کہ شاہ صاحب عبدالعزیز محدث دہلوی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ ہر سال تاریخِ معینہ پر اپنے والد بزرگوار کا عرس کیا کرتے تھے۔

مخالفین و منکرین آئے دن علماء اہلِ سنت زادہم اللہ علماء و شرفاء پر کیچڑ اچھالتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایصالِ ثواب تو ٹھیک ہے لیکن اس کے لئے تاریخ مقرر کرنا جیسے کہ اعراس بزرگانِ دین اور گیارہویں شریف حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سوئم چہلم سالینہ مقررہ تاریخوں پر کئے جاتے ہیں، یہ بدعت، حرام اور ناجائز ہیں۔ افسوس اور صد افسوس کا مقام ہے کہ آج تک ان دم بریدہ مولویوں کو یہ تک پتہ نہیں چلا کہ بدعت ہے کیا چیز اور بدعت کس چیز کا نام ہے؟ یہ مخالفین کہتے ہیں کہ ایصالِ ثواب کے لئے تعینِ تاریخ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور گمراہی جہنم میں ہے۔ تو بقول ان نام نہاد دین فروش خوفِ خدا سے نڈر مولویوں نے کے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ بدعتی ٹھہرے اور گمراہ ہوئے (العیاذ باللہ من قولهم الشنيع) حالانکہ حضرت شاہ صاحب ہند و پاک کے جلیل القدر جید علماء کرام کے استاذ ہیں ان خود ساختہ اور خریدی ہوئی اسناد سے بنے ہوئے مولویوں کو شاہ صاحب رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کی مندرجہ بالا عبارت غور سے پڑھنی چاہئے اور بار بار پڑھنی چاہئے۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت فرما دے۔

ایک دلچسپ مکالمہ ملاحظہ فرماویں

وہابیوں کے مستند پیشوا اور مقتدا سرفراز صاحب لکھتے ہیں

(۱) کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے گیارہویں شریف دینے کا حکم فرمایا ہے؟ (تنقید متین صفحہ ۵۴)

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی جزئیہ کے سنت ہونے کا مدار اس امر پر ہو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بالخصوص اس جزئیہ کا حکم فرمایا ہو تو دنیا میں بے شمار جزئیات سنت ہونے سے رہ جائیں گے مثلاً وعظ و تبلیغ کرنا سنت ہے پس اب کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بالخصوص سرفراز صاحب کو وعظ کرنے کا حکم فرمایا ہے؟ اگر ایسا ہے تو اس کی صحیح سند مطلوب ہے ورنہ ثابت ہوا کہ سرفراز صاجب کا وعظ کرنا

بدعت ہے۔

(۲) دوسرا سوال سرفراز صاحب کا یہ ہے

کسی کے ایصالِ ثواب کے لئے دنوں کی تعین کا فرمان دیا گیا ہے اس کی سند صحیح باحوالہ مطلوب ہے اور پھر تو گیارہویں شریف سنت ہے ورنہ ہرگز نہیں (تنقیدِ متین صفحہ ۵۲)

علامہ غلام رسول سعیدی نے اس کا جواب یوں فرمایا ہے

اس کے جواب میں گذارش ہے کہ آپ جو جمعہ میں خطبہ سے پہلے وعظ کرتے ہیں کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس تعین کا حکم دیا ہے اگر دیا گیا ہے تو اس کی صحیح سند باحوالہ مطلوب ہے تو پھر یہ سنت ہے ورنہ ہرگز نہیں۔ چلئے آپ کے جمعہ کا وعظ بھی بدعت ہو کر جہنم کی نذر ہو گیا بلکہ سنیت کا جو قاعدہ آپ نے باندھا ہے اسے تو خدا کے فضل سے آپ کا ہر وہ کام جسے آپ سنت سمجھ کر کرتے ہیں بدعت قرار پائے گا کیونکہ ہم کہیں گے کہ آپ کے اصول سے یہ سنت تب ہو گا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بالخصوص اس کے تعین کا حکم دیا ہو ورنہ بدعت ہو گا اور تعین پر صحیح سند باحوالہ آپ لا نہیں سکتے لہٰذا سر سے پاؤں تک بدعت آپ کا احاطہ کرے گی اور ابتداء سے انتہاء تک آپ کا ہر عمل بدعت کی زد میں آجائے گا اور پھر آپ کا ٹھکانا کہاں ہو گا؟ یہ آپ سوچیں۔ ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی (توضیح البیان صفحہ ۱۶۰ - ۱۶۹)

آخر میں اکابرینِ علماءِ دیوبند کے استاد و روحانی مقتدا اور پیشوا کا ارشاد ملاحظہ فرماویں،

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

"نفس ایصالِ ثواب ارواح اموات میں کسی کو کلام نہیں۔ اس میں بھی تخصیص و تعین کو موقوف علیہ ثواب کا سمجھے یا فرض واجب اعتقاد کرے تو ممنوع ہے اور اگر یہ اعتقاد نہیں بلکہ کوئی مصلحت باعث تقیید ہئیت کذائیہ ہے تو کچھ حرج نہیں جیسا کہ بمصلحت نماز میں سورۂ خاص معین کرنے کو فقہاء و محققین نے جائز رکھا ہے (فیصلہ ہفت مسئلہ، صفحہ ۸)

ظاہر ہے کہ اہلِ سنت والجماعت تعین تاریخ کو فرض و واجب نہیں جانتے بلکہ متعدد مصلحتوں کی وجہ سے تاریخ کا تعین کیا جاتا ہے اور بقول حاجی امداد اللہ صاحب یہ بالکل جائز ہے۔

گیارہویں شریف کے مخالفین کا ایک اعتراض اور اس کا جواب:

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت کو جس طرح دنیاء اسلام و

اولیائے کرام میں مقبولیت و محبوبیت حاصل ہے اسی طرح آپ کا ماہانہ عرس و گیارہویں شریف بھی بفضلہ تعالیٰ اسی محبوبیت کا ایک مظاہرہ و ثمرہ ہے مگر منکرین شانِ ولایت جس طرح مقام ولایت و غوثیت کے مخالف ہیں اسی طرح آپ کی گیارہویں شریف و ایصالِ ثواب کو روکنے کے لئے بھی نہایت ڈھٹائی سے حکم قرآنی وما اھل بہ لغیر اللّٰہ میں تحریف کر کے اسے گیارہویں شریف پر چسپاں کر کے حرام ٹھہراتے اور یہ تاثر دیتے ہیں کہ گیارہویں شریف پر چونکہ غیراللہ کا نام آگیا ہے اس لئے یہ حرام ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ

قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل لغیر اللّٰہ بہ-----الایہ

(پارہ ٦ رکوع ۵)

ترجمہ: تم پر حرام ہے مردار، خون اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا (کنزالایمان)

مخالفین آیۂ مبارکہ کا مذکورہ مفہوم جو بیان کرتے ہیں اس کی معنوی تحریف کے مترادف ہے کیونکہ اس کا اصل مطلب وہی ہے جو حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جملہ تفاسیر و مباحث کا خلاصہ و نچوڑ پیش کرتے ہوئے "کنزالایمان" میں لکھا ہے کہ اس سے مراد وہ جانور ہے جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا۔ اور یہی معنی عقل و نقل کے مطابق ہے اس لئے کہ اس میں ان مشرکین کا رد ہے جو بوقت ذبح بسم اللات والعزیٰ پکارتے تھے لہٰذا اس کے بالمقابل بوقت ذبح بسم اللّٰہ اللّٰہ اکبر کی تعلیم دی گئی۔ اگر وقت ذبح کا لحاظ نہ کیا جائے اور مطلقاً ہمہ وقت ہر چیز پر غیر خدا کے نام کا اطلاق حرام قرار دیا جائے تو پھر دنیا میں کوئی چیز حرام ہونے سے بچ نہ سکے گی۔ اس لئے کہ حیوانات، مکانات، دکانات، اولاد، زوجات وغیرہا سب پر غیر خدا کے نام کا اطلاق و استعمال ہوتا ہے۔ تو کیا منکرین گیارہویں شریف ان سب کو حرام قرار دیں گے؟ اگر جواب نفی میں ہے تو پھر صرف گیارہویں شریف ہی کو کیوں نشانہ بنایا جاتا ہے؟ کیا یہ بغض و عناد کا مظاہرہ نہیں ہے؟

(رضائے مصطفےٰ صفحہ ٦ ---- ربیع الآخر ۱۴۱۷ ھجری)

وما اھل لغیر اللّٰہ کا ترجمہ چند تفاسیر سے پیش خدمت ہے

علامہ آلوسی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ وما اھل لغیر اللہ بہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں

اي رفع الصوت لغير الله تعالي عنه عند ذبحه و المراد بالاهلال هنا ذكر ما

يذبح له كاللات والعزي (تفسير روح المعاني جلد ۱، صفحه ۵۲)

ترجمہ: یعنی ذبح کے وقت غیر اللہ کے لئے آواز بلند کرنا اور ہلال سے مراد یہاں اس کا ذکر کرنا ہے جس کے لئے جانور ذبح کیا جاوے مثلاً لات عزیٰ وغیرہ۔

علامہ ابو سعود اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں "(وما اهل به لغير الله) اي رفع به الصوت عند ذبحه للصنم (غیر اللہ کے نام کو بوقت ذبح بلند کیا جاوے)

تفسیر "بیضاوی" میں ہے اي رفع به الصوت عند ذبحه للصنم یعنی غیر اللہ کے نام کو بوقت ذبح بلند کیا جائے۔

تفسیر "جلالین" میں ہے اي ذبح علي اسم غيره یعنی غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے۔

تفسیر "روح البیان" میں ہے ما رفع به الصوت عند ذبحه للصنم یعنی جس پر ذبح کے وقت آواز بتوں کے لئے بلند کی گئی ہو۔

تفسیر "مدارک" میں ہے اي ذبح للاصنام جو بتوں کے لئے ذبح کیا گیا ہو۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ وما اھل لغیر اللہ بہ کے تحت فرماتے ہیں یعنی بنام خدا ذبح کردہ نشدہ باشد (اشعۃ اللمعات جلد ۲، صفحہ ۴۷۹) یعنی جو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح نہ کیا گیا ہو۔

امام ابوبکر الحنفی المتوفی ۳۷۰ھ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں

"ولا خلاف بين المسلمين ان المراد به الذبيحة اذا اهل بها لغير الله عند

الذبح" (احكام القرآن جلد ۱، صفحه ۱۵۱)

ترجمہ: اور مسلمانوں کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ ما سے مراد وہ ذبیحہ ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔

مندرجہ بالا حوالہ جات سے صاف معلوم ہوا کہ منکرین آیت مذکورہ کا معنی و مفہوم جو بیان کرتے ہیں وہ بالکل غلط اور قرآن کریم میں تحریف ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اس مسئلہ میں علماء حق اہلسنت والجماعت کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ سب علماء مفسرین و فقہاء کرام

کا متفقہ فیصلہ اور فتویٰ ہے کہ گیارہویں شریف کا کھانا اور اولیائے کرام کے ایصالِ ثواب کے لئے جو جانور ذبح کئے جاتے ہیں ان کا کھانا بلا چون و چرا جائز، حلال اور طیب ہے۔

رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما (وما اھل بہ لغیر اللہ کی تفسیر یوں فرماتے ہیں ماذبح لغیر اسم اللہ عمداللاصنام

ترجمہ: یعنی اس جانور کا کھانا حرام ہے جس کو عمداً قصداً بتوں کے لئے ذبح کیا جائے اور بوقت ذبح اس پر اللہ کو چھوڑ کر کسی بُت (معبود باطل) کا نام لیا جائے۔

(تفسیر ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، پارہ ۲ صفحہ ۱۸)

وضاحت: مندرجہ بالا عبارت سے صریحاً یہ وضاحت ہو گئی کہ جس جانور کو بوقتِ ذبح لات، منات وغیرہ اصنام کا نام لے کر ذبح کیا جائے اس کا کھانا حرام ہے اور اگر کسی ولی اللہ کے ایصالِ ثواب کے لئے جانور پر اللہ تعالیٰ کا نام یعنی بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا جائے تو وہ بالکل حلال ہے۔ اولیاء اللہ کی طرف گائے، بکرا وغیرہ منسوب کرنے کا اصل مطلب و مقصد ان کی ارواحِ طیبات کو ایصالِ ثواب کرنا ہے جو ادلہ شرعیہ سے ثابت ہے۔

تنبیہ: محض کسی جانور کو کسی کی طرف منسوب کرنے ہی سے اگر وہ حرام ہو جاتا ہے تو پھر مخالفینِ قربانی اور عقیقہ کرنا بھی چھوڑ دیں اور ان کی حرمت کا فتویٰ بھی جاری کریں کیونکہ قربانی اور عقیقہ میں بھی جس جانور کو ذبح کیا جاتا ہے اس کو شخص معین کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ تفسیر "خازن" میں (وما اھل بہ لغیر اللہ) کے تحت مرقوم ہے یعنی

وما ذبح اللاصنام والطواغیت و اصل الاھلال رفع الصوت و ذلک انھم کانوا یرفعون اصواتھم بذکر الھیتم اذا ابھائم - الخ (تفسیر خازن جلد ۱ صفحہ ۱۱۹)

ترجمہ: یعنی وما اھل لغیر اللہ سے مراد وہ جانور ہیں جو باطل معبودوں اور بتوں کے لئے خاص کر ذبح کئے جاتے تھے اور اھلال کا معنی آواز کو بلند کرنا ہے اور یہ ایسی بات ہے کہ کفار جانوروں کو ذبح کرتے وقت اپنے معبودوں کا نام بلند آواز سے لیا کرتے۔ ظاہر ہے کہ ایسے مذبوحہ کا کھانا عند اہلسنت والجماعت بھی حرام ہے اب اگر مانعین ایک پاک طیب جانور کے کھانے کو حرام کہتے ہیں تو ان کے پاس قرآن کریم میں تحریف کے علاوہ اور کون سی دلیل ہے۔

(تفسیر خازن، جلد ۱، صفحہ ۱۱۹)

تفسیرِ احمدی جو مسلک احناف کی مستند اور معتمد تفسیر ہے (وما اھل بہ لغیر اللہ)

کے تحت فرماتے ہیں "معناہ ذبح لاسم غیر اللہ مثل لات و عزي و اسماء الانبیاء و غیر ذلك الي ان قال و من ھسھنا علم ان البقرۃ المنذورۃ الاولیاء کما ھو الرسم في زماننا حلال طیب لم یذکر اسم غیر اللہ علیھا وقت الذبح و ان کانوا نیذرونھالہ-----الخ (تفسیر احمدي، پارہ ۲، صفحہ ۳۹)

ترجمہ: معنی یہ ہے کہ جانور کو ذبح کرتے وقت اس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام اگر لیا جائے مثلاً لات ، عزیٰ وغیرہ کا جبکہ یہ کافروں کے معبود تھے یا کسی پیغمبر علیہ السلام یا کسی اور کا تو اس مذبوحہ کا کھانا حرام ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر یعنی بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا گیا تو اس کا کھانا بالکل جائز ہے۔ مفسر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں اور یہیں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ وہ گائے وغیرہ جو اولیاء اللہ کے ایصالِ ثواب کی نیت سے مانی جاتی ہے جیسے کہ ہمارے زمانے میں عام رواج ہے جب اس پر ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے تو وہ بالکل پاک اور حلال ہے اور اس کا کھانا بالکل درست ہے اگرچہ وہ مانی جاتی ہے اولیاء اللہ کے لئے۔ اُستادِ سلطان عالمگیر بادشاہ علامہ ملا جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دو ٹوک الفاظ میں فیصلہ سُنا دیا اور یہ فیصلہ اس زمانے سے متعلق ہے جس زمانے میں مستند اور معتبر "فتاویٰ عالمگیری" کی تصنیف ہو رہی تھی اور ہزاروں جید متبع شریعت علماء و مشائخ عظام موجود تھے مگر کسی ایک عالم نے بھی اختلاف نہ فرمایا (وہ ایسے علماء نہ تھے جیسے کہ آج کل کے ایک سہ روزہ سے آدمی عالم بن جاتا ہے) بلکہ وہ علماءِ حق اور علماءِ ربانی تھے۔ البتہ اختلاف کیا بھی اگر تو نجدی کے پیروکاروں نے جیسے کہ اشرف علی تھانوی صاحب نے اپنی تفسیر "بیان القرآن" میں اختلاف کیا ہے جو قابل اشاعت نہیں اور لا یعوابہ ہے گویا کہ "تفسیر احمدی" کے مصنف علامہ ملا جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے یہ دنیا کے تمام اسلامی ممالک کے چیدہ اور برگزیدہ ہزاروں علماءِ کرام کا متفق علیہ فیصلہ ہے کہ اس میں اختلاف سوائے نجدی کے پیروکاروں کے اور کوئی کر ہی نہیں سکتا۔ وہ نجدی جس نے اسلام اور مسلمانوں کا بیڑا غرق کر دیا۔ ربِّ ذوالجلال اپنے محبوبِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل نجدیوں کو ہدایت فرمائے یا پھر ان کا بیڑا غرق کرے۔

"ھدیہ" میں ہے و ذبیحۃ المسلم والکتابي حلال الي آخرہ اس کے حاشیہ نمبر ۴ پر درج ہے

و ذبیحة الکتابي فیما اذا لم یذکر وقت الذبح اسم عزیر علیه السلام او ر اسم المسیح علیه السلام و اما اذا ذکر ذلك فلا تحل کما لا یحل ذبیحة المسلم اذا ذکر وقت الذبح غیر اسم الله تعالي ----لقوله تعالي و ما اهل به لغیر الله----

فحال الکتابي في ذلك لا یکون اعلي من حال المسلم

(ہدایہ آخرین، جلد ۴، صفحہ ۳۶۸)

ترجمہ: جس جانور کو مسلمان یا اہل کتاب ذبح کر دے اس کا کھانا حلال ہے حاشیہ نمبر ۴ پر درج ہے یعنی اہل کتاب کا ذبیحہ اس وقت حلال ہے جبکہ اس نے ذبح کے وقت اس پر عزیر علیہ السلام یا عیسیٰ علیہ السلام کا نام نہ لیا ہو بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کا نام لیا ہو اور اگر اہل کتاب نے ذبح کے وقت ذبیحہ پر عزیر علیہ السلام یا عیسیٰ علیہ السلام کا نام لیا ہو تو اس کا کھانا حرام ہے جیسے کہ حلال نہیں ذبیحہ اس مسلمان کا جس نے ذبح کے وقت ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لے کر کسی اور کا نام لیا ہو۔ بوجہ قول باری تعالیٰ کے کہ ----و ما اہل بہ لغیر اللہ، ہے۔

وضاحت: مصنف ہدایہ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے ایسی وضاحت فرما دی جس کے خلاف سوائے معاند اور ہٹ دھرم کے کوئی بھی لب کشائی نہیں کر سکتا، عبارت مذکورہ سے صریحاً ثابت ہوا کہ و ما اہل بہ لغیر اللہ کا معنی و مطلب یہی ہے کہ ذبیحہ پر عند الذبح اگر بسم اللہ اللہ اکبر نہ کہا گیا ہو تو اس کا کھانا یقیناً حرام ہے مزید تفصیل و معلومات کے لئے اگر کسی کا شوق ہو تو مذکورہ حوالہ کے تحت "ہدایہ شریف" دیکھ سکتا ہے۔ مذکورہ عبارت سے مکمل طور پر یہ بات ثابت ہو گئی کہ جو جانور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا جاتا ہے اور ایصالِ ثواب کے لئے اس کا ثواب والدین یا کسی ولی اللہ بالخصوص حضرت محبوب سبحانی، غوث صمدانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی روح پر فتوح پر ہدیہ کیا جاتا ہے اس جانور کا گوشت کھانا شرعاً بالکل جائز و درست اور یہی ہے مسلک اہل سنت والجماعت کا اور یہی ہے عقیدہ تمام مسلمانوں کا جو اس کے خلاف ہے وہ دائرہ اہلِ سنت سے خارج بلکہ من الخوارج ہے۔

تفسیر "ضیاء القرآن" کی عبارت غور سے پڑھیں اور پھر اس پر عمل شروع کریں اسی میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ کہ و ما اہل بہ لغیر اللہ۔ یعنی اور حرام کیا ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر وہ جانور، بلند کیا گیا ہو جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام

(حاشیہ ۱۹۶) میں فرماتے ہیں میں نے اس کا ترجمہ کیا ہے اور وہ جانور جس پر بلند کیا گیا ہو ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام---- میں نے اس ترجمہ میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کے فارسی ترجمہ کا اتباع کیا ہے۔ قرآن کریم میں یہ آیت شریف چار بار آئی ہے اور ہر جگہ حضرت شاہ صاحب نے یہی ترجمہ کیا ہے۔ اور ما اھل کے لفظی ترجمہ میں وقت ذبح کی قید ہمیشہ ملحوظ رکھی ہے۔ مثلاً آپ نے اس آیت کا ترجمہ "و آنچہ آواز بلند کردہ شود در ذبح وے بغیر خدا ---- کے الفاظ سے کیا ہے۔

فتح الرحمن اور تمام مفسرین کرام نے اس آیت شریف کا یہی معنی بیان فرمایا ہے۔

میں امام ابوبکر جصاص کی عبارت نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ امام ابوبکر فرماتے ہیں ولا خلاف بین المسلمین ان المراد به الذبیحة اذا اھل بها لغیر الله عند الذبح

ترجمہ: یعنی سب مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ اس سے مراد وہ ذبیحہ ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے (مزید تحقیق کے لئے خواہش مند حضرات تفاسیر قرطبی، تفسیرِ مظہری، تفسیر بیضاوی، تفسیرِ روح المعانی، تفسیرِ ابن کثیر، تفسیرِ کبیر وغیرہ ملاحظہ فرماویں بعض لوگ ان چیزوں کو بھی حرام کہہ دیتے ہیں جن پر کسی ولی اللہ یا نبی علیہ السلام کا نام لے دیا جائے خواہ ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے نام ہی سے کیوں نہ ذبح کیا گیا ہو کیونکہ اس طرح مشرکین کے مشرکانہ عمل سے تشبیہ ہو جاتی ہے کیونکہ وہ بھی اپنے بتوں کے نام لے دیا کرتے تھے لیکن اگر نظرِ انصاف سے دیکھا جائے تو مسلمانوں کے اس عمل کو مشرکین کے عمل سے ظاہری یا باطنی صوری یا معنوی کسی قسم کی بھی مشابہت نہیں۔ کفار جب ایسے جانوروں کو ذبح کرتے تھے تو اپنے بتوں کا نام لے کر ان کے گلے پر چھری پھیرتے، وہ کہتے تھے باسم اللات والعزیٰ لات اور عزیٰ کے نام سے ہم ذبح کرتے ہیں اور مسلمان ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی کا نام لینا گوارا ہی نہیں کرتے۔ اس لئے ظاہری مشابہت نہ ہوئی۔ نیز کافر ان جانوروں کو ذبح کرتے تو ان بتوں کی عبادت کی نیت سے ان کی جان تلف کرتے۔ کسی کو ثواب پہنچانا مقصود نہ ہوتا اور مسلمان کسی غیر خدا کی عبادت کی نیت سے یا کسی کی خاطر ان کی جان تلف نہیں کرتے بلکہ ان کی نیت یہی ہوتی ہے کہ جانور کو اللہ تعالیٰ کے نام سے ذبح کرنے کے بعد یا یہ کھانا پکانے کے بعد فقراء اور عام مسلمان کھائیں گے اور اس کا جو ثواب ہوگا وہ فلاں صاحب کی روح کو پہنچے۔ واضح ہو گیا ہے کہ مسلمانوں کے عمل اور مشرکین کے طریقہ

میں زمین و آسمان سے بھی زیادہ فرق ہے۔ ہاں اگر کوئی ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام لے یا کسی غیر خدا کی عبادت کے لئے کسی جانور کی جان تلف کرے تو اس چیز کے حرام ہونے اور ایسا کرنے والے کے مشرک و مرتد ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اگر مقصد صرف ایصالِ ثواب ہو جیسا کہ ہر کلمہ گو کا مقصد ہوا کرتا ہے تو اس کو طرح طرح کی تاویلات سے حرام کہنا اور مسلمانوں پر شرک کا فتویٰ دیتے چلے جانا کسی عالم کو زیب نہیں دیتا۔

(تفسیر ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ الازہری، سورۃ البقرہ، صفحہ ۱۱۶)

التماس:

نہایت محنت سے میں نے جو مستند حوالے پیش کئے ان سے صاف ثابت ہوا کہ گیارہویں شریف حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ شرعاً منانا بلا چون و چرا بالکل جائز اور درست ہے۔

(۲) گیارہویں شریف کے لئے تاریخ معین کرنا بنا بر مصالح بلاشبہ جائز ہے۔

(۳) گیارہویں شریف میں ایصالِ ثواب کے لئے جو جانور ذبح کیا جاتا ہے اس کا گوشت کھانا شرعاً بالکل حلال و طیب ہے۔

راقم الحروف ربِ ذوالجلال کی بارگاہ میں قوی امید رکھتا ہے کہ ہمارے ان پیش کردہ حوالوں سے وہ لوگ بھی راہ راست پر آجائیں گے جو اب تک اس مسئلہ میں مخالفت کرتے رہے ہیں اور معتقدین کی پختگی عقائد کے لئے ممد و معاون ثابت ہوں گے۔

محمدؐ کی محبت دینِ حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

رنگ و بوئے مصطفےٰ

محبوب الٰہی عطاؔ

سر بہ خم بہرِ سلامی ہیں جہاں قطب و ولی
آپ کا دربار وہ دربار ہے غوثِ جلی

التجا سُن لو میری بہرِ حسین ابن علیؑ[1]
کیجئے چشم کرم مجھ پر بھی یاغوث جلی

رنگ و بوئے مصطفےٰ سے کس قدر مسرور ہیں
گلشنِ بغداد کا ہر ایک گل، ہر اک کلی

نورِ حق سے اس کا دل بے شک منور ہو گیا
جس کے دل میں مشعلِ عشق محی الدیں جلی

وہ جناب شاہ جیلانی کی ذاتِ پاک ہے
سر سے میرے ہر مصیبت جن کے صدقے میں ٹلی

گلشن طیبہ کی بے شک دیکھ لی اس نے بہار
اے عطاؔء دیکھی ہے جس نے شاہ جیلاں کی گلی

---

[1] تھوڑے سے تصرف کے ساتھ
التجا سن لو میری بہر حسن ابن علی

حضور غوثِ اعظم کا علم و فضل

قاری جاوید اقبال (ایم اے)

حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی الملقب بہ غوث اعظم والثقلین نوراللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ میں بغداد شریف میں تخت پر بیٹھا ہوا تھا کہ حضور خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ سوار تھے اور آپ کی ایک جانب حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

یا موسیٰ افي امتك رجل هكذا؟

(اے موسیٰ (علیہ السلام) کیا آپ کی اُمت میں بھی اس شان کا کوئی شخص ہے؟

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام علیہ السلام نے جواب دیا ”لا“ نہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مجھے خلعت پہنائی، (قلائد الجواہر ص ۲۲، بہ اہتمام سیرت غوث الثقلین ص ۸۲)

شیخ عمر الکیمانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کی مجالس شریفہ میں سے کوئی ایسی مجلس نہیں ہوتی تھی جس میں یہود و نصاریٰ اسلام قبول نہ کرتے ہوں، یا ڈاکو، قزاق، قاتل، مفسد اور بداعتقاد لوگ آپ کے دست حق پرست پر توبہ نہ کرتے ہوں (بہجۃ الاسرار، صفحہ ۹۶، قلائد الجواہر ص ۱۸، سیرت الثقلین صفحہ ۸۰، اخبار الاخیار فارسی صفحہ ۱۹)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے علم و فضل سے متعلق مقام و مرتبہ پر قلمی کاوش کے زیر اثر مندرجہ بالا دو اقتباسات قارئین کی نذر اس لئے کرنا ضروری سمجھے ہیں کہ متعلقہ موضوع حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا علم و فضل کے بارے میں کچھ لکھنے سے پیشتر ان کی جامع اور واضح شخصیت کی اکملیت سامنے آجائے۔ اس شخصیت کی اکملیت اور اس کے تزکیہ و طہارت اور بساط علم و فضل کے بارے میں ختم المرسلین ایک پیغمبر کی زبان سے یہ کہلوا دے کہ اس کی امت ہیں حضور خاتم النبین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں سے شیخ عبدالقادر جیلانی جیسی شخصیت پیدا نہ ہو سکی۔ بعنوان دیگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے وجود باسعادت پر ناز ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کی امت میں شیخ عبدالقادر جیلانی جیسے مردِ باصفا کی خلقت ہوئی جس کے حسن تکلم، اخلاق کریمانہ اور فکر یگانہ اور کمال علم و فضل کا یہ اثر تھا کہ یہود و نصاریٰ جیسے دلائل و براہین رکھنے والے اسلام کے اس بطل عظیم اور بحر علم کے سامنے صداقت و حقائق اسلام کا اعتراف کرتے ہوئے لوائے اسلام کے سائے میں پناہ لینے پر مجبور ہو جائیں اور زمانے کے مفسدالاعمال لوگ عادات مفسدہ سے تائب ہو کر اسلام کے سچے پیروکار بن جائیں۔ دراصل آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت کی یہ ہمہ گیری اور تقویٰ اور تزکیہ کے پس منظر میں آپ کی وہ علمی شخصیت ہے جس کی اکملیت و عظمت کا دار و مدار وہ سرمایہ علم ہے جو اعلے کردار اور بلند افکار سے مربوط ہے۔

قبل اس سے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمال علم و فضل سے متعلق کچھ کہا جائے بعض ان حقیقتوں کا انکشاف ضروری سمجھتا ہوں جن کی روشنی میں یہ طے کیا جا سکے کہ باطن کے دروازے سے روحانی قوی کی مضمرات تک پہنچنا کیسے ممکن ہوتا ہے اور یہ کہ انسان کی ارتقائی حالت میں معراج کی منزل کا پا لینا کس طرح ممکن ہے اور یہ بھی واضح ہونا نہایت ضروری ہے کہ علم کا وہ حصہ جو معرفت کی کھڑکی کو کھولتا ہے اس کا حصول کیونکر ممکن ہے؟ سو یہ چند ایسے سوالات ہیں جن کو سامنے رکھتے ہوئے محض عقلی قوت کے سہارے سے اور معروف حیثیت کی علمی بساط کے تناظر میں ان سوالات کا تشفی بخش جواب مشکل تو ضرور ہے لیکن جب وہ وجدان کی پشت پناہی عقلی ارتقاء میں شامل ہو جائے تو اسی حقیقت کو بسہولت پا لیا جاتا ہے کہ اصل قوت وہ علمی تحریک ہے جس کی پشت پناہی میں وجدان و کشف کی قوت شامل ہو جو خاصہ ہے ان صوفیائے کرام اور اولیاء عظام کے مزاج کا جو اللہ کے نور کی شعاعوں سے اپنے کردار و افکار کا تعین کرتے ہیں اور یہ بات میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ انسانوں کے ہجوم میں صرف وہی لوگ اللہ کے نور سے مستفیض ہیں جنہیں مقام ولایت حاصل ہے اور یہ ولایت مشروط ہے ایمان سے، لیکن یہاں پر ایمان کی عظمت و حقیقت سے وہی لوگ بخوبی واقف ہیں جو ایمان اس انداز سے لائے جو مشیت ایزدی کا تقاضا ہے کیونکہ محض قولی ایمان گرچہ بے ایمانی کی کیفیت سے بہتر ہی سہی لیکن ایمان کے اس درجے پر نہیں جو حالت حال میں موجود ہوتا ہے اس لئے یہ اولیائے کرام کیفیت قول سے زیادہ کیفیت حال میں ہوتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالے اس ایمان کا تقاضا کرتے ہیں جو قول سے آگے حال و کردار کا ایمان ہو۔ قرآن مجید میں ہے اے ایمان والو! ایمان لے آؤ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم اور یوم آخرت پر۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان والوں سے بھی ایمان کا مطالبہ ایمان کے ضمن میں کسی اور شے کی طلب ہے جس کا مطلب یہ اولیاء اللہ ہی بہتر طرح سے سمجھتے ہیں اور اسی پر ثابت قدم بھی رہتے ہیں۔ پس جو اس مطالبے کے ضمن میں اپنے ایمان کو ولایت کے درجے تک لے جاتے ہیں انہیں اللہ کا نور نصیب ہو جاتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے، اللہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی (نور) کی طرف لے آتا ہے۔ سو اس نورانی عالم میں آ جانا بہت بڑی سعادت ہے چونکہ اللہ نے اپنی ہستی کا تعارف اللہ نور السموت والارض کہہ کر کروایا ہے یعنی اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور یہ تمام آیات خداوندی جو آسمانوں یا زمین پر ہیں اسی نور کا کرشمہ ہیں لیکن اس حقیقت کو بھی پیش نظر رکھنا ہو گا کہ نور السموت والارض کے ذیل میں جو خلقت ہے انہیں بھی وہ چند آیات اللہ اشیاء ہیں جو اللہ کے نور سے مستفیض ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے خلق اللّٰہ الخلق في ظلمة ثم القي علیه نور (اللہ تعالےٰ نے تمام مخلوق کو ظلمت یعنی اندھیرے میں پیدا کیا پھر اپنے نور سے مستفیض کیا)

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے اس قرآن مجید کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کی طرف پیش کیا تو انہوں نے اس بار عظیم کو سنبھالنے سے انکار کر دیا تو انسان نے اس کو قبول کر لیا، بے شک یہ انسان ظلمت میں رہنے والا جاہل تھا۔

پس ظلمت و جہالت ہی ایک ایسی شے ہے جو دیگر بے روح ساکت و جامد شے کی طرح انسان کو بھی غیر متحرک بنا دیتی ہے۔ لیکن جب انسان علم و آگہی سے اپنے عقل و خرد کو سنوارتا ہے تو وہ ظلمت و جہالت کے ماضی سے نکل کر نور و علم کے حال میں داخل ہوتا ہے اور اسے اس لئے بھی نور و علم میں داخل ہونے کی ضرورت ہے کہ جس بار گراں کو اس نے اٹھایا وہ بھی سراپا نور ہے یعنی نور کو قبول کرنے والا کس طرح ظلمت و جہالت میں رہ سکتا ہے۔ سو اس نور کے ہوتے ہوئے بھی کوئی علم و عرفان سے خالی ہو تو اس سے زیادہ بد نصیب و بے طالع کون ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس پر ایمان لانے والا بے علم و عرفان نہیں ہو سکتا۔ پھر وہ اشخاص محترم و معظم جو ایمان کو ایمان کی پوری کیفیت کے ساتھ قبول کر چکے ہیں وہ اللہ کے دوست ہو گئے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نور سے وابستہ ہو گئے پھر ان کی صحبت میں جو آ گئے سو وہ بھی با سعادت ہو گئے۔ حدیث شریف میں ہے لا نشقي جلیسهم ان اولیاء اللہ

کی صحبت میں رہنے والا شقی و بدنصیب نہیں ہوتا کیونکہ چراغ سے چراغ روشن ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ ثابت قدمی سے ان لوگوں کی معیت میں رہو جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں اور وہ صرف اپنے رب کی رضا جوئی میں مشغول رہتے ہیں سو جو کوئی ان کے دامن سے وابستہ ہو گیا وہ بھی جہالت و اندھیرے سے نکل کر روشنی کی طرف آگیا لیکن اصل سوال یہ ہے کہ یہ روشنی جو علم و عرفان کے روپ میں انسان کو عطا ہو کر انسان کامل کی طرف رہنمائی کرتی ہے آیا وہ عقل و شعور سے ماوریٰ کوئی شے ہے یا یہ کہ عقل و خرد کے اندر سے پیدا ہوتی ہے۔

اصل میں عقل کا ایک خاص پیمانہ ہے جو اشیاء کو محسوسات کے رنگ میں جانچتا ہے یعنی ہیولا کے رنگ میں اس کا عقل پر انکشاف ہوتا ہے حتیٰ کہ انسانی جذبات و احساسات جو گرچہ کسی ہیولا میں تو صورت نما نہیں ہوتے پھر بھی ان کی ایک اپنی طبیعت ہوتی ہے اور اس طبیعت و مزاج کے حوالے سے ہم احساسات و جذبات کو پہچانتے ہیں۔ لیکن جو اس ہیولا یا احساسات کے مزاج سے ماوریٰ ہے عقلی علم اس کے بارے میں درک و انکشاف سے قاصر ہے۔ بیدل نے اس حقیقت کی طرف بڑے اچھے پیرائے میں ذکر کیا ہے

یک و دوم ہنگامہ تشویش و مہر و کینہ بود | ہر چہ دیدم نیھان خانہ آئینہ بود

یعنی زندگی ایک دو دم ہی ہے یہی سانس ایک آتا ہے وہی دوسرا جاتا ہے اس لئے زندگی بھر مہر و کینہ نے پریشان کر رکھا کہ انہیں سے دنیوی رشتہ کے تعلقات وابستہ ہیں لیکن جب میں نے بغور دیکھا تو یہ جذبات مہر و کینہ دل پر صورتوں کا نقش ہی تھے جو زندگی کے ساتھ محو ہو گئے آئینہ میں کوئی صورت مستقل نہیں ہوتی۔

غرضیکہ ہم عقلی علم کے ساتھ جو کچھ دیکھتے ہیں ان کی ایک حد ہوتی ہے اور اس حد سے پار ہمیں کچھ نظر نہیں آتا جبکہ اولیاء اللہ جو اللہ کے نور کے ساتھ دیکھتے وہ معرفت و آگہی کی اس قوت کے ساتھ دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں جو حدود نہ شناس اس تک پہنچنے کی قوت رکھتے ہیں لہذا ان کا علم و فضل ان لوگوں کے برابر نہیں ہوتا جو سلوک و طریقت کی راہ سے حاصل ہوتا ہے۔ علم ظاہری جو محسوسات و موجودات سے متعلق اس علم کے ذریعہ باطن تک رسائی ممکن الحصول سے باہر ہے جبکہ علم لدنی کا یہ ثمرہ ہے کہ اس سے فکر انسانی کی پرواز باطن شناسی تک ہو جاتی اور یہ صلہ رسالت اور اس کے بعد نتیجہ ولایت ہے کہ فرش کا انسان عرش کی معراج تک کی خبریں دیتا ہے اسی بات کو ایک شاعر نے بڑے خوب انداز میں بیان کیا ہے

زندگی کے ابتدائی دور میں بھی کم سے کم
عرش تک انسان کو پرواز کرنا چاہئے
اور جب جنبش میں آ جائیں پر و بالِ حیات
عرش سے انسان کو پرواز کرنا چاہئے

انسان کی یہ پرواز متعلق ہے علم لدنی سے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل تھا قرآن مجید میں ہے

ارسلناك فيكم رسولا منكم يتلو عليكم ايتنا و يزكيكم و يعلمكم الكتاب والحكمة ويعلمكم مالم تكونوا تعلمون

ترجمہ: ہم نے تمہارے پاس ایک رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) بھیجا تم ہی میں سے جو پڑھتے ہیں تم پر ہماری آیات اور تم کو پاک صاف کرتے ہیں اور سکھاتے ہیں تم کو کتاب اور حکمت اور تم کو وہ باتیں جو تم نہ جانتے تھے۔

اسی آیت کریمہ میں تعلیم کا ذکر دو مرتبہ آیا ہے۔ "تفسیر مظہری" میں اس کی تفصیل یہ بیان ہوئی ہے کہ دوسری اور قسم کی ہے۔ اس سے مراد علم لدنی ہے جو ظاہر قرآن سے ماخوذ نہیں ہے بلکہ باطن قرآن اور سینہ بے کینہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کیا جاتا ہے اور اس کے حاصل کرنے کا سوائے انعکاس اس نور کے اور کوئی طریقہ نہیں جس کی حقیقت کا ادراک بعید از قیاس ہے۔

دراصل یہی وہ نور ہدایت اور سلسلہ تعلیم جس کی حفاظت کا ذمہ اولیاء کرام نے اٹھایا ہے کہ جب آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں انسانیت کو اس کی معراج تک پہنچا کر شرف و بزرگی کے اعلیٰ معیار عطا کر دیئے اور فرمایا کہ میرے بعد جب تم مجھ پر نازل ہونے والے قرآن اور میری سنت پر عمل کرتے رہو گے تم انسانیت کے راستے سے نہیں بھٹک سکتے چنانچہ قرآن و سنت سے پیوستہ رکھنے کی خاطر آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد بھی رشد و ہدایت اور تبلیغ و تلقین کا سلسلہ جاری ہے۔ جسے قرآن و سنت کا علم و عرفان اور باطنی زندگی کا شعور و علم رکھنے والی ہستیوں ہی نے سنبھالا۔ اسی لئے آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس نور علم اور علم لدنی کو زندہ اور روشن رکھنے کے لئے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا

انامدینۃ العلم و علی بابھا یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ۔

سو یہ نور علم و ہدایت آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے وصال کے بعد سینہ بسینہ منتقل ہوتا رہا اور باطنی ارتقاء کی قوت کے ساتھ اولیاء اللہ اور صوفیاء عظام اس علمی مسند کی ذمہ داریوں کو سنبھالتے رہے حضرت سیّد محی الدین ابو محمد عبدالقادر الملقب بہ غوثِ اعظم جو خاندانی لحاظ سے اولیاء اللہ کے گھرانے کے چشم و چراغ ہیں اور اولیاء اللہ کے ماحول میں تربیت یافتہ ہیں، سینہ بسینہ نور علم و ہدایت منتقل ہوتے ہوئے آپ تک علم ظاہری اور علم لدنی پہنچا اور درجہ ولایت و ہدایت میں آپ کا مقام غوث الثقلین کا ہے علم و فضل میں کمال حاصل کیا اور باطنی اور روحانی دنیا کے شہنشاہ قرار دیئے گئے۔ آپ نے حصول علم کی خاطر بڑی جدوجہد کی اور دور دراز کے سفر اختیار کر کے مشائخ عظام اور فقہائے زمانہ سے علم حاصل کیا۔ کمسنی ہی میں قرآن مجید حفظ کر لیا ور قابل ترین اساتذہ سے علم فقہ کی تعلیم پائی، محدثین زمانہ سے حدیث کا علم حاصل کیا۔ تفسیر اور علم و ادب میں خاص کر علم تصوف پر دسترس حاصل کی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے بارے میں امام ربانی شیخ عبدالوہاب الشعرانی شیخ المحدثین عبدالحق محدث دہلوی اور علامہ محمد ابن یحییٰ حلبی علیہم الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت غوث الاغیاث رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ تیرہ علموں میں تقریر و ارشاد فرماتے تھے۔

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ آپ کے علمی کمالات کے متعلق ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک روز کسی قاری نے آپ کی مجلس شریفہ میں قرآن مجید کی ایک آیت تلاوت کی تو آپ نے اسی آیت کی تفسیر میں پہلے ایک معنے پھر دوسرے اور اس کے بعد تیسرے معنی یہاں تک کہ حاضرین کے علم کے مطابق آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اس آیت کے گیارہ معانی بیان فرمائے۔ بعد ازیں دیگر وجوہات بیان فرمائیں جن کی تعداد چالیس تھیں اور ہر وجہ کی تائید میں دلائلِ قاطعہ بیان فرمائے، ہر معنی کے ساتھ سند بیان فرمائی، آپ کے علمی دلائل کی تفصیل سے سب حاضرین متعجب ہوئے۔ حضرت کے صاحبزادہ عالی شان سیدنا عبدالوہاب رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور غوث اعظم کی مجلس مبارکہ میں علماء، فقہاء اور مشائخ بکثرت تعداد میں حاضر ہوتے تھے اور قلم اور دوات لے کر حاضر ہوتے تھے۔ بہرحال آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو ظاہری اور باطنی دونوں طرح کے علوم پر دسترس حاصل تھی اور علم و فضل کے اعلے درجے پر فائز تھے۔

خلقِ نبوی کے مظہرِ کامل سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

علاء الدین عدیم (ایم اے)

حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہُ ایسی جامع الصفات شخصیت کے مالک تھے کہ الفاظ کی تنگ دامانی آپ کی ذات مبارکہ کے کسی بھی نورانی پہلو کو احاطۂ تحریر میں لانے سے عاجز و قاصر معلوم ہوتی ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو اس میں قطعی کوئی مبالغہ نہیں کہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہُ تخلقو باخلاق اللّٰہ کے مصداق ہونے کے علاوہ اپنے نانا پاک سرور دو جہاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے بہترین نمونہ اور کامل مظہر تھے بلکہ روایاتِ صحیحہ کے مطابق ایک مرتبہ خود حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہُ نے فرمایا تھا کہ "وجودي هذا لا وجودي بل وجود جدي" یعنی فرمایا، کہ میرا یہ وجود اپنا وجود نہیں بلکہ میرے جدِ پاک (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا وجود ہے۔ اور یہ ثابت شدہ امر ہے کہ کسی وجود کی صفات اس کے وجود سے جدا نہیں ہوا کرتیں۔ اس لحاظ سے سید شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہُ بہ ہمہ وجوہ اپنے جد پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مظہر اتم تھے۔

اگر بہ نظر غائر دیکھا جائے تو حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کو اللہ جلّ جلالہٗ نے نبوت کی نیابت کے لئے چن لیا تھا۔ اسی لئے آپ سے اپنی جد پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دین کے احیاء کا کام لیا گیا اور اسی مناسبت سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ نے محی الدین کا لقب پایا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل کو دولت دنیا سے بے نیاز کر کے خدمت دین کی طرف لگا دیا تھا۔ آپ کو خلفاء وقت اور امراء و وزراء کے یہاں جانے کی قطعی عادت نہ تھی۔ دنیا کی شان و شوکت سے آپ کبھی قریب نہ ہوئے حضرت شیخ شریف حسینی موصلی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں

"میں سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کی خدمت میں تیرہ سال تک رہا مگر اس طویل عرصہ

میں یہ کبھی نہیں دیکھا کہ آپ کبھی اسی امیر کے دروازہ پر گئے ہوں یا کسی رئیس کا عطیہ قبول کیا ہو"

اس کے برعکس سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ غریب پروری کے سلسلہ میں انتہائی کریم النفس واقع ہوئے تھے۔ اس ضمن میں شیخ ابو الحسن بن اردم المجدی فرماتے ہیں "حضرت سیدنا عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بڑے خدا ترس اور نرم دل تھے، آنکھوں سے جلد آنسو بہہ نکلتے، کسی سائل کو رد نہ کرتے۔ اگر آپ کے پاس دو کپڑے ہوتے تو ایک کسی غریب کو بخش دیا کرتے۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک شکستہ دل فقیر کو دیکھ کر فرمایا۔ تمہارا کیا حال ہے؟ وہ کہنے لگا حضرت! آج میں نے ایک ملاح سے کہا کہ مجھے دریائے دجلہ کے پار لے چل مگر اس نے انکار کر دیا۔ میرا دل اس فقر و فاقہ سے ٹوٹ گیا ہے۔ ابھی فقیر کی بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ کسی شخص نے آ کر ہزار دینار کی تھیلی حضرت کی خدمت میں پیش کی۔ آپ نے فقیر سے کہا یہ تھیلی اس ملاح کے پاس لے جاؤ اور اسے دے کر کہو کہ آئندہ کسی فقیر کو پار لے جانے سے انکار نہ کیا کرے اور اس فقیر کے لئے آپ نے اپنی پوشاک اتار کر دی اور کہا کہ اسے بازار میں بیچ کر گذارہ کرو۔

حضرت شیخ ابو المظفر منصور بن مالک رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں میں نے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے بڑھ کر کوئی شخص خوش اخلاق، کشادہ دل، بزرگ ذات اور انسانوں سے محبت کرنے والا نہیں دیکھا۔ آپ ہمیشہ ناداروں اور کمزوروں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے، غریبوں اور مسکینوں کی آپ بڑی دلجوئی فرماتے اور فقیروں کی بڑی آؤ بھگت کرتے۔ آپ کی بڑی خواہش یہ تھی کہ دنیا میں کوئی بھوکا نہ رہے۔ چنانچہ "قلائد الجواہر" میں ہے کہ آپ خود فرماتے تھے کہ ساری دنیا کی دولت اگر میرے قبضہ میں ہو تو بھوکوں کو کھانا کھلا دوں۔ شیخ ابو القاسم عمر بزاز رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں "آپ کا دسترخوان وسیع تھا، طالبعلموں کی آپ مالی امداد فرمایا کرتے تھے"

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے اخلاق کریمانہ کی شان یہ ہے کہ آپ بڑی محبت سے پریشان حالوں کی مشکلات حل فرماتے۔ فقیروں سے تواضع کے ساتھ پیش آتے اور گداگروں کو اپنے دروازے پر کھڑا ہونے سے پہلے ہی کچھ عطا فرما دیتے، غم زدہ لوگ آپ کو دیکھتے تو خوش ہو جاتے۔ غرض کہ کوئی سوالی کبھی آپ کے دروازہ سے خالی نہ پھرا۔

حافظ زین الدین بن رجب نے اپنی کتاب "طبقات" میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ شیخ الوقت اور علامہ دہر تھے۔ قدوۃ العارفین سلطان المشائخ اور اہل طریقت کے سردار تھے۔ آپ کو خلقت میں شرف قبولیت حاصل تھا۔ آپ اپنے علم و عمل، مکاشفات و کرامات سے دور دور تک مشہور ہو گئے۔ غرباء و مساکین نے آپ کے لطف و کرم سے فیض حاصل کیا، وزراء و امراء تک آپ کی عظمت کے قائل تھے۔

امام حافظ ابو عبداللہ محمد بن یوسف رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تصنیف "المشیخہ البغداد" میں تحریر کیا ہے کہ آپ مستجاب الدعوات اور نہایت رقیق القلب، علم دوست، نہایت خلیق، منکسر المزاج اور راسخ القدم تھے۔ ان کا قول ہے کہ آپ انتہائی خوش خلق اور نہایت ہی فیاض تھے۔ کسی شخص نے کسی وقت بھی آپ کی زبان مبارک سے کوئی لغویات یا فحش کلام نہیں سنا اور نہ آپ کے روبرو کوئی شخص بے ہودگی اور فحش گوئی کی جرات ہی کر سکتا تھا کیونکہ آپ کو ایسی باتوں سے سخت نفرت تھی۔ ابوالمظفر کہا کرتے تھے کہ میں نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جیسا کوئی خلیق و شفیق نہیں دیکھا کہ باوجود اس کے کہ آپ کی ظاہری شوکت و حشمت کے سامنے سلاطین تک تھر تھرایا کرتے تھے۔ لیکن آپ مسکین، بے نوا، غربا سے اخلاق و حمیت سے ملتے تھے۔ اس طرح کہ ہر شخص اپنے دل میں یہی خیال کرتا کہ آپ اسے سب سے زیادہ عزیز سمجھتے ہیں۔ چنانچہ آپ ہمیشہ مسکین مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے، غریبوں کے ساتھ بیٹھا کرتے اور ہمیشہ ان کا ساتھ دیتے، بڑی عمر والوں کا احترام کرتے، تہی دست و درویشان صالح کو محبت و اخلاص سے گلے لگاتے، مریضوں کی بیمار پرسی فرماتے اور کسی سائل کا سوال رد نہ کرے۔ آپ کی خدمت عالیہ میں جس قدر تحائف و نذریں آتیں اگرچہ آپ ان کو ہاتھ نہ لگاتے تھے تاہم غرباء کی نذریں آپ بخوشی قبول فرمایا کرتے تھے۔ یہ تحائف اور زر نقد جس قدر آپ کے معتقدین پیش خدمت کرتے اس کے عوض کوئی نہ کوئی چیز تبرکاً آپ بھی مرحمت فرمایا کرتے تھے۔ صاحب دل مسکین درویشوں کے علاوہ آپ نے کبھی کسی امیر شخص بلکہ خلیفہ وقت تک کی تعظیم نہ کی، نہ ان کی دعوت قبول کی اور نہ کبھی خود ان کے وہاں تشریف لے گئے۔

حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا ہر ہر لمحہ خدمت خلق کے لئے وقف تھا۔ مدرسہ قائم تھا، خانقاہ موجود تھی۔ ایک دن میں چالیس چالیس ہزار تک کی نذر آتی لیکن شام

تک غریبوں میں سب لٹا دی جاتی ۔ اپنی ذات پر کچھ خرچ نہ فرماتے ، خود روزہ پر روزہ رکھتے لیکن بھوکوں کو خوب کھانا کھلاتے۔ جو ضرورت لے کر آتا پوری فرما دیتے ۔ خود فرماتے تھے کہ "میں خوب غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ بھوکوں کو کھانا کھلانے ، ضرورت مندوں کی ضرورت پوری اور سب کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنے سے بہتر کوئی عمل نہیں"

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ حق گوئی میں دنیا کی کسی طاقت کی پرواہ نہ کرتے۔ ایسے سرکاری مشائخ اور درباری ملاؤں کے آپ سخت مخالف تھے جو ظالم بادشاہوں کی ہاں میں ہاں ملا کر دنیا کماتے ہیں۔ آپ ایسے درباری علماء کو بر سر عام ذلیل و خوار کرتے تھے ۔ ایک بار اسی قسم کے ایک سرکاری مولوی کو ڈانٹتے ہوئے آپ نے فرمایا

"تجھے شرم نہیں آتی تیری حرص و ہوس نے تجھے ظالموں کی خدمت گزاری اور حرام خوری پر آمادہ کر دیا ہے۔ بھلا اس طرح تو کب تک حرام کھاتا رہے گا اور کب تک ظالم بادشاہ کی ہاں میں ہاں ملاتا رہے گا؟ یاد رکھ اس کی دنیاوی بادشاہات عنقریب ختم ہو جائے گی اور تجھے اپنے حقیقی بادشاہ کی خدمت میں پیش ہونا پڑے گا جس کو کبھی زوال نہیں"

حق گوئی و بے باکی کے سلسلہ میں آپ بڑی سے بڑی طاقت کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ حق بات آپ صاف کہتے ، بے باکانہ کہتے اور دلیرانہ کہتے ۔ اور کہتے وقت آپ پر کسی کی امارت و ریاست کا مطلق اثر نہ ہوتا ۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بہت سرگرم تھے ۔ چنانچہ نیک بات کی ہدایت کرنا اور بری بات پر ٹوکنا ، آپ کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ خواہ کسی منصب کا آدمی ہو ، کیسی ہی بلند حیثیت رکھتا ہو، کتنا ہی صاحب اقتدار ہو ، بری باتوں میں آپ کوئی رعایت نہ کرتے، حق بات منہ پر کہتے تھے ۔ وہ صاحب اقتدار امراء و وزراء جن کے نام سے سلطنت کے افراد کانپ اٹھتے تھے لیکن یہی لوگ جب آپ کی زبان حق بیان سے بر سر عام اپنے خلاف تنقید سنتے تو شرمندہ ہو جاتے ۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا رعب اور وقار عطا کر رکھا تھا کہ امراء و وزراء کی کیا حیثیت ۔ خود خلیفہ وقت کو خلاف دین بات پر اس طرح ڈانٹتے کہ وہ لرز اٹھتا تھا۔ چنانچہ مشہور واقعہ ہے کہ اس زمانہ میں ایک امیر یحیٰی بن سعید نشہ دولت میں چور اور کمزوروں پر ظلم و ستم توڑنے میں مشہور تھا۔ خلیفہ نے کسی بات پر خوش ہو کر اسے بغداد شہر کا قاضی بنا دیا ۔ قاضی ظالم ، خلیفہ وقت کا تقرر ، بھلا کس کی مجال جو زبان کھول سکے ۔ مجبور عوام دوڑے بھاگے آپ کے پاس آئے آپ ہی اس عہد کے سب سے بڑے قائد و بے باک مدبر

تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنی ایک مجلس وعظ میں جو خلیفہ کو موجود پایا تو برملا ڈانٹ کر فرمایا "تو نے اللہ کے بندوں پر ایک ایسے شخص کو مسلط کر دیا ہے جو "اظلم الظالمین" ہے کل قیامت میں جب تو رب العالمین کے روبرو پیش ہو گا جو ارحم الراحمین ہے تو کیا جواب دے گا؟ یہ سن کر خلیفہ خوف سے لرزنے لگا، معافی مانگی اور اسی وقت قاضی کو معزول کر دیا۔

ایک اور مشہور واقعہ ہے کہ خلیفہ مقتفی بامر اللہ سے ایک بار غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ناراض ہو گئے۔ آپ کی درس گاہ کے صحن میں ایک شجر سایہ دار کھڑا تھا۔ آپ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا۔ "باز آ جاؤ ورنہ میں تیرا سر قلم کر دوں گا" خلیفہ وقت کو خبر ہوئی تو وہ بڑا گھبرایا، ایک طرف مطلق العنان خلافت جو شہنشاہیت سے کسی طور کم نہ تھی، اس کا نشہ دوسری طرف غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا رعب و دبدبہ، عجیب مخمصے کا شکار ہو گیا۔ آخر اس نے اپنے چرب زبان وزیر باتدبیر ابن ہبیرہ سے مشورہ کیا اور اسے دربار درویش میں بھیجا اور درخواست پیش کی کہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ حاکم وقت کی اتنی توہین نہ کریں ابن ہبیرہ جب غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اپنی ساری چرب زبانی بھول گیا۔ درویش نے ایک نظر دیکھا تو وزیر باتدبیر تھر تھر کانپنے لگا۔ "ہاں میں اسے قتل کر دوں گا اگر اس نے اپنا طرز عمل نہ بدلا تو"۔ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے دو ٹوک فیصلہ سنا دیا۔ شیخ ابو الحسن فقیہ فرماتے ہیں کہ ابن ہبیرہ زار و قطار رونے لگا۔ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو اس پر رحم آ گیا تو اسے تسلی و تشفی فرمانے لگے۔ حاکم وقت سے رعب و دبدبہ والے رویہ کی ایک مثال شیخ ابو العباس خضر موصلی نے بیان کی ہے کہ ایک بار خلیفہ مستنجد باللہ سلام کی غرض سے حاضر ہوا اور عرض کیا "حضور! مجھے کوئی نصیحت فرما دیجئے" یہ کہہ کر زر و جواہر سے بھری دس تھیلیاں پیش کیں۔ "یہ کیا ہے؟" حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے بے نیازی سے فرمایا۔ "یہ حقیر نذرانہ آپ کی خدمت میں حاضر ہے" خلیفہ وقت نے بصد احترام کہا۔ "حالانکہ مجھے ان کی ضرورت نہیں اور تم ان کے محتاج ہو" آپ نے بے نیازانہ لہجہ میں اسے سمجھایا۔ مگر حاکم وقت کا اصرار بڑھتا ہی گیا تو آپ نے دس تھیلیوں میں سے دو عمدہ ترین اٹھا لیں۔ خلیفہ وقت کا چہرہ کھل اٹھا لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ کتب تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہو گیا اور تا قیامت حکام وقت کے لئے درس عبرت

کا درجہ رکھتا ہے ۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ نے ایک تھیلی دائیں ہاتھ میں پکڑی اور دوسری بائیں ہاتھ میں پھر ان کو زور سے نچوڑا ، چشم فلک نے نظارہ کیا اور شرکاء مجلس حیران و ششدر رہ گئے ۔ زر و جواہرات سے بھری ہوئی تھیلیوں سے سرخ لہو کے قطرے ٹپکنے لگے ۔ "اے ابوالمظفر (یہ خلیفہ وقت کی کنیت تھی) خلقِ خدا کا خون نچوڑتے وقت خدا سے شرم نہیں آتی اور اب وہی خون مجھے پیش کرنا چاہتا ہے" یہ الفاظ آپ کی زبان سے ادا ہوئے تو خلیفہ کا رنگ فق ہو گیا ۔ تھیلیوں سے خون ٹپکتا دیکھ کر وہ بے ہوش ہو گیا "خدا کی قسم اگر مجھے اس کا پاس نہ ہوتا جو تجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہے تو اس خون کو تیرے محل تک بہا دیتا اور اسی خون میں تیرا سامان حیات تنکوں کی طرح بہہ جاتا"

سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہُ جن امتیازی خوبیوں اور صفات کے مالک تھے ان کے مطابق آپ شریعت محمدی کے زبردست علمبردار اور میدان طریقت کے اعلیٰ ترین شہسوار تھے ۔ آپ ہمیشہ باوضو رہا کرتے اور با ادب قبلہ رو ہو کر بیٹھا کرتے تھے ۔ آپ نے اپنی پوری زندگی میں کبھی جھوٹ نہ بولا ، نہ کبھی آپ شیطان کے بس میں آئے ، نہ کبھی نفس کا کہا مانا ، آپ نے عمر بھر میں کبھی کوئی نماز باجماعت قضا نہ کی ، چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی پندرہ سال تک آپ کا دستور رہا کہ عشاء کی نماز کے بعد کلام پاک پڑھنا شروع کرتے اور فجر سے پہلے سارا کلام پاک ختم فرما دیتے ۔ آپ ہمیشہ روزے سے رہتے ۔ چالیس چالیس دن تک آپ کچھ نہ کھاتے پیتے ، نہ کبھی سوتے ، نہ آرام فرماتے بس ہر وقت اللہ اللہ کئے جاتے ۔ کثرت نوافل سے آپ کے پاؤں متورم ہو جاتے تھے ۔ اس پر بھی حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کو خوف خدا بہت تھا ۔ چنانچہ آپ کی چشمان مبارک میں آنسو بہت جلد آجایا کرتے تھے ۔ کبھی کسی غریب پر امیر آدمی کو ترجیح نہ دیتے تھے ۔ عیادت کے لئے خود بیمار کے گھر جایا کرتے تھے ۔ صفائی کا یہ عالم تھا کہ آپ کے جسم پاک پر کبھی مکھی نہیں بیٹھتی تھی ۔ آپ کی نظر کا اثر یہ تھا کہ جمعہ کے دن جس پر آپ کی نگاہ پڑتی تھی وہ ولی بن جاتا تھا ۔ حضرت سید احمد رفاعی فرماتے ہیں "کس میں قدرت ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کے رتبہ کے شایان شان مناقب بیان کرے ۔ وہ تو اس پائے کے بزرگ ہیں کہ ان کے ایک جانب شریعت کا دریا اور دوسری جانب حقیقت کا دریا موجزن ہے جس میں چاہتے ہیں وہ غوطہ زن ہو جاتے ہیں" (باقی ص ۱۹۳ پر)

جلوہ حق کی ادا

محبوب الٰہی عطاؔ

جلوۂ حق کی ادا ہیں غوثِ اعظم دستگیر
نائبِ خیرالوریٰ ہیں غوثِ اعظم دستگیر

کیوں نہ مہکیں باغِ دینِ مصطفےٰ میں حق کے پھول
اس گلستاں کی صبا ہیں غوثِ اعظم دستگیر

غوث کے ہیں گرد پروانوں کی صورت اولیاء
شمعِ بزمِ اولیاء ہیں غوثِ اعظم دستگیر

اولیاء پیتے ہیں آب نور چشم شوق سے
بحرِ نورِ مصطفےٰ ہیں غوثِ اعظم دستگیر

جلوہ گر رہتی ہے جس میں ہر گھڑی تصویرِ حق
اے عطاؔ وہ آئینہ ہیں غوثِ اعظم دستگیر

رباعی

حضرت علامہ عبدالصمد صارم الازہری

چنین غوث ذی شان و خیر کثیر
نیامد گہے زیرِ چرخ منیر
نکو خو، نکو کار و نیکو شیم
برائے ہمہ مرشد و دستگیر

کراماتِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حاجی تنویر احمد صدیقی قادری

کرامت کی تعریف:

کرامت ایسا فعل ہے جو اس کی مانند لانے پر انسانی عادتوں کو عاجز کر دے۔ معرفت الٰہی کے لئے استدلالی قوتوں سے صدق کے مقابل باطل کو عاجز کر دینا بھی کرامت ہے[1]۔ نیز شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ مشکوٰۃ شریف کی شرح "اشعۃ اللمعات" باب کراماتِ اولیاء کے ضمن میں کرامات کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ کرامات جمع کرامت کی بمعانی تعظیم و احترام (اصطلاح شریف) میں کرامت وہ عجیب و غریب چیز ہے جو ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہو۔ حق یہ ہے کہ جو چیزیں نبی کا معجزہ بن سکتی ہیں وہ ولی کی کرامت بھی بن سکتی ہیں۔ سوائے اس معجزے کے جو دلیل نبوت سے ہو۔ جیسے وحی اور آیات قرآنیہ معتزلہ کرامات کا انکار کرتے ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک کرامت حق ہے۔[2]

خرق عادت اور کرامت (اصطلاحاً) معنی کے لحاظ سے ایک ہی چیز ہے[3]۔

قرآن کریم سے کرامت کا ثبوت:

صاحب "دلائل نبوت" امام المستغفری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ کرامات اولیاء حق ہیں اس پر کتاب اللہ، حدیث صحیحہ اور اجماع اہلسنت والجماعت شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

کلما دخل علیھا زکریا المحراب (سورہ مریم)

ترجمہ: جب زکریا (علیہ السلام) مریم (علیہا السلام) کے پاس آتے تو ان کے پاس رزق موجود پاتے۔

1: حضرت داتا گنج بخش رحمت اللہ تعالیٰ علیہ، کشف المحجوب، مدینہ پبلشرز کراچی، صفحہ ۲۱۴۔

2: شاہ عبدالحق محدث دہلوی، اشعۃ اللمعات، مطبع منشی نولکشور لکھنؤ صفحہ ۵۹۳ جلد ۴۔

3: زکریا شاہ بنوری، کرامات اولیاء اللہ بعد از ممات، مترجم سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی صفحہ ۷۔

اہل تفسیر کہتے ہیں کہ ان کے پاس موسم گرما کے میوے جاڑے کے موسم میں اور موسم سرما کے میوے موسم گرما میں دیکھے جاتے تھے اور مریم (علیہا السلام) بالاتفاق نبی نہیں تھیں، پس یہ آیت کرامات اولیاء پر حجت ہے۔[1] ایک دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے

واذ اعتزلتموهم و ما يعبدون الا الله فاو الي الكهف ينشر لكم ربكم من رحمة و يهي لكم من امركم مرفقا (١٦) و تري الشمس اذا طلعت تزورا عن كهفهم ذات اليمين و اذا غربت تقرضهم ذات الشمال (سورہ کہف)

ترجمہ: اور جب تم ان سے اور جو کچھ وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں سب سے الگ ہو جاؤ تو غار میں پناہ لو، تمہارا رب تمہارے لئے اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے کام میں آسانی کے سامان بنا دے گا اور اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ سورج کو دیکھیں کے جب نکلتا ہے ان کے غار سے داہنی طرف بچ جاتا ہے اور جب ڈوبتا ہے تو ان سے بائیں طرف کترا جاتا ہے۔[2]

امام فخرالدین رازی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تفسیر میں اس آیت شریف کی تفسیر فرماتے ہوئے طویل بحث کی ہے اور اس سے کرامات اولیاء کو ثابت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے صوفیاء عظام نے کرامات کے ثابت کرنے کے لئے اس آیت کو بطورِ حجت پیش فرمایا ہے اور ان کا یہ استدلال بالکل واضح ہے۔[3]

کرامات کا سُنتِ نبوی سے ثبوت

کرامت کا سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ثبوت یہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے

امیرالمومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کی باندی زاہدہ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آئیں، اس نے سلام عرض کیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا زاہدہ! اتنے دنوں کے بعد کیوں آئی ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ

1۔ بحوالہ نفحات الانس (اردو)، مولانا عبدالرحمان جامی رحمت اللہ علیہ، مدینہ پبلشرز کراچی، ص ١٦٦

2۔ کنزالایمان، اعلیٰ حضرت احمد رضا خان رحمت اللہ تعالیٰ علیہ، سورہ کہف آیت ١٥۔

3۔ بحوالہ جامع کرامات اولیاء، علامہ یوسف نبہانی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ، مکتبہ حامدیہ لاہور صفحہ ١٥

تعالی علیہ وآلہ وسلم میں ایک عجیب بات عرض کرنے کے لئے حاضر ہوئی ہوں ۔ فرمایا وہ کیا بات ہے ؟ اس نے کہا میں صبح کے وقت لکڑیاں تلاش کرنے کے لئے نکلی اور گھٹڑ باندھ کر پتھر پر رکھا تاکہ میں اسے اٹھا کر سر پر رکھوں ۔ اتنے میں ایک سوار آسمان سے زمین پر اترتے دیکھا ، اس نے پہلے مجھے سلام کیا اور پھر کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سے میرا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ خازن جنت رضوان نے سلام پیش کیا ہے ۔ اور آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو بشارت دی ہے کہ جنت کو آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی کرامت کے لئے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ۔ ایک حصہ تو ان لوگوں کے لئے ہے جو بے حساب جنت میں داخل ہوں گے اور ایک ان لوگوں کے لئے جن پر حساب آسان ہو گا ۔ اور ایک حصہ ان لوگوں کے لئے ہے جو آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی سفارش اور وسیلہ سے بخشے جائیں گے ۔ یہ کہہ کر وہ سوار آسمان پر چڑھنے لگا ۔ پھر زمین آسمان کے درمیان میری طرف رخ کر کے اس نے دیکھا کہ میں لکڑی کا گھٹڑ اٹھا کر سر پر رکھنا چاہتی تھی لیکن وہ مجھ سے اٹھایا نہیں جا رہا تھا ۔ اس سوار نے کہا اے زاہدہ! اسے پتھر پر ہی رہنے دو ، پھر پتھر سے کہا اے پتھر اس گھٹڑ کو زاہدہ کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہٗ کے مکان تک پہنچا دے ۔ اس پتھر نے ایسا ہی کیا ۔ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم اٹھے اور اپنے صحابہ کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہٗ کے گھر تشریف لائے اور اس پتھر کے آنے اور جانے کا نشان ملاحظہ فرمایا پھر حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا الحمدللہ میری امت میں سے ایک عورت جس کا نام زاہدہ ہے اسے مریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے درجہ پر فائز کیا ہے ۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالی عنہٗ کی سرکردگی میں ایک لشکر روانہ فرمایا ۔ سفر کے دوران ایک نہر پڑی لشکریوں نے اس میں قدم ڈال دیئے ۔ سب گذر گئے اور کسی کا پاؤں تک نہ بھیگا۔[1]

سب سے بڑی کرامت

امام قشیری رحمۃ اللہ تعالی علیہ رسالہ قشیریہ میں تحریر کرتے ہیں کہ یاد رکھو سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالی انہیں اپنی اطاعت گذاری کی ہمیشہ توفیق

---

[1] کشف المحجوب محولہ بالا صفحہ ۳۳۲ تا ۳۳۳ ۔

دیتا ہے ، اور اپنے احکام کی مخالفت سے بچاتا ہے[۱] حضرت عبد الرحمان جامی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ "نفحات الانس" میں تحریر فرماتے ہیں "خرق عادات کی اقسام تو بہت سی ہیں جیسے معدوم کا موجود اور موجود کا معدوم کرنا۔ ایک پوشیدہ امر کا ظاہر کرنا ، اور امر ظاہر کا چھپا دینا ، دعا کا مقبول ہونا ، مسافتیں بعید کا تھوڑی مدت میں طے کر لینا ، امر غیب کی خبر دینا ، بیک وقت متعدد مقامات و مکانات میں پایا جانا ، مردوں کا زندہ کرنا ، زندہ کا مارنا ، حیوانات ، نباتات و جمادات کی تسبیح سننا ، بوقت حاجت بغیر اسباب کے کھانے پینے کے اسباب موجود ہو جانا وغیرہ[۲]

نیز محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہُ نے "فتوحات مکیہ" شریف کے ۱۸۴ باب میں ارشاد فرمایا کہ اے! قاریٔ اللہ کریم آپ کو اپنی تائید سے نوازے ۔ یہ جان لیجئے کہ کرامات حق تعالیٰ کی طرف سے ہے ۔ یہ اس ذات کے اسم "بر" کی کرم فرمائیاں ہیں ۔ لہذا یہ ابرار کے حصے میں ہی پورے جمال کے ساتھ جلوہ ریز ہوتی ہیں کیونکہ مناسبت اس بات کی متقاضی ہے کہ "بر" کے احسان ابرار تک پہنچیں اگرچہ وہ خود طلب کرامت نہ ہی فرما رہے ہوں۔

کرامات کی اقسام

کرامات کی دو اقسام ہیں (۱) حسی اور (۲) معنوی۔

عام لوگ صرف حسی کرامت کو ہی سمجھ سکتے ہیں مثلاً دل کی بات پر مطلع ہونا ۔ ماضی ، حال و مستقبل کے غیوب کی اطلاع دینا ۔ کون سے اخذ کرنا ، پانی پر چلنا ، ہوا میں اڑنا ، زمین کا لپٹ جانا ، نظروں سے اوجھل ہو جانا ، دعا کا فوراً قبول ہو جانا ، عوام کو صرف ایسی کرامات معلوم ہوتی ہیں۔

معنوی کرامات

رہی بات "کراماتِ معنوی" یہ ہے کہ آداب شریعت اس بندۂ حق کے لئے محفوظ ہو جاتے ہیں ۔ مکارم اخلاق کو سامنے لانے کی اسے توفیق ملتی ہے اور گھٹیا اخلاق سے وہ مجتنب ہو جاتا ہے وہ مطلقاً اوقات صحیحہ میں واجبات کی ادائیگی پر محافظت کرتا ہے ، خیرات و حسنات کی طرف متوجہ ہوتا ہے ، اس کا سینہ بغض و حسد ، کینہ اور سوئے ظن سے پاک ہوتا

۱۔ امام قشیری ، رسالہ قشیریہ ترجمہ ڈاکٹر پیر حسن صاحب ، ادارہ تحقیقات اسلامیہ اسلام آباد ، صفحہ ۶۳۳۔
۲۔ نفحات الانس ، محولہ بالا ، صفحہ ۱۷۳

ہے۔ ہر صفت مذموم سے اس کا نورانی دل پاکیزہ ہوتا ہے۔ انفاس قدسیہ کے ساتھ مراقبہ کرنے کا شرف اسے حاصل ہوتا ہے وہ اپنی جان اور دیگر اشیاء میں حقوق اللہ کی رعایت کو اپنا شعار بنا لیتا ہے۔ وہ مولا کریم کے آثار رحمت و نوازش کو اپنے دل میں تلاش کرتا ہے۔ وہ سانسوں کے آتے جاتے پوری مراعات سے کام لیتا ہے۔ جب سانس آئے تو ادب سے اسے قبول کرتا ہے اور جب سانس نکلے تو اسے خلعتِ حضوری حاصل ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک تو اولیاء کرام کی معنوی کرامات ہیں۔ ان میں نہ مکر کا دخل ہے، نہ استدراج کا، یہ سب وفائے عہد کی دلیل ہیں کہ مقصود ٹھیک ہے۔ اور کوئی مطلوب اگر نہیں مل سکا تو رضائے خداوندی پر شاکر ہیں۔ ان کرامات میں ایسا ولی اپنا شریک راہ مقرب فرشتوں اور احیاء و مختیار اولیاء کرام کو ہی پاتا ہے۔

حسی کرامات

اب کرامات حسیہ جو معلومات عامۃ الناس ہیں تو ان سب میں مکر خفی کا داخل ہونا ممکن ہے اب ہم اگر ان اشیاء کو کرامت تصور کریں تو ضروری ہے کہ وہ استقامت کا نتیجہ ہوں یا استقامت پیدا کرنے کا ذریعہ ہوں اگر یہ دونوں باتیں تو پھر وہ کرامت بھی نہیں۔ جب کرامت کا نتیجہ استقامت ہو تو وہ ہو سکتا ہے کہ اللہ کریم اللہ عملی بنا دیں یا فعل کی جزاء بنا دیں اور جب یہ کسی سے ظہور پذیر ہیں تو ممکن ہے اللہ تعالیٰ ان کرامات کی وجہ سے محاسبہ فرمائیں۔

عظمتِ علم حقیقی

رہی بات کرامات معنویہ کی تو مذکورہ بالا باتیں ان کو خراب نہیں کر سکتیں کیونکہ ان کے ساتھ علم ہوتا ہے۔ علمی قوت اور علمی شرف یہ نتیجہ پیدا کرتا ہے کہ ان کرامات میں مکر داخل نہ ہو کیونکہ حدود شرعی مکر کا جال نہیں بنائی جا سکتیں اس لئے کہ یہ حدود ہیں سعادت و کمال کے لئے واضح راستہ ہیں۔ علم و عمل پر ناز و غرور سے بھی عالم کو محفوظ رکھتا ہے کیونکہ علم کا شرف ہی یہ ہے کہ وہ آپ کو علم کی طرف لے جائے اور جب عمل کا ظہور ہو چکے تو آپ کو عمل سے الگ کر کے اسے اللہ تعالیٰ سے نسبت دے دے اور علم آپ کو بتا دے کہ یہ عمل اللہ تعالیٰ کی توفیق اور ہدایت سے ظہور پذیر ہوا ہے۔ اسی کی عنایت کی دستگیری کا صدقہ یہ طاعت و حفظ حدود الٰہیہ ہے جب ولی کے باطن سے ایسی ظاہر کرامات صادر ہوتی ہیں تو وہ متوجہ الی اللہ ہوتا ہے اور درخواست کرتا ہے کہ اس غیر عادت چیز پر عادی اشیاء سے پردہ ڈال دے

تاکہ وہ عام لوگوں سے متمیز نہ ہو اور سوائے علم کے کسی اور صفت کے موصوف ہونے کا اسی کی طرف اشارہ نہ ہو کیونکہ مطلوب اصلی علم ہے۔ منفعت کا مدار اسی پر ہے اگرچہ آدمی علم پر عامل نہ ہی ہو کیونکہ حسبِ ارشاد خداوندی عالم اور جاہل برابر نہیں ہیں۔

ثابت ہوا کہ علماء حق تلبیس سے مامون ہیں تو کرامت بندوں کے لئے من و احسان ہے۔ یہ انہی کا حصہ ہے جو "علم کون" سے حتی کہ اپنی جانوں سے بھی ہٹ کر متوجہ الیٰ اللہ ہوتے ہیں کیونکہ انہیں اپنی جانوں میں بھی ذاتِ حق نظر نہیں آتی یعنی ذات خدا کے سامنے سب گویا موجود ہی نہیں ہیں۔ تو ایسے عظیم لوگوں جو سب سے بڑا تحفہ ملا ہے وہ کرامت علم ہے اور علم کا موطن دنیا ہے باقی جتنی خرقِ عادت چیزیں ہیں ان کا موطن دنیا نہیں ہے۔ اب یہ خارقِ عادت اس وقت کرامت بنے گی جب تعریف خداوندی اس سے حاصل ہو گی صرف خرق عادت ہونے کی وجہ سے وہ کرامت نہیں بن جائے گی۔ تو خارقِ عادت جو معرفت الٰہی دیتی ہے وہ علم ہو گی تو کرامت الہیہ کا انجام ہی علم خداوندی ٹھہرا[1]۔ حضرت مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ مکتوبات شریف میں تحریر فرماتے ہیں "اولیاء اللہ کی کرامتیں حق ہیں اور ان سے بکثرت خرق عادات کے واقع ہونے کے باعث ان کی یہ بات عادت مستمرہ ہو گئی اور کرامت کا منکر علم عادی اور ضروری کا منکر ہے۔ نبی کا معجزہ وہ دعویٔ نبوت کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے اور کرامت اس بات سے خالی بلکہ اس نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مشابہت کے اقرار کرنے کے ساتھ ملی ہوتی ہے[2]"

کرامات اولیاء بعد از ممات

سرحد کے معروف عالم دین حضرت مولانا علامہ سید زکریا شاہ بخاری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ اپنے رسالے "کرامات اولیاء بعد از ممات اولیاء کرام" میں تحریر فرماتے ہیں کہ شہید کی طرح ولی کی کرامت بھی اس کے انتقال کے بعد منقطع نہیں ہو سکتی بلکہ اس کی کرامت بعد از ممات حال حیات کی کرامت سے زیادہ اظہر اور اقوی ہوتی ہیں[3]۔

صاحب تفسیر مظہری حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ مندرجہ

1: محی الدین ابن عربی، فتوحات مکیہ، جلد ۲ جز ۲ صفحہ ۳٦۸۔

2: حضرت مجدد الف ثانی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ، مکتوبات شریف، جلد ۲ صفحہ ۱۷٦، مدینہ پبلشنگ کراچی۔

3: کرامات اولیاء بعد از ممات، محولہ بالا صفحہ ۹۔

ذیل آیت کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"یعنی فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین و الصدیقین و الشھداء و الصالحین یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا وہ نبی اور صدیق اور شہداء اور صالحین ہیں۔ اسی واسطے صوفیاء کرام رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ہماری ارواح ہمارے بدن میں اور ہمارے بدن ہماری ارواح ہیں اور سینکڑوں ہزاروں معتبر واقعات ایسے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اولیاء اپنے دوستوں کی اعانت کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو ہلاک و تباہ کرتے ہیں۔ اور جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ دکھاتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ نبوت کے کمالاتِ وراثت چلے آتے ہیں۔ یہ لوگ جن کو کمالات نبوت، وراثتاً مرحمت ہوتے ہیں اصطلاح شرع میں صدیق اور مقرب کہتے ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک وجود وہبی عطا ہوتا ہے۔ ذیل کی احادیث و اخبار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء اور شہداء اور صالحین کے بدن کو بھی زمین نہیں کھاتی۔ حاکم اور ابو داؤد نے اوس بن اوس سے روایت کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کا جسم حرام فرما دیا ہے اور ابن ماجہ نے بھی درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے روایت کو نقل کیا ہے۔ امام مالک نے عبد الرحمان سے روایت کیا ہے کہ عمرو بالجموع اور عبد اللہ ابن جبیر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیلاب کی وجہ سے دھنس گئی۔ یہ دونوں حضرات احد کے دن شہید ہوئے تھے اور دونوں ایک ہی قبر میں دفن کر دیئے گئے تھے۔ جب قبر سیلاب کی وجہ سے خراب ہو گئی تو چاہا کہ انہیں یہاں سے دوسری جگہ دفن کر دیا جائے۔ قبر کھودی گئی دیکھا تو اسی طرح ہیں، کوئی تغیر نہیں آیا گویا کل دفن کئے گئے تھے۔ حالانکہ ان کی شہادت کو اس وقت ۴۶ برس ہو چکے تھے۔ [1]

کیا کرامت ولی کے اختیار میں ہے؟

برصغیر کے مشہور و مستند عالم دین مولانا قطب الدین دہلوی مشکوٰۃ شریف کی شرح مظاہر حق میں باب کرامات اولیاء کے ضمن میں لکھتے ہیں

---

[1] قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیرِ مظہری جلد اول، صفحہ ۲۶۲

"کرامات اولیاء کو بے قصد و بے اختیار حاصل ہوتی ہے اور قصد اور اختیار سے بھی حاصل ہوتی ہے یعنی ایک ولی ارادہ نہیں کرتا اور اس سے کرامت صادر ہو جاتی ہے اور ایک ولی چاہتا ہے کہ یہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ایسے ہی کر دیتا ہے۔ کرامت اولیاء کے اختیار میں ہے چاہے کرے چاہے نہ کرے" [1]

شیخ الاسلام عزالدین فرماتے ہیں کہ اس قدر تواتر کے ساتھ کسی کی کرامتیں نہیں ملتیں جتنی کہ سلطان الاولیاء شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے ظاہر ہوئیں [2]۔ آپ کی کرامات بارانِ رحمتِ الٰہی کے قطروں کی طرح انگنت اور بے شمار ہیں یہاں پر بطورِ تبرک چند کرامات نقل کی جاتی ہیں۔

ثابت قدمی

شیخ ابوبکر عبدالرزاق کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد حضرت سیدی عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے سنا آپ نے فرمایا

"ایک دفعہ میں منصور کی جامع مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا میں نے کسی چیز کے چلنے کی آہٹ سنی اتنے میں ایک سانپ نمودار ہوا جو منہ کھول کر میرے سجدے کی جگہ کھڑا ہو گیا۔ جب میں نے سجدہ کا ارادہ کیا تو اپنے ہاتھ سے اسے ہٹا دیا اور سجدہ کیا جب میں تشہد کے لئے بیٹھا تو وہ میری ران پر چڑھ گیا اور گردن پر پہنچ کر اس سے لپٹ گیا جب میں نماز سے فارغ ہوا تو وہ مجھے کہیں نظر نہ آیا۔ اگلے دن مسجد کے سامنے والے ویرانے میں میں نے ایک شخص دیکھا جس کی دونوں آنکھیں لمبائی میں چری ہوئی تھیں۔ میں نے جان لیا کہ وہ جن ہے' اس نے کہا میں وہی سانپ ہوں جس کو گذشتہ رات آپ نے دیکھا میں نے اسی طرح کئی اولیاء کا امتحان لیا مگر آپ کی طرح کوئی بھی ثابت قدم نہ رہ سکا۔ ان میں سے بعض ظاہری باطنی طور پر مضطرب ہو گئے اور بعض باطنی طور پر پریشان ہو گئے مگر ان کا ظاہر درست رہا مگر آپ کا ظاہر و باطن دونوں ثابت قدم رہے پھر اس نے مجھ سے درخواست کی کہ مجھے توبہ کرائیے چنانچہ میں نے اسے توبہ کرائی۔ [2]

---

[1]: سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی، درس شان اولیاء، ادارہ اشاعت و تبلیغ اسلام، ص ۲۸

[2]: گلدستہ کرامات اولیاء مفتی غلام سرور لاہوری، مطبع نولکشور صفحہ ۲۰، (حاشیہ نمبر ۲ اگلے صفحہ پر)

نصرانی کو ابدال بنانا

شیخ ابوالحسن بغدادی فرماتے ہیں کہ میں سیدی شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس مدرسہ بغداد میں پڑھا کرتا تھا۔ میں اکثر رات بیدار رہتا تاکہ آپ کو کوئی ضرورت ہو تو میں کام آسکوں۔ ایک رات آپ اپنے گھر سے باہر نکلے میں نے آپ کو پانی کا لوٹا پیش کیا تو آپ نے نہ لیا۔ مدرسہ کے دروازہ پر پہنچے تو وہ خود بخود کھل گیا جب آپ باہر تشریف لے گئے تو میں دبے پاؤں پیچھے ہولیا میرا خیال تھا کہ میری متعلق آپ کو علم نہ ہوگا۔ جب آپ شہر کے دروازے پر پہنچے تو وہ دروازہ بھی خود بخود کھل گیا ہم تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ ایک شہر دکھائی دیا۔ یہ شہر میرے لئے تو نیا تھا، ہم ایک مکان میں پہنچے جس کے صحن میں چھ آدمی بیٹھے تھے۔ انہوں نے آپ کو دیکھتے ہی سلام کیا۔ میں ایک ستون کی اوٹ میں کھڑا ہوگیا تھوڑی دیر بعد گھر سے رونے کی آواز آئی جو تھوڑی دیر کے بعد بند ہوگئی۔ اسی اثناء میں ایک شخص کی آواز کی طرف بڑھا۔ اور ایک آدمی کو کندھے پر اٹھائے باہر لایا۔ ایک اور شخص بڑی بڑی مونچھوں والا باہر سے آکر آپ کے سامنے دو زانو ہوگیا۔ آپ نے اسے کلمہ پڑھایا اور بال ترشوائے۔ اسے خرقہ پہنا کر محمد نام رکھا اور فرمایا میں نے حکم دیا ہے کہ یہ میت کا بدل قرار پائے۔ اس کے کہا بسرو چشم آپ اٹھے اور نکل کر واپس چلے تو میں پھر آپ کے ساتھ ہولیا تھوڑی ہی دیر میں ہم بغداد کے دروازے پر پہنچ گئے میں اپنے مدرسے میں آگیا۔ آپ اپنے گھر چلے گئے۔ دوسرے دن جب میں حلقہ درس میں بیٹھا تو آپ کی ہیبت سے میں پڑھ نہ سکتا تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا بیٹے خوف نہ کرو اور پڑھو میں نے آپ کو قسم دے کر رات کے واقعہ کی تفصیل دریافت کی تو آپ نے فرمایا جس شہر میں اور تم پہنچے تھے اس کا نام نہاوند تھا وہ چھ ابدال تھے اور رونے والا ساتواں ابدال تھا۔ جب اس کی وفات کا وقت آیا تو میرا وہاں جانا ضروری تھا اور وہ شخص جو کندھے پر اٹھائے ایک شخص کو لایا وہ حضرت خضر تھے تاکہ آپ اسے دفن کر سکیں۔ مگر جس شخص کو میں نے کلمہ پڑھایا وہ قسطنطنیہ کا ایک نصرانی تھا۔ میں نے حکم دیا کہ اس مردہ شخص کا بدل یہ قرار پائے گا میرے ہاتھ پر اس نے توبہ کی اور اسلام لایا اب وہ بھی ان کے ساتھ ہے اب تم عہد کرو کہ یہ واقعہ میری زندگی کسی کو نہ سناؤ گے۔ ۱

بقیہ حاشیہ: ۱ ۔ خلاصۃ المفاخر، علامہ محمد عبداللہ یافعی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ صفحہ ۹۴

۱ ۔ زہرۃ الخاطر الفاطر فی مناقب شیخ عبدالقادر جیلانی، ملا علی قاری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ صفحہ ۶۱

دریائے دجلہ کی طغیانی کا تھم جانا

ایک سال دریائے دجلہ میں اس قدر پانی بھر آیا کہ بغداد غرق ہونے لگا، لوگ آپ کی خدمت میں فریاد لے کر آئے تب آپ نے عصا مبارک لیا اور دریا کے کنارے تشریف لائے اور پانی کے معمول کے مطابق حد سے اس کو گاڑ دیا اور فرمایا یہیں تک رہ۔ چنانچہ پانی اس وقت اتر گیا اور طغیانی ختم ہو گئی۔

تھوڑی سی گندم کا پانچ سال تک ختم نہ ہونا

شیخ ابو العباس بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ بغداد کی قحط سالی کے دوران میں نے حضور غوث اعظم سے تنگ دستی اور فاقے کی شکایت کی تو آپ نے مجھے تقریباً دس سیر گندم عنایت فرمائی اور فرمایا کہ اسے لے جاؤ اور ایک طرف سے نکال کر استعمال کر لیا کرو لیکن اسے کبھی وزن نہ کرنا چنانچہ اس گندم کو ہم تمام گھر والے عرصہ پانچ سال تک کھاتے رہے۔

ایک روز میری اہلیہ نے گندم کو وزن کیا تو معلوم ہوا کہ جتنا پہلے روز تھا اتنا اب بھی ہے۔ اس کے بعد یہ گندم سات روز میں ختم ہو گئی۔

ایک ہی وقت میں اکہتر جگہ موجودگی

روایت ہے کہ رمضان کے مہینے میں اتفاقاً ستر آدمیوں نے آپ کو ایک ہی روز الگ الگ اپنے گھر میں افطار کرنے کی دعوت دی۔ آپ نے ہر ایک کی دعوت کو قبول کیا۔ جب افطاری کا وقت آیا تو آپ نے ہر ایک کے گھر جا کر افطاری کی اور اسی وقت اپنے گھر بھی افطاری کی۔ یہ خبر بغداد میں پھیل گئی۔ آپ کے خادم کے دل میں خیال آیا کہ حضرت تو اس وقت اپنے گھر سے ہی نہیں نکلے تو اتنے لوگوں کے گھروں میں جا کر ایک ہی وقت میں افطاری کرنا کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ آپ نے اس کے دل کی بات پر مطلع ہو کر فرمایا کہ یہ سچ ہے کہ میں ایک ہی وقت میں نے ان ستر آدمیوں کے الگ الگ ان کے گھروں میں جا کر افطاری کی اور اسی وقت میں نے اپنے گھر میں بھی افطاری کی ہے۔

انگلیوں کی برکت:

شیخ محمد عارف ابو محمد علی سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کی زیارت کے لئے بغداد آیا اور آپ کی خدمت میں ایک عرصہ ٹھہرا رہا۔

پھر میں نے مصر کی طرف لوٹنے کا اور مخلوق سے مجرد رہنے کا ارادہ کیا تو آپ سے اجازت مانگی تب آپ نے مجھے وصیت کی کہ کسی سے کچھ نہ مانگوں اور اپنی ان دونوں انگلیوں کو میرے منہ پر رکھا اور مجھے حکم دیا کہ ان دونوں کو چوسوں ۔ میں نے ایسا ہی کیا آپ نے فرمایا کہ اب تم درست ہدایت یافتہ ہو کے جاؤ۔ میں بغداد سے مصر آیا اور میرا یہ حال تھا کہ نہ کھاتا تھا نہ پیتا تھا اور میں بڑا طاقتور تھا۔ [1]

نابینا اور برص والے کو شفایاب کرنا

روایت ہے کہ ابو غالب فضل اللہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ آپ نے قبول فرمایا اور وقت مقررہ پر تشریف لے گئے ۔ مجلس میں بغداد کے مشائخ اور علماء جمع تھے ۔ دسترخوان بچھایا گیا جس میں مختلف قسم کے کھانے چن دیئے گئے تھے۔ ایک ٹوکرا جو بند تھا لا کر دسترخوان کے ایک طرف رکھ دیا گیا۔ حضور غوث اعظم مراقبے میں تھے ۔ آپ نے کھانا نہ کھایا اور آپ کی وجہ سے کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ کھانا شروع کرے ۔ آپ نے شیخ علی ابن الهیتی کو اشارہ کیا کہ وہ صندوق اٹھا کر یہاں لاؤ۔ پھر آپ نے فرمایا اس کو کھولو ، جب کھولا گیا تو اس میں ابو غالب کا لڑکا تھا جو مادر زاد اندھا اور برص و جزام کے مرض میں مبتلا تھا۔ جناب غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ اس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اللہ کے حکم سے تندرست ہو کر کھڑا ہو جا۔ لڑکا فوراً تندرست ہو کر بینا ہو گیا اور کھڑا ہو کر دوڑنے لگا ۔ یہ حال دیکھ کر مجلس میں شور پڑ گیا اور حضور غوث اعظم واپس تشریف لے گئے اور کچھ نہ کھایا۔ شیخ ابو سعید قیلوی نے فرمایا کہ جناب غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ مردے کو زندہ کرتے ہیں اور مادر زاد اندھے کو بینا اور برص والے کو اچھا کرتے ہیں [2]

دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

شیخ عبدالرزاق بیان کرتے ہیں کہ ہم ۵۵۷ھ میں حضرت شیخ کے گھر پہنچے جو آپ کے مدرسہ باب ازج میں واقع ہے۔ اس وقت آپ دودھ نوش فرما رہے تھے۔

---

[1] مظہر جمال مصطفائی، صوفی سید نصیر الدین ہاشمی قادری رضوی، صفحہ ۲۸۴ تک ۲۹۹

[2] بہجۃ الاسرار، امام ابوالحسن الشطوفی الشافعی، صفحہ ۹۴ ۔

آپ نے دودھ چھوڑ دیا اور دیر تک مستغرق رہے پھر فرمانے لگے ابھی ابھی میرے لئے علوم لدنی کے ستر دروازے کھول دیئے گئے ہیں - ان میں سے ہر دروازے کی وسعت زمین و آسمان کے درمیان فراخی کی مثل ہے اس کے بعد آپ نے طبقہ خواص کے معارف بیان کرنا شروع کر دیئے آپ سے حاضرین حیرت و دہشت میں ڈوب گئے۔ ہم نے کہا ہمیں یقین نہیں آتا کہ حضرت شیخ کے بعد کوئی ایسا کلام کر سکے۔[۱]

---

۱ : خلاصۃ المفاخر ، محولہ بالا صفحہ ۱۴۸۔

بقیہ: فیضان رسالت کی ضیاء باریاں

سلام گویم و صلوت بر تو ہر نفسے قبول کن بہ کرم ایں سلام و صلوتم

انہیں ولایت عظمیٰ پر سرفرازی انہی حسین ابن علی جان اولیاء کے توسط سے ہوئی ہے اور بقول حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ: اہل بیت سے محبت تو فرائض ایمان سے ہے" ہمارے فرائض میں داخل ہے اس کے ترک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(فتاویٰ عزیزی، صفحہ ۲۸۰)

حضرت غوث پاک رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کی تائید غیبی، کشف و کرامات، مراتب عظمیٰ کا مختصر سے مختصر بیان ممکن نہیں - ہماری غرض تو ان عظیم ہستیوں کی جانب آپ کی توجہ مبذول کرنا ہے جو اپنے زمانہ میں بھی پرتو نور مبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رہے اور آج بھی جن کے فیوض و برکات لاکھوں قلوب کو نور ایمان سے منور کر رہے ہیں۔

آج مسلمانوں کی کثیر تعداد جو ہند و پاکستان میں ہے کسی بادشاہ کی کسی سعی کا نتیجہ نہیں بلکہ نتیجہ ہے ایک داتا گنج بخش رحمت اللہ تعالیٰ علیہ ، ایک خواجہ اجمیری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ ، ایک حضرت بہاء الدین زکریا رحمت اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے بے شمار مریدین و معتقدین کی سعی پیہم کا۔

حضور غوثِ اعظم اور احیائے دین

سید محمد یاسر بخاری

اللہ جلّ جلالہٗ و عمّ نوالہٗ اپنے حبیبِ لبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ (المائدہ:۶۷)

ترجمہ: اے رسول کریم! پہنچا دیجئے جو کچھ اُترا آپ پر، آپ کے رب تعالیٰ کی طرف سے۔

یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو تبلیغِ دین کا اہم فریضہ سونپتے ہوئے اپنے پسندیدہ مذہب اسلام کا داعی بنا کر دنیا میں مبعوث فرمایا اور آپ کو اس عالمگیر اور آفاقی دین کے پیغمبر اور رسول کی حیثیت سے عالمِ فرش پر جلوہ افروز فرمایا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ مل کر اسلام کی ترویج و اشاعت جس طرح سے کی اور اس راستے میں آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو جن مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان سے ہم واقف ہیں۔ لیکن آج ہم تک یہ دینِ اسلام کیسے پہنچا؟ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کو لیجئے بلغوا عني ولو آية (پہنچا دیجئے میری طرف سے اگرچہ ایک ہی آیت)

یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو فرمایا کہ جو کچھ میں کہوں اس کی صاف صاف اور کھلم کھلا تبلیغ کرو اور زیادہ سے زیادہ لوگوں میں اس آفاقی پیغام کی اشاعت کرتے رہو۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام جگہ جگہ پھیل گئے اور اسلام کی اشاعت کرتے رہے۔ آپ کے بعد تابعین، تبع تابعین اور اولیائے عظام ہیں جنھوں نے حضور پُرنور، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو من و عن عامۃ المسلمین کے سامنے بیان کیا اور انہیں صلحاء اور اولیاء کی بدولت آج ہم ایک مسلمان کی حیثیت سے سانس لے رہے ہیں۔

اولیائے عظام کی خدمات کا قرآنی اصول

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ (الرعد: ۱۱)

ترجمہ: تاکید جانو کہ اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک افراد قوم کے نفوس کے اندر تبدیلی واقع نہ ہو۔

یعنی جب تک قلب کی گہرائیوں میں شر و فساد موجود ہے تو انسان کی حرکات سکنات اور اس کے افعال و اعمال سے برائیوں کا ظہور ہو گا اور اگر قلب میں فلاح و خیر کا انقلاب موجزن ہو جائے تو متعلقہ شخص کی ذات چشمہ خیر و برکات بن جائے گی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰہَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰہَا (الشمس ۹۱: ۹-۱۰)

ترجمہ: یقیناً فلاح پاگیا جس نے (اپنے) نفس کو پاک کر لیا اور یقیناً نامراد ہوا جس نے اس کو خاک میں دبا دیا۔

اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں مفسرِ قرآن پیر کرم شاہ صاحب رحمت اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں

"جو شخص اپنے آپ کو گناہوں سے پاک رکھتا ہے، اپنے آپ کو اخلاقِ حسنہ سے آراستہ کرتا ہے اس کی فطرتِ سلیمہ نشو و نما پاتی ہے، اس کی قوت و توانائی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ایسا شخص اپنے اندر ایسا عزم اور ہمت محسوس کرتا ہے کہ وہ مشکل سے مشکل کام کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے۔ راہ میں حائل ہونے والی رکاوٹوں کو وہ پرِکاہ کی وقعت نہیں دیتا۔ نہایت ثابت قدمی سے نیکی کی راہ پر گامزن رہتا ہے، اس کی زندگی کا دار و مدار اعمالِ حسنہ اور روشن کاموں سے لبریز ہو جاتا ہے۔ اس کی روحانی قوتیں بیدار ہو جاتی ہیں اور آخر کار وہ اس منزل پر فائز ہو جاتا ہے جس کے بارے میں حدیث قدسی میں فرمایا گیا ہے اکون بصرہ الذی یبصر بہ میرا نور اس کی بینائی بن جاتا ہے اور وہ مجھ سے دیکھتا ہے --- الخ۔ جب اس کی ظاہری زندگی رحمتوں اور برکتوں کا مخزن و منبع ہوتی ہے تو آخرت میں اس کی جو عزت افزائی ہو گی اس کا اندازہ کون لگا سکتا ہے"!

۱: تفسیر ضیاء القرآن، جلد ۵، صفحہ ۵۷۳، ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور۔

یہ اہل قرآنی اصول جس طرح افراد کے لئے صحیح ہیں اسی طرح جماعت اور قوم کے لئے بھی صحیح ہیں ۔ کیونکہ جماعتیں اور قومیں افراد ہی سے بنتی اور بگڑتی ہیں ۔ لہٰذا افراد ہی وہ بنیادی و کلیدی کردار ادا کرتے ہیں جن کی وجہ سے قومیں یا تو اوجِ ثریا پہ پہنچ جاتی ہیں اور یا قعرِ مذلت میں گر جاتی ہیں ۔ اسی لئے افراد کے تزکیۂ نفوس اور تصفیۂ قلوب کے لئے ارباب ولایت و روحانیت کی اپنی روحانی سلطنت، زوال خلافِ راشدہ کے بعد بھی قائم رکھی ۔ انہوں نے ملتِ اسلامیہ کو کبھی نہیں چھوڑا، نہ حکمرانوں کی اصلاح سے منہ موڑا۔ اولیاء اللہ کی اس قدوسی جماعت نے اپنا تعلق فکر و نظر ہمیشہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مضبوط رکھا اور کبھی بھی ذاتی مفاد یا مصلحت کو راہ میں رکاوٹ نہ بننے دیا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِينَ اٰمَنُوْا (البقرہ ۲۵۷) اللہ اُن کا دوست ہے جو ایمان لائے۔ ولایت چونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اس صفت سے انبیاء کرام اور اولیاء عظام خاص طور پر نوازے جاتے ہیں ۔

تاریخ گواہ ہے کہ جب تک نظامِ حکومت روحانیت و ولایت کے علمبرداروں کے ہاتھ میں رہا اس وقت تک ایک مکمل اسلامی معاشرہ قائم رہا، جس میں اخلاق سے لے کر عدل و انصاف اور امنِ عامہ تک تمام جملہ سماجی مساوات قائم نظر آئیں۔ لیکن جیسے ہی عنانِ حکومت دولت پرستوں اور اقتدار پرستوں کے ہاتھوں میں منتقل ہوئی ملت اسلامیہ افراتفری، انتشار اور خانہ جنگیوں کا شکار ہو کر رہ گئی ۔ غیر اقوام نے ان حالات سے فائدہ اُٹھایا جس کا نتیجہ آج بھی ہمارے سامنے ہے۔ چند اہلِ دنیا (اربابِ حکومت) لوگوں نے اولیاءِ کرام کو اپنا مدِمقابل جان کر ظلم کے پہاڑ توڑے، خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اہلبیت کرام علیہم السلام سے تقریباً پچانوے فیصد شہید کئے گئے ۔

اسلام اگرچہ ایک آفاقی اور عالمگیر دین ہے لیکن آج یہ ہم تک موجودہ شکل میں جس طرح پہنچا ہے اس کی تاریخ بڑی سنگین اور پر فتن ہے۔ جس زمانے میں حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسند ارشاد و موعظت سنبھالی اس وقت اسلام ایک انتہائی نازک مقام پر تھا ۔

> "ایک طرف باطنیت اور اس کی شاخیں، اسلامی روح اور اس کے عقائد کے لئے سخت خطرہ تھیں ، دوسری طرف مسلمانوں کو زندگی سے بے دخل کرنے کے لئے صلیبیوں کی یورش اور تاتاریوں کا حملہ بالکل کافی تھا۔ دنیا کا کوئی دوسرا مذہب ہوتا تو

وہ اس موقع پر اپنے سارے امتیازات کھو دیتا اور ایک تاریخی داستان بن کر رہ جاتا، لیکن اسلام ان سب داخلی و خارجی حملوں کو برداشت کر گیا اور اس نے نہ صرف اپنی ہستی قائم رکھی بلکہ زندگی کے میدان میں نئی نئی فتوحات حاصل کیں۔ تحریفات، تاویلات، بدعات، عجمی اثرات، مشرکانہ اعمال اور رسومِ مادیت، نفس پرستی، تعیشات، الحاد، لادینیت اور عقلیت پرستی کا اسلام پر بارہا حملہ ہوا۔" [۱]

ان نازک ترین حالات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کے ذریعہ اپنے پسندیدہ دین کی حفاظت خوب فرمائی۔ ایک طرف تو علمائے کرام نے اس میں اہم کردار ادا کیا اور اسلام کی حقیقی روح کو تازہ کیا جبکہ دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسے لوگ بھی مرحمت فرمائے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اس دین کو ہر دور میں زندہ اشخاص عطا فرماتا رہے گا جو ان تعلیمات کو زندگی میں منتقل کرتے رہیں گے اور مجموعاً یا انفراداً اس دین کو تازہ اور اس اُمت کو سرگرم عمل رکھیں گے۔

یہی وہ مشائخِ کرام اور اولیاءِ عظام ہیں جن کی بدولت آج ہم الحمد للہ ثم الحمدللہ مسلمان ہیں کیونکہ انہیں لوگوں نے اپنے اپنے ادوار میں حق کو واضح کیا اور باطل کے خلاف لڑے، اسلام کی حقیقی تعلیمات سے عوام الناس کو روشناس فرمایا۔ بدعات کے خلاف جہاد کیا، مشرکانہ اعمال و رسم و رواج کی سختی سے منائی اور سُنتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پرزور حمایت کی اور دنیا پرستی اور عیش و طرب کے ماحول پر جو ضرب کاری لگائی اسی کی بدولت احیائے دین ہوا۔ یہ افراد علمی، اخلاقی اور روحانی اعتبار سے اپنے زمانے کے ممتاز ترین افراد تھے اور طاقتور، دلکش اور دل آویز شخصیتوں کے حامل تھے۔

اللہ تعالیٰ کو چونکہ اسلام کی بقاء اور حفاظت مطلوب ہے اسی لئے جو کام وہ پہلے انبیائے کرام سے لیتا تھا اب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے مجددین اور مصلحین سے انجام پذیر ہوں گے۔ کوئی بھی مذہب اس وقت تک مستحکم نہیں ہو سکتا جب تک وقتاً فوقتاً ایسے افراد پیدا نہ ہوتے ہوں جو اپنے ایمانِ کامل، معرفتِ الٰہی، خوش خلقی، عاجزی و انکساری اور اعلیٰ ذہنی و فکری صلاحیتوں سے کام لے کر عوام کی زندگی میں ایک انقلاب برپا کریں

---

[۱]: تاریخِ دعوت و عزیمت، ابو الحسن علی ندوی، جلد ۱، صفحہ ۱۹، مطبوعہ مجلس نشریات اسلام کراچی۔

اور اس مذہب کے پیروکاروں میں نئی امنگ اور جوش و ولولہ پیدا کریں۔ یہی جذبات کام میں لا کر مذہب کی ترویج کی جاتی ہے ۔ اسلام کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جہاں کہیں بھی اسلام کے لئے کوئی فتنہ پیدا ہوا وہاں کوئی نہ کوئی ایسی ہستی ضرور موجود ہوئی جس نے اپنے قول اور فعل دونوں سے اس فتنہ کا مقابلہ کر کے اسلام کو سرخرو کر دیا۔

انہیں چند عظیم ہستیوں میں محبوب سبحانی، قطب ربانی ، قندیلِ نورانی ، ہیکلِ یزدانی، شہبازِ لامکانی سید شیخ ابو محمد محی الدین عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہیں۔ آپ کا لقب مبارک مُحی الدین یعنی دین کو جِلا (زندگی) بخشنے والا ہے۔ چونکہ آپ نے اسلامی طرز فکر میں ایک نئی روح پھونک دی اور تمام اختلافات کا قلع قمع فرمایا اسی لئے آپ کو محی الدین کہا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ

"میں ایک سفر سے ایک دفعہ حج کے لئے بغداد کی طرف ننگے پاؤں آیا اور ایک بیمار پر جس کا رنگ متغیر اور دبلا تھا، گذرا۔ اس نے مجھے دیکھ کر کہا السلام علیك یا عبدالقادر! میں نے اس کے سلام کا جواب دیا، اس نے کہا کہ آپ میرے قریب آئیں، میں اس کے قریب آیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ آپ مجھے بٹھلا دیں، میں نے اس کو بٹھلا دیا تب اس کا جسم بڑھنے لگا، اس کی صورت اچھی ہو گئی، اس کا رنگ صاف ہو گیا؛ میں اس سے ڈرا تو وہ کہنے لگا کہ آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں، اس نے کہا کہ میں دین ہوں جیسا کہ آپ نے مجھے دیکھا تھا خستہ حال ہو گیا تھا۔ بے شک اللہ نے مجھے آپ کے سبب سے زندہ کر دیا اور آپ محی الدین ہیں" [۱]

اس واقعہ کے بعد جب آپ شہر میں داخل ہوئے تو ہر کوئی محی الدین پکار رہا تھا۔ آپ اپنے والد محترم کے نسبی شجرہ مبارکہ سے امام عالی مقام حسن علیہ السلام کی اولاد ہیں جبکہ والدہ کی نسبت سے حسینی سید ہیں۔ بقول شاعر

ایں بار گہِ حضرت غوث الثقلین است | نقدِ کمرِ حیدر و نسلِ حسنین است
مادرش حسینی نسب است و پدرِ او | اولادِ حسن یعنی کریم اللابوین است

---

[۱] : بہجتہ الاسرار امام ابو الحسن الشطنوفی شافعی، اردو ترجمہ حافظ پروفیسر سید احمد علی چشتی بٹالوی، صفحہ ۱۵۱، مطبوعہ پروگریسو بکس لاہور۔

تحصیل علم

اٹھارہ سال کی عمر میں ۴۸۸ھ میں بغداد تشریف لائے اور پوری محنت و لگن سے حصولِ علم میں مشغول ہو گئے۔ زہد و مجاہدہ اور عبادت و ریاضت کی جانب طبعی میلان اور رجحان کے باوجود آپ نے حصولِ علم میں کبھی بھی کوتاہی نہیں کی۔ ہر شعبۂ علم میں اس کے یگانہ روزگار اساتذہ و علماء سے مکمل عبور اور دسترس حاصل کی۔ آپ کے چند مشہور اساتذہ کرام میں ابوالوفا ابن عقیل محمد بن الحسن الباقلانی اور ابو زکریا جیسے بے مثل و بے نظیر ائمہ فن کے نام نظر آتے ہیں۔

درس و وعظ

"حضرت ابو سعید مخزومی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت کے دوران ایک روز آپ نے خواب میں دیکھا کہ سرکار رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور انہوں نے فرمایا کہ اے عبدالقادر! تم وعظ و نصیحت کیوں نہیں کرتے؟ عرض کیا یا رسول اللہ! میں عجمی، فصحاءِ عرب کے سامنے کیسے زبان کھولوں؟ فرمایا اپنا منہ کھولو۔ آپ نے تعمیل ارشاد کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعابِ دہن سات بار آپ کے منہ میں ٹپکایا اور فرمایا جاؤ قوم کو وعظ و نصیحت کرو اور ان کو اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف بلاؤ۔ خواب سے بیدار ہوئے تو نماز پڑھی اور وعظ کے لئے بیٹھ گئے۔ کچھ لوگ آ گئے آپ کو کچھ گھبراہٹ محسوس ہوئی تو یکایک کشفی حالت طاری ہوئی، دیکھا کہ شہنشاہِ ولایت مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کھڑے ہیں، فرماتے ہیں عبدالقادر! وعظ کیوں نہیں کرتے؟ عرض کیا گھبرا گیا ہوں۔ امام الاولیاء نے فرمایا مُنہ کھول، آپ نے تعمیل کی۔ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے چھ مرتبہ لعابِ دہن ڈالا۔ حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہٗ نے پوچھا کہ آپ کے سات مرتبہ کیوں نہ ڈالا؟ فرمایا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب کی وجہ سے ہے۔ پھر آپ نے وعظ شروع فرمایا تو جیسے فصاحت و بلاغت کے دریا امڈ پڑے، سرمدی موسیقی کانوں میں رس گھولنے لگی، دل گداز اور روحیں سرشار ہو رہی تھیں، ہجوم خلق کی وجہ سے کھلے میدان میں درس دیتے، پہلے درس کے دوران پانچ ہزار عیسائیوں نے اسلام قبول کیا" [۱] (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

آپ کے تبحرِ علمی کا یہ عالم تھا کہ آپ بلا مطالعہ کتب کے بھی مسئلے کا فوراً سے پیشتر جواب دے دیا کرتے تھے۔ بلادِ عرب و عجم سے کئی کئی فتاویٰ آپ کے پاس آتے اور کوئی بھی فتویٰ ایک دن سے زیادہ وقت نہ لیتا۔ آپ حضرت امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین دونوں کے مذہب پر فتویٰ صادر فرمایا کرتے تھے اور جب آپ کا فتویٰ علماء عراق کے پاس پہنچ جاتا تو وہ جواب کی اتنی سرعت سے پہنچنے پر متعجب ہو جاتے۔ صاحب "بہجۃ الاسرار" لکھتے ہیں

"خبر دی ہم کو شریف اور ابو عبداللہ محمد بن خضر حسینی موصلی نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سُنا کہ وہ کہتے تھے کہ میرے سردار شیخ محی الدین عبدالقادر تیرہ (۱۳) علوم میں کلام کیا کرتے تھے اور اپنے مدرسہ میں تفسیر، حدیث، مذہب و اخلاقیات کا درس دیا کرتے تھے اور شام کے وقت آپ سے لوگ تفسیر، حدیث مذہب، اخلاقیات، اصول، نحو پڑھا کرتے تھے اور ظہر کے بعد آپ ساتوں قرأت میں قرآن پڑھایا کرتے تھے"۔ [1]

حضور غوثِ اعظم محبوبِ سبحانی، قندیلِ نورانی، ہیکلِ یزدانی، شہبازِ لامکانی سید ابو محی الدین شیخ عبدالقادر الحسنی الحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے عالم میں مسند دعوت و ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے جبکہ فضاء حضرت حلاج کے واقعہ سے پوری طرح مکدّر تھی۔ آپ چونکہ فقہ میں حضرت امام احمد بن حنبل کے مقلد تھے اور چونکہ یہ مسلک روایات کے ظاہری معنی میں پکا اور متشدد ہے اس لئے الحاد و زندیقی کی تہمت آپ پر عائد نہ ہو سکتی تھی۔ فتویٰ اور درس کی سند آپ کے پاس تھی۔ کوئی بھی قاضیِ وقت مفتی یا فقیہ آپ کے علم و عمل پر اعتراض نہ کر سکتا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اہلِ دل و اہلِ طریقت کے لئے آپ کی ذاتِ مبارکہ ڈھال بن گئی اور اہلِ شریعت آپ اور آپ کے متوسلین پر بدعتی اور غیر شرع ہونے کا الزام نہ لگا سکے۔ آپ پر شریعت و طریقت کا اجماع ہو گیا اور آپ کے بعد اہلِ علم حضرات کے اعتراض میں کمی آتی گئی اور انہوں نے عملاً صوفیاء کو اپنا رہبر و رہنما تسلیم کر لیا۔ دوسری طرف صوفیائے کرام نے

بقیہ حاشیہ: شانِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مفتی خلیل الرحمان قادری گلوزوی، الحسن پشاور، شمارہ ۱۳۹۔ ۱۴۱ صفحہ ۱۷

[1]: بہجۃ الاسرار، محولہ بالا، صفحہ ۳۳۵۔

بھی پہلے سے زیادہ شریعت کی پابندی اور احترام ملحوظ رکھنا شروع کر دیا اس طرح سے نہ صرف اہلِ علم حضرات بھی مطمئن ہو گئے بلکہ صوفیاء اور اہل دل حضرات میں موجود کشمکش کا بھی خاتمہ ہوا۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ

"اگر حدودِ الٰہی (احکامِ شرعی) میں سے کوئی حد ٹوٹتی ہو تو سمجھ لو کہ تم فتنے میں پڑ گئے ہو اور شیطان تم سے کھیل رہا ہے، فوراً شریعت کی طرف رجوع کرو اس کو مضبوط تھام لو، نفس کی خواہشات کو جواب دو اس لئے کہ ہر وہ حقیقت جس کی شریعت تائید نہیں کرتی باطل ہے"۔[1]

معتزلہ عقائد کی تردید

فرقۂ معتزلہ دینِ اسلام میں مادیت کے نمائندے تھے اور علم قرآنی کی تشریح عقلی و نقلی دلائل کی روشنی میں کرتے۔ اس فرقہ کا بانی واصل بن عطاء ۸۰ھ - ۱۳۱ھ) تھا جو کہ امام حسن بصری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کا شاگرد تھا۔ امام حسن بصری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے فیض یافتہ تھے۔ ولایت کے بلند رتبے پر فائز ہیں اور علم و عرفان اور فلسفہ میں ممتاز تھے۔ ان کی صحبت مبارکہ میں واصل کے نظریے میں وسعت پیدا ہوئی۔

"ایک دن امام حسن بصری کے حضور ایک مسئلہ پیش ہوا کہ جو شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو آیا وہ کافر ہے مسلمان؟ واصل نے جس کا جواب دیا کہ وہ نہ کافر ہے اور نہ مسلمان بلکہ وہ ان دونوں کے درمیانی درجہ میں ہے۔ اس کے بعد واصل نے مسجد کے ایک کونہ میں الگ بیٹھ کر اپنے نقطۂ نگاہ کی تشریح شروع کر دی اور دلائل پیش کئے۔ اس کے اس الگ بیٹھ جانے پر امام حسن بصری نے کہا اعتزال عنا (وہ ہم سے جدا ہو گیا) اسی فقرہ سے واصل بن عطا کے فرقہ کا نام "معتزلہ" پڑ گیا"۔[2]

معتزلی فرقہ میں بنیادی باتیں مندرجہ ذیل ہیں

(۱) ایک مدت سے مسلمانوں میں جبر و قدر کے مسئلہ پر اختلاف تھا۔ علماء کے ایک

---

[1]: طبقات الکبریٰ، للشعرانی بحوالہ تاریخ دعوت و عزیمت محولہ بالا صفحہ ۲۰۲۔

[2]: تاریخِ اسلام، صاحبزادہ عبدالرسول، صفحہ ۵۱۵، ایم آر برادرز لاہور

طبقہ کا خیال تھا کہ انسان تقدیر کے ہاتھوں مجبورِ محض ہے۔ یہ لوگ جبریہ کہلاتے تھے لیکن بعض علماء کا خیال تھا کہ انسان اپنے افعال میں مختار ہے، یہ لوگ قدریہ کہلاتے تھے، معتزلہ قدریہ تھے۔ ان کے نزدیک انسان اپنے تمام اعمال و حرکات پر قادر ہے اور اگر ایسا نہیں تو پھر جزا و سزا کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ان کے نزدیک یہ بات عدل خداوندی کے خلاف تھی کہ ایک مجبور انسان کو ان اعمال بد کی جزا دی جائے جو کہ روز اول سے ہی اس کے نصیب میں لکھے جا چکے تھے۔

(۲) آخرت میں بنی نوع انسان جسمانی طور پر دوبارہ زندہ نہیں ہوں گے۔

(۳) ذاتِ باری تعالیٰ کا وجود نہیں اسلئے قیامت کے روز انسان جسمانی نہیں بلکہ روحانی آنکھ یعنی عقل و شعور سے اللہ تعالیٰ کو محسوس کریں گے۔

(۴) خداوند تعالیٰ کی صفات اس کی ذات سے جُدا نہیں۔

(۵) قرآن مخلوق اور حادث ہے۔

موخر الذکر معتزلہ کا اہم عقیدہ ہے۔ تمام علماء کرام کا یہ عقیدہ تھا کہ قرآن خُدا کا کلام ہے اور وہ موجودہ شکل میں روزِ ازل سے موجود تھا۔ قرآن اتنا ہی قدیم اور ازلی ہے جتنا کہ خود خُدا۔ معتزلہ اس عقیدہ کو شرک خیال کرتے تھے۔ ان کے نزدیک دوسری تمام چیزوں کی طرح قرآن بھی مخلوق اور حادث ہے۔ اس عقیدے سے کئی فتنوں کے ظہور کا امکان تھا کیونکہ اس سے وقتی ضروریات اور حالات زمانہ کے بدل جانے پر قرآنی احکام کے بدلنے کی گنجائش پیدا ہو جاتی تھا۔ اس لئے علماء نے بڑی سختی اور شدت سے اس عقیدے کی مخالفت کی۔ اگرچہ اس کو سرکاری سرپرستی بھی حاصل رہی۔

مامون الرشید چونکہ فلسفی تھا اور معتزلہ بھی مذہب اور فلسفہ کو اکٹھا کرنے کی کوشش میں تھے۔ لہٰذا مامون نے ۲۱۸ھ میں حکم دیا کہ جو قاضی خلق قرآن تسلیم نہیں کرتے ان کو معزول کر دیا جائے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ملتِ اسلامیہ کے تمام مذہبی پیشواؤں کے تحریری بیانات لئے جائیں۔ اکثریت نے اس کے خلاف رائے دی۔ جب مامون نے دیکھا تو اس نے تمام علماء کو قتل کرانے کا حکم دیا تو سارے علماء اپنے بیانات سے منحرف ہو کر معتزلی عقائد پر ایمان لے آئے۔ صرف اور صرف امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح ثابت قدم رہے۔ معتصم باللہ اور واثق باللہ بھی مامون کے بعد اس کی حکمت عملی پر قائم رہے۔ ان کے

عہد میں قاضی احمد بن داؤد نے جو معتزلہ فرقہ کے ممتاز عالم تھے، غیر معتزلہ علماء پر انتہائی سختیاں کیں۔ امام احمد بن حنبل کو اتنے کوڑے لگائے جاتے کہ آپ بے ہوش ہو جاتے۔ ہوش میں آتے تو یہ سوال ہوتا کہ قرآن حادث ہے یا قدیم؟ آپ فرماتے قدیم۔ اس کے بعد پھر کوڑوں کا دور شروع ہو جاتا۔ آپ کو دولت کا لالچ بھی دیا جاتا مگر آپ فرماتے "میرے سامنے قرآن و حدیث میں سے کوئی دلیل پیش کروگے تو میں تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوں"

اس گومگو کی کیفیت میں جبکہ لوگ امام احمد بن حنبل رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق جان چکے تھے۔ اور معتزلی عقائد متزلزل ہونے لگے تو امام غزالی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے عقل اور ادراک کی حقیقت کو ناقص گردانتے ہوئے تصور کی طرف رجوع کیا۔ ان کی تحریروں نے کئی لوگوں کو قائل کر دیا لیکن صرف تحریر و تقریر سے وہ اثر نہیں ہوتا جو کسی شخصیت سے متاثر ہو کر پیدا ہوتا ہے۔ لوگ تو ایک ایسی شخصیت کے متلاشی تھے جس کے پیکر میں تصوف کا علم و عمل ڈھل گیا ہو جو نظامِ کائنات پر ایک حرف نہ کہے لیکن اس کے اشارۂ ابرو پر کائنات اپنے قانون توڑ دے۔ وہ عقل کے خلاف کچھ نہ لکھے لیکن اس کے سامنے پہنچ کر عقل کو اپنی عجز و درماندگی کا احساس ہو جائے اور دل کشف و مشاہدہ کی منزلیں طے کر لے اور جبر و قدر کے سارے معاملے سلجھ جائیں۔ محی الدین سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے وجود میں ایک ایسی شخصیت سامنے آگئی کہ ان کا محض دیکھنا ہر سوال کا جواب تھا۔ وہ مشکلات کا سراپا حل تھے۔ گفتگو فرماتے تو الفاظ انفاس عیسوی بن کر پھیلتے، خاموش ہو جاتے تو علم و عرفان اور معرفت و انجم ان سے حقیقت کی خوشبو دلوں کو مہکا دیتی تھی۔ حضور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اسلام کی دعوت دینے اور گمراہ عقائد کی سختی سے تردید کرنے کے لئے اپنی خداداد روحانی و علمی صلاحیتوں اور ملکۂ اجتہاد سے داعیوں کی ایک منظم جماعت تشکیل دی جو کہ سلسلہ قادریہ کی صورت میں آج بھی لوگوں کے سامنے ہے۔ سلسلۂ قادریہ کے ان داعیوں نے تمام ممالک اسلامیہ میں دعوت الی اللہ اور تجدید ایمان کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس سلسلے سے بے شمار لوگ فیض یاب ہوئے اور لاکھوں انسانوں نے اپنے عقائد کی اصلاح کا سبق لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عالم اسلام میں مادہ پرستی کا خاتمہ ہو گیا، معتزلہ عقائد بھی مٹ گئے اور ان کا کوئی نام لیوا نہ رہا۔ حکمرانوں کے ظلم و ستم اور ان کے ناجائز رویہ۔ نیز ان کے غلط افعال اور فیصلوں کی سختی سے مذمت کرتے تھے۔ آپ بڑی راستبازی اور حق گوئی کے ساتھ امر بالمعروف

اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتے۔

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ارشاد فرماتے ہیں

"لوگو! زیادتی، نقصان، تقدم و تاخر کے طلب گار نہ بنو کیونکہ تقدیر تم میں سے ہر ایک کو الگ الگ گھیرے ہوئے ہے۔ تم میں کوئی ایسا نہیں جس کے لئے خاص تحریر اور مخصوص تاریخ نہ ہو۔ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حق تعالیٰ پیدائش، رزق، موت ہر چیز سے فارغ ہو چکا۔ قلم ہونے والی چیز کو لکھ کر خشک ہو گیا" حق تعالیٰ ہر چیز سے فارغ ہو لیا اور اس کا فیصلہ ہو چکا لیکن حکم (بعد میں) تمہارے پاس آیا امر و نہی اور الزام کا پردہ اس پر ڈال دیا گیا۔ کسی کو حق نہیں کہ تقدیر کے ساتھ حکم پر دلیل لائے (اور یوں کہے کہ "جب میں نے اسی کے موافق کیا جو میری تقدیر میں میری پیدائش سے پہلے لکھ دیا گیا تھا تو پھر سزا کیوں دی جاتی ہے") بلکہ یوں کہے کہ حق تعالیٰ سے باز پرس نہیں ہو سکتی، وہ جو چاہے کرے اور بندوں سے ہو سکتی ہے" [۱]

اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"تجھے شرم نہیں آتی کہ تیری حرص نے تجھ کو ظالم کی خدمت گاری اور حرام خوری پر آمادہ کر دیا ہے۔ تو کب تک حرام کھاتا اور دنیا کے ان ظالم بادشاہوں کا خدمتگار بنا رہے گا جن کی خدمت میں لگا ہوا ہے ان کی بادشاہت عنقریب مٹ جائے گی اور تجھے حق تعالیٰ کی خدمت میں آنا پڑے گا جس کی ذات کو کبھی زوال نہیں" [۲]

ایک دوسرے مقام پر آپ ارشاد فرماتے ہیں

"اے نادان! تو چاہتا ہے کہ جس چیز کو چاہے بدل دے، کیا تو دوسرا خدا ہے؟ خدا کو اپنے موافق کرنا چاہتا ہے؟ یہ معاملہ بالکل برعکس ہے، اس کے خلاف کر کہ سیدھی راہ پائے۔ اگر تقدیر نہ ہوتی تو جھوٹے دعووں کی شناخت نہ ہوتی، تجربوں سے جوہر کھلتے ہیں" [۳]

۱: الفتح الربانی ملفوظات سید شیخ عبدالقادر جیلانی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ، صفحہ ۲۷، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور۔

۲: فیوض یزدانی، بحوالہ تاریخ دعوت و عزیمت، محولہ بالا صفحہ ۱۹۹۔

۳: الفتح الربانی، محولہ بالا، صفحہ ۵۴۔

اسماعیلہ عقائد کی تردید

اسلام میں اکثر فرقوں کے آغاز کا مسئلہ خلافت سے ہی ہوا جو کہ بعد میں مذہبی رنگ اختیار کر گئے۔ شیعہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو اور ان کی اولاد کو خلافت کا موروثی حق دار خیال کرتے تھے۔ اس خاندان کے علاوہ جو بھی خلیفہ بنتا وہ غاصب کہلاتا تھا۔ بعد میں شیعہ مزید گروہوں میں بٹ گئے، ان میں فرقۂ امامیہ سب سے اہم تھا۔ یہ لوگ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی فاطمی اولاد کو خلافت کا مستحق سمجھتے تھے۔ امامیہ کے چھٹے امام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کے وصال (۷۶۵ھ) پر اس فرقے کے دو حصے ہو گئے اس کی وجہ یہ ہوئی کہ امام موصوف نے پہلے اپنے بڑے لڑکے اسماعیل کو اپنا جانشین مقرر کیا مگر بعد میں ان سے ناراض ہو کر ان کی ولی عہدی منسوخ کر کے دوسرے لڑکے امام موسیٰ کاظم کو ولی عہد مقرر کیا۔ امامیہ کی اکثریت نے امام موسیٰ کاظم اور ان کے خاندان کی امامت کو تسلیم کر لیا اور چونکہ ان کے اماموں کی تعداد بارہ ہے اس لئے امامیہ کی اس شاخ کو اثناء عشری (بارہ امامیہ) کہتے ہیں۔ لیکن امامیہ کے ایک طبقہ نے امام موسیٰ کاظم کی امامت سے انکار کر دیا اور امام اسماعیل ہی کو اپنا پیشوا مانا۔ کیونکہ وہ کہتے تھے کہ امام خدا کی طرف سے ہوتا ہے اور امامت پیدائشی ہے، کسی کو اس کے منسوخ کرنے کا اختیار نہیں۔ چونکہ وہ اپنے باپ کی زندگی میں ہی وفات پا گئے۔ لہٰذا ان کے پیروکاروں نے ان کے بیٹے محمد بن اسماعیل کو امام بنا لیا، یہ لوگ اسماعیلیہ کہلانے لگے۔

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کے دور میں اسماعیلیوں کے اقتدار کا یہ عالم تھا کہ مصر میں باقاعدہ اسماعیلیوں کی حکومت تھی۔ اسماعیلی جگہ جگہ پھیل چکے تھے۔ ان کی ایک شاخ تو دہشت پسندی کی حامل تھا اور اس کے ارکان اکابرِ اہلسنت کو چُن چُن کر قتل کر رہے تھے اور اس طرح دن بدن زور پکڑتے جا رہے تھے۔ ان کڑے حالات میں حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کا وجود حجت الٰہی اور آیتِ ربانی ثابت ہوا۔ آپ خود چونکہ نجیب الطرفین سید تھے اور آپ کے علم و فضل، زہد و تقویٰ، کشف و کرامت کا کوئی مدعیٔ امامت مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ لیکن انہوں نے اپنی ذات کی بجائے عامۃُ المسلمین کو اپنے نانا حضور نبیؐ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کی طرف بلایا، وہ مرتبۂ اجتہاد کے باوجود حضرت امام احمد بن حنبل کہ مقلد رہے۔ حسنی و حسینی سید تھے لیکن شیخ حماد الدباس اور حضرت ابو سعید

مخزومی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونے پر فخر کرتے رہے۔ اور آپ کی ذات کے بعد کسی کو جرأت نہ ہو سکی کہ وہ بنو فاطمہ کا نام استعمال کر کے لوگوں کو اکسائے۔

آپ ارشاد فرماتے ہیں

"اے عزیز! پہلے اپنے نفس کی (اصلاح کی) فکر کر، پھر کسی اور کی فکر کرنا، وہ شمع نہ بن جو اپنے کو جلاتی ہے اور دوسروں کو روشنی دکھاتی ہے، اپنے طور پر نفس کی خواہش کے حکم سے کسی کام میں نہ پڑ۔ خدا تعالیٰ جب تجھ سے کام لینا چاہے گا، خود ہی تجھ کو اس کے لئے تیار کر دے گا۔ اگر تم سے مخلوق کو فائدہ پہنچانا ہو گا تو ان کی طرف واپس فرمائے گا۔ استقلال، خاطرداری کا جذبہ اور ایذاؤں کی برداشت کی قوت بخشے گا۔ مخلوق کے لئے تیرے قلب کو کشادہ فرمائے گا، سینہ کھول دے گا اور اس میں عقل و ہمت بھر دے گا۔ تیرے باطن کی نگرانی اور اسرار کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ اس وقت صرف وہی ہو گا، تو کچھ نہ ہو گا۔ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا؟ "اے داؤد! ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا" اللہ تعالیٰ کے ارشاد "ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا" پر غور کر، یہ نہیں کہا کہ تم نے اپنے نفس کو خلیفہ بنا لیا۔ اسی لئے اللہ والوں کا نہ کوئی ذاتی ارادہ ہوتا ہے اور نہ اختیار۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم، ارادہ، فعل و تدبیر کے ماتحت ہوتے ہیں"[1]

اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذاتِ مبارکہ میں جو سب سے بڑی خصوصیت رکھی تھی وہ مردہ دلوں کی مسیحائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قلبی توجہ اور زبان مبارک کی تاثیر سے لاکھوں انسانوں کو نئی ایمانی روح عطا فرمائی۔ آپ کا وجود مبارک عالم اسلام کے لئے ایک برگ گھر بار تھا۔ آپ کی کوئی ایسی محفل نہ ہوتی تھی جس میں لوگ بکثرت اسلام نہ قبول کرتے اور فاسد الاعتقاد لوگ تائب نہ ہوتے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ کی تنظیم اور اشاعت نے اس معاملے کو انتہا تک پہنچا دیا۔ قادری درویشوں اور ان کے مریدین و خلفاء نے ہر جگہ اسماعیلی داعیوں کا تعاقب کیا اور لوگوں کو معرفت الٰہی کے ٹھنڈے اور شیریں پانی سے سیراب کر کے فریب سراب سے محفوظ کر دیا۔ قادری صوفیاء اور مشائخ مراکش اور تیونس سے لے کر ہندوستان اور چین تک پھیل گئے۔ ہر جگہ ان کا سامنا اسماعیلیوں سے ہوا لیکن حق کے سامنے باطل

---

[1]: الفتح الربانی محولہ بالا صفحہ ۳۸۳

ب ٹھہر سکتا ہے۔ اسماعیلی خود بخود سمٹ گئے۔ ان کے تبلیغی سلسلے ختم ہو گئے اور وہ ایک نسلی فرقہ کی حیثیت سے بمشکل اپنے آپ کو باقی رکھے ہوئے ہیں۔

سلجوقیوں اور عباسیوں کی کشمکش

"سلجوقی سلاطین اور عباسی خلفاء کی باہمی کشمکش اس زمانہ میں پورے عروج پر تھی۔ یہ سلاطین عباسی حکومت پر اپنا اقتدار قائم کرنے کے لئے دل و جان سے کوشاں تھے کبھی خلیفہ کی رضامندی کے ساتھ اور کبھی اس کی مخالفت اور ناراضگی کے باوجود۔ کبھی کبھی خلیفہ و سلطان کے لشکر میں باقاعدہ معرکہ آرائی بھی ہوتی اور مسلمان ایک دوسرے کا بے دریغ خون بہاتے۔ اس طرح کے واقعات مسترشد کے زمانے میں کئی مرتبہ پیش آئے۔ یہ عہد عباسی کا سب سے زیادہ طاقتور اور معقول خلیفہ تھا اور اکثر معرکوں میں فتح بھی اسی کو حاصل ہوتی لیکن ۱۰ رمضان ۵۱۹ھ میں سلطان مسعود اور اس کے درمیان جو معرکہ ہوا اس میں اس کو شکست فاش ہوئی"[1]

اس جنگ کے اختتام پر سلطان کے لشکر کو فتح نصیب ہوئی اور خلیفہ کو حراست میں لے لیا گیا اور بغداد کے لوگوں کا مال دولت لوٹ لیا گیا۔ یہ خبر پوری عباسی سلطنت کے طول و عرض میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی خصوصاً بغداد پر اس کے بہت زیادہ سنگین نتائج مرتب ہوئے۔ عوام کی ظاہری و باطنی زندگی میں انتشار پیدا ہوا، یہاں تک کہ لوگوں نے مساجد میں توڑ پھوڑ کی اور جماعتوں میں بھی شریک ہونا چھوڑ دیا۔ عورتیں بے پردہ ہو کر بغداد کی گلیوں میں نکل آئیں اور خلیفہ پر کیے جانے والے تشدد کا ماتم کرنے لگیں۔ بغداد کی وجہ سے دوسرے علاقوں میں بھی اسی قسم کی صورتحال پیدا ہوئی۔ ملک سنجر نے ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے سلطان مسعود کو اس صورتحال کی نزاکت سے آگاہ کیا اور اس کو حکم دیا کہ خلیفہ کو اس کے منصب پر دوبارہ فائز کر دیا جائے۔ سلطان نے حکم کی پوری پوری تعمیل کی لیکن خلیفہ کو بغداد پہنچنے ہی نہ دیا گیا اور اسے راستے میں ہی باطنیوں نے قتل کر دیا۔

"یہ تمام الم انگیز واقعات شیخ عبدالقادر جیلانی کی نگاہوں کے سامنے گذرے۔ انہوں نے مسلمانوں کے باہمی افتراق و خانہ جنگی اور دشمنی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا،

---

[1]: تاریخ دعوت و عزیمت، محولہ بالا صفحہ ۲۰۷۔

انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ محبت کی خاطر اور ملک و سلطنت اور جاہ و مرتبہ کے حصول کے لئے لوگ سب کچھ کر گزرنے پر آمادہ ہیں ----- شیخ عبدالقادر جیلانی کا مادی وجود خواہ واقعات سے علٰحدہ اور دور رہا ہو لیکن اپنے شعور و احساس کے ساتھ وہ اسی آگ میں جل رہے تھے اور اسی سوزِ دروں نے ان کو پوری ہمت و طاقت اور اخلاص کے ساتھ وعظ و ارشاد، دعوت و تربیت، اصلاح نفوس اور تزکیۂ قلوب کی طرف متوجہ کیا اور انہوں نے نفاق اور حُبِ دنیا کی تحقیر و تذلیل، ایمانی شعور کے احیاء، عقیدہ آخرت کی تذکیر اور سرائے فانی کی بے ثباتی کے مقابلہ میں اس حیاتِ جاودانی کی اہمیت، تہذیبِ اخلاق، توحید خالص اور اخلاصِ کامل کی دعوت پر سارا زور صرف کر دیا"۔[1]

آپ ارشاد فرماتے ہیں

"اپنی اصلاح اور درستی میں مشغول ہو۔ نزاع لفظی اور دنیا کی ہوس چھوڑ۔ جہاں تک ممکن ہو دنیا کے افکار سے آزاد رہ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ جہاں تک ہو سکے افکار دنیا سے فارغ ہو" اگر تو دنیا سے واقف ہوتا تو اس کا خواستگار نہ ہوتا (وجہ ظاہر ہے کہ) اگر تیرے پاس آئے تو تجھ کو (حفاظت اور مزید دنیا حاصل کرنے کی) مشقت میں ڈالے اور اگر چلی جائے تو تجھ کو حسرت میں مبتلا کرے۔ اگر تو خدا سے واقف ہوتا تو اس کی وجہ سے دوسروں کو بھی پہچان جاتا لیکن تُو تو خدا سے اس کے رسولوں، نبیوں اور دوستوں سے ناواقف ہے۔ تجھ پر افسوس! گذشتہ لوگوں پر اس دنیا کی وجہ سے جو کچھ گزری ہے کیا تجھے اس سے نصیحت نہیں ہوتی؟ اس سے نجات مانگ۔ اس کا لباس اتار کر پھینک دو اور بھاگ اس سے، نفس کا جامہ اتار اور بابِ خداوندی کی طرف چل"[2]

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

"عمل اخلاص کے بغیر محض طمع ہے اور طمع کے تینوں حرف خالی ہیں۔ عوام

---

[1]: تاریخ دعوت و عزیمت، محولہ بالا صفحہ ۲۰۷-۲۰۸۔

[2]: الفتح الربانی، محولہ بالا، صفحہ ۲۵۱

اگر چہ تیرے کھوٹ سے واقف نہ ہوں لیکن صراف تیرا کھوٹ پہچان کر عوام کو بتا دے گا۔ اور وہ تجھ سے بچیں گے۔ اگر تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ صبر سے رہے تو اس کے عجیب و غریب لطف نظر آئیں گے ----- اسی (ذات باری تعالیٰ) سے ڈرے گا اور اسی سے امید رکھے گا اپنے نفس، خواہش، طبیعت اور شیطان کی مخالفت کرے گا تو اپنی موجودہ حالت سے دوسری حالت کی جانب منتقل کیا جائے گا۔ تیرے حال کو بہتر حالت سے بدل دیا جائے گا ----- حلال کمائی میں کوشش کر وہ تیرے دل کو منور کرے گی اور اس کی سیاہی دور کر دے گی "۔[1]

آپ کے مواعظ دلوں پر براہ راست اثرانداز ہوتے تھے اور یہ اثر آج بھی آپ کی تصانیف کے مضامین اور مواعظ میں موجود ہے۔ "فتوح الغیب" اور "الفتح الربانی" میں آپ کے ارشادات مبارکہ اور آپ کے مواعظِ حسنہ آج بھی عامۃ المسلمین کے قلوب و اذہان کو منور کرتے ہیں۔ حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہُ نے اپنی تعلیمات میں دنیا سے قطعی طور پر منہ موڑنے کی نہی نہیں فرمائی بلکہ دنیا کی غلامی اور اس سے قلبی تعلق جوڑنے سے روکا ہے۔ ان کے ارشادات درحقیقت اس حدیث مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ "بے شک دنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی (تمہاری لونڈی ہے) اور تم آخرت کے لئے پیدا کئے گئے"۔

حضرت شیخ دینی اور اخلاقی انحطاط کو (جس کا سب سے بڑا مرکز خود بغداد تھا) دیکھ دیکھ کر کڑھتے تھے اور عالم اسلام میں جو ایک عام دینی زوال رونما تھا اس کے آثار دیکھ کر ان کے سینے میں حمیتِ اسلامی اور غیرت دینی کا جوش اٹھتا تھا۔ وہ اپنے اس قلبی احساس اور درد کو بعض اوقات چھپا نہیں سکتے اور یہ درد ان کے خطبات اور مواعظ میں امنڈ آتا ہے۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہُ ایک موقع پر ارشاد فرماتے ہیں "دین اسلام کی دیواریں یکے بعد دیگرے گر رہی ہیں اور اس کی بنیاد کمزور ہوتی جا رہی ہے۔ اے اہل زمین آؤ تاکہ مل کر اس کی بنیادیں مضبوط کریں اور جو کچھ ٹوٹ پھوٹ چکا ہے اس کو مکمل کر دیں، یہ کام فرد واحد کے کرنے سے ممکن نہیں، سب ہی کو مل کر کام کرنا چاہیئے۔[2]

---

[1]: الفتح الربانی، محولہ بالا، صفحہ ۲۶۱ - ۲۶۲

[2]: فیوض یزدانی، بحوالہ تاریخ دعوت و عزیمت، محولہ بالا صفحہ ۲۰۰۔

ایک دوسرے موقع پر آپ ارشاد فرماتے ہیں

"اسلام رو رہا ہے اور ان فاسقوں، بدعتیوں، گمراہوں، مکر کے کپڑے پہننے والوں اور ایسی باتوں کا دعوی کرنے والوں کے (ظلم) سے جو ان میں موجود نہیں ہیں اپنے سر کو تھامے ہوئے فریاد مچا رہا ہے، اپنے متقدمین اور نظر کے سامنے والوں کی طرف غور کرو کہ امر و نہی بھی کرتے تھے اور کھاتے پیتے بھی تھے (اور دفعتاً انتقال پا کر ایسے ہو گئے) گویا ہوئے ہی نہ تھے، تیرا دل کس قدر سخت ہے؟ کُتا بھی شکار کرنے اور کھیتی اور مویشی کی نگہبانی اور مالک کی حفاظت کرنے میں اپنے مالک کی خیر خواہی کرتا ہے اور اسے دیکھ کر (خوشی کے مارے) کھلاریاں کرتا ہے حالانکہ وہ اس کو شام کے وقت صرف ایک دو نوالہ یا ذرا سی مقدار کھانا دیا کرتا ہے اور تُو ہر وقت اللہ کی قسم قسم کی نعمتیں شکم سیر ہو کر کھاتا رہتا ہے مگر ان نعمتوں کے دینے سے جو اس کو مقصود ہے نہ تو اس کو پورا کرتا ہے اور نہ اس کا حق ادا کرتا ہے بلکہ (اس کے برعکس) اس کا حکم رد کرتا ہے اور اس کی حدود شریعت کی حفاظت نہیں کرتا"![1]

حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہُ کے پاس ہر طرف سے اور ہر ملک و علاقے سے لوگ فیض حاصل کرنے کے لئے آتے تھے۔ آپ نے ان کی تعلیم و تربیت کی اور صلحاء اور صوفیاء کی ایک عظیم جماعت تیار کی جو کہ سلسلہ عالیہ قادریہ کہلاتی ہے۔ اس جماعت کے افراد فیضیاب ہونے کے بعد تمام علاقوں اور ملکوں میں پھیل گئے۔ انہوں نے اسلام کی اشاعت کے سلسلے میں اہم خدمات انجام دیں اور مخلوقِ خدا کی کثیر تعداد نے ان سے علم و عرفان حاصل کیا۔ نیز آپ کی اولاد اور خلفاء نے اس سلسلے کو کافی وسعت دی اور دیکھتے ہی دیکھتے سلسلہ قادریہ کا پیغام عراق کے علاوہ مراکش، مصر، عربستان، ترکستان، ایشیائے کوچک، قسطنطنیہ اور ہندوستان تک پھیل گیا یعنی تمام اسلامی ممالک میں سلسلہ عالیہ قادریہ کی ترویج و اشاعت ہوئی۔

قادری سلسلہ کے صوفیاء کرام نے اشاعت اسلام کے ضمن میں کسی قسم کے جبر سے کام نہیں لیا بلکہ رواداری اور وسعتِ نظر سے کام لیتے رہے۔ ان صوفیاء نے اپنے اخلاق حسنہ، خلوص اور محبت سے لوگوں کے دلوں پر اثر کیا اور انہیں اسلام کی طرف راغب کیا اس طرح

---

[1] الفتح الربانی، محولہ بالا، صفحہ ۶۹۸۔

انہوں نے ابلاغ دین کا فریضہ بحسن و خوبی اور بطریق احسن سرانجام دیا۔

مزرع چشت و بخارا و عراق و اجمیر
کون سے کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا
(حدائق بخشش)

بقیہ: خلقِ نبوی کے مظہرِ کامل

سید نصیر الدین ہاشمی قادری برکاتی اپنی تالیف "مظہرِ جمالِ مصطفائی" میں رقمطراز ہیں کہ "آپ امانت کے پاسباں، انصاف و عدل کے پیکر، عفو و عطا فرمانے والے حلم و حیا میں بے مثل و بے مثال، مروت و ملاحظہ میں بے نظیر، اپنی ذات کے لئے کبھی بدلہ نہ لیتے۔ بلکہ آپ کی شان میں کوئی بے ادبی کرتا تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو سزا دیتا۔ کوئی قسم کھاتا اعتبار کر لیتے، بھوکے کو کھانا کھلانا اور محتاج یتیم اور بیوہ کی حاجت روائی کرنا آپ کے کرم میں شامل تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی بخشش کی دعا فرماتے اور کوئی بیمار ہوتا تو اس عیادت فرماتے اور لوگوں کی دلجوئی فرماتے، ہر ایک سے حسن سلوک سے پیش آتے۔ آپ کے اخلاق حسنہ کو دیکھ کر غیر مسلم متاثر ہو کر اسلام قبول کرتے۔ گنہگار آپ کی مجلس میں آکر تائب ہوتے۔

حضرت شیخ عفیف الدین ابو محمد عبداللہ یافعی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے حضور سیدنا غوث اعظم پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توصیف اس طرح بیان کی ہے کہ آپ علمِ شریعت کے لباس اور فنون دینیہ کی طرح تاج سے مزین تھے۔ آپ نے کل خلائق کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کی طرف ہجرت کی اور اپنے پروردگار کی طرف جانے کے لئے سفر کا پورا سامان کیا۔ آداب شریعت کو بجا لائے اور اپنے تمام اخلاق و عادات شریعت غرا کے تابع کر کے اس سے کافی سے زائد حصہ لیا۔ ولایت کے جھنڈے آپ کے لئے نصب کئے گئے اور اس میں آپ کے مراتب ومناقب اعلیٰ و ارفع ہوئے۔

محبوب سبحانی
رضی اللہ تعالٰی عنہ

طارق سلطانپوری

بغداد کا والی ہے، ولی ابنِ ولی ہے
ممتاز نمائندۂ سرکارِ علی ہے
وہ قطب اولوالعزم ہے، وہ غوثِ جلی ہے
خورشید صفت جلوۂ نورِ ازلی ہے

فرزندِ حسن، پورِ حسین ابنِ علی ہے
اس نسلِ حق آگاہ کا ہر فرد ولی ہے
بندہ ہے وہ قادر کا، وہ قادر بھی ہے اس کا
فرمان جو ہے وقت کا فرمانِ جلی ہے
بغداد بھی روشن ہوا، اجمیر بھی اس سے
جو روشنی دربارِ مدینہ سے چلی ہے
کی حضرت والا نے بھلی باتوں کی تلقین
اسلام کا مقصود ہے جو بات بھلی ہے
آئی جو مصیبت وہ گئی ان کے کرم سے
پہنچی جو بلا، ان کی عنایت سے ٹلی ہے

مجھ جیسے بشر کیسے کریں، اس کی ستائش
انوار کے سانچے میں جو تصویر ڈھلی ہے
اب اپنا تشخص ہے یہی دیر و حرم میں
چہرے پہ درِ یار! تیری خاک ملی ہے
جس نے بھی کہی ہے یہ، بہت خوب کہی بات
ایمان میرا حبِّ نبی، مہرِ علی ہے
بغداد سے آئے گا کسی روز بلاوا
طارق! میری منزل شہرِ جیلاں کی گلی ہے

حضور غوث اعظم اور اتباعِ شریعت

پروفیسر صبیح احمد قادری گورنمنٹ کالج نوشہرہ

جنت کے راستوں کے نشانات اور بادیہ پیمائی کے سے ایک بزرگ ہمسفر مل جائے تو لازم نہیں کہ ان کی پیروی کی جائے۔ یہ کٹھن مسافت تو یوں بھی طے ہو سکتی ہے۔ مگر جب حصول منزل وہ قدم ہوں جو معراج تک پہنچے تو ایسے میں کسی خضر کی پیروی لازمی ہو جاتی ہے۔ وہ خضر جو پیشوا بھی ہے، مسیحا بھی اور پیر مغاں بھی۔ ہر خطہ ارضی پر پیغمبران اور اولیاء کرام اور بزرگان دین کا ورود ہوتا رہا ہے۔ یہ چراغ ہائے راہ اندھیروں میں گم گشتہ خلق کی بے خبری کا علاج خبر اور بوقت ضرورت نظر سے کرتے رہے ہیں۔ ان رجال الغیب کا مقصد اور مطمع نظر اول تا آخر شریعت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پاسداری، احیاء اور فروغ رہا ہے۔ ان حضرات نے لسانی و تحریری غرض ہر طرح اسلامی فکر کو صورت جرس کی طرح دور دور تک نشر کیا تاکہ منتشر دل مجتمع ہو کر ایک قافلے کی صورت سوئے منزل رواں ہوں۔ یہ وہ مینارۂ نور تھے کہ بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم لے گئے اور محروم تماشا کو دیدہ بینا دیا، ان کی ذات بابرکات نے دل مسلم کو زندہ تمنائیں اور ان عشاق کے محمل خالی کو شاہدِ لیلی عطا کی۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ان کی اپنی زندگیاں اسی شریعت کی پاسداری میں گذریں۔ ان اصحاب کو کسی طرح بھی یہ گوارا نہ تھا کہ کوئی فرد اسلامی قانون سے روگش ہو، ان کا اوڑھنا بچھونا درس و تدریس اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تھا۔ ان کی تمام حیات مسجد اور دارالعلوم کے مابین صفا و مروہ میں گذری۔ ان حضرات کو بھلا یہ کب گوارا تھا کہ ان کے حلقہ تدریس میں وہ صاحب بھی شریک ہوں جن کے قول و فعل میں بُعد المشرقین ہو۔ اگر اس طرح کا کوئی فرد موجود بھی ہوتا تو فیض صحبت پیر مغاں کی وجہ سے بجائے رہزن کے رہنمائے سالکاں بن جاتا۔

انہی انجم سیماب پا کا مرکز و محور حضور سیدنا غوث اعظم دستگیر شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی ذات بابرکات ہے جن کی تمام تر زندگی بجھے ہوئے دلوں کو صیقل کرتے

گذر گئی ، جن کے ادنیٰ سے فیض نے چوروں کو ابدال بنایا ، ان کی ذات عالی پر یہ کیونکر روا ہو سکتا ہے کہ ان کا نام لیوا شریعت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پاسداری نہ کرے جبکہ حضور کا مقصود قلب بھی کشفِ رموزِ حیات تھا اور اس حوالے سے شریعت اسلامی پر کاربند رہ کر ہی دلوں کے پتھروں کو صحیح معنوں میں دھڑکنے کے قابل بنایا جا سکتا ہے۔

دور حاضر میں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے زیر تسلط تمام سلاسل میں پیران عظام ایک خاص تعداد میں موجود ہیں جو انسانوں کے ریوڑ چرا رہے ہیں ، ان کے حلقہ ارادت میں ہر طرح کے افراد شمولیت رکھتے ہیں مگر دیکھا گیا ہے کہ بعض اصحاب صحیح الاعتقادی کے زعم میں کسی بھی سلسلے سے وابستہ رہتے ہوئے شریعت اسلامی کی کھلم کھلا خلاف ورزی کو عین حق سمجھ کر نماز تک کا اہتمام نہیں کرتے اور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے حلقۂ اثر میں آ کر بے عملی سے زندگی بن جانے کا پرچار کرتے ہیں۔ ایسے افراد معجزوں کا انتظار کرتے ہیں اور معجزوں کا انتظار کرنے والے مرگ مفاجات کا شکار ہو جاتے ہیں ان یار لوگوں کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ دل و نظر مسلمان نہ ہو تو لا الٰہ کہنے سے کچھ حاصل نہیں۔ کسی پیر طریقت کے دست حق پرست پر بیعت کر لینے کے بعد نماز اور دیگر اسلامی احکام کی عدم بجا آوری اور اپنی معصیت کوشی کو مرشد کے دوش پر ڈال دینا کاھے کی وفاداری اور کہاں کا عشق ہے۔ بیعت تو دراصل ایک وعدہ ہے جسے وعدہ عشق کہا جائے تو نازیبا نہیں اور اس وعدہ وفا کا عملی مظاہرہ اور امتحان دراصل احکام شریعت کی اتباع ہے جو اس پر دانستہ کاربند نہ ہو کر روحانی فیض کا طالب ہو تو اسے معلوم ہو جانا چاہئے کہ وہ ان تمام اولیاء کرام کے راستے سے الگ اس راہ پر گامزن ہے جو کفر کی سرحد پر ختم ہوتا ہے۔ اگر وہ عطار ، رومی یا رازی ہے یا پھر غزالی ہے تو اس کے ہاتھ بے آہ سحرگاہی کچھ نہیں آتا۔ پیغمبران اور اولیاء کرام کا زمین پر وارد ہونے کا مقصد اصلی کیا تھا؟ اگر اس سوال پر غور کیا جائے تو یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ بیعت کے نام پر یار لوگوں نے دین اسلام کے مخالفانہ جو طرز زندگی اپنا رکھا ہے اس کا کوئی جواز نہیں۔ بیعت دراصل راہ وفا میں ثابت قدم رہنے کا وعدہ ہے جو فرد اس وعدہ پر قائم نہیں رہتا وہ نماز وغیرہ کی پابندی نہیں کرتا نیک نیتی کی راہ چھوڑ دیتا ہے اور دل شکنی کی مہیب گھاٹیوں میں اتر جاتا ہے۔ اس کا وجود خلق خدا کے لئے منفعت کا باعث نہیں رہتا۔ یہ عشق کانٹے دار جھاڑیوں کے سفر میں اپنے دامن کو دریدگی سے بچانا ہے ، اس راہ وفا میں دو چار بہت سخت مقام آتے

ہیں اور ان مقامات سے بخیر و خوبی گذرنے والے لوگ، یہ مانا کہ مرشد کی نظرِ خاص کے حامل ہوتے ہیں مگر مرشد کی نظرِ خاص کے حامل وہی لوگ ہوتے ہیں جو متقی اور پرہیزگار ہوتے ہیں۔

بعض اصحاب بیعت کے عمل کو بہت آسان سمجھتے ہیں اور بظاہر واقعی یہ سہل بھی ہے مگر اس میں دراصل مشکل پہلو ثابت قدمی ہے۔ یہ ایک محب کا اپنے محبوب سے وعدہ ہے مگر وہ جو محبوب کی طرح بننا نہیں چاہتے وہ عاشقِ صادق نہیں ہوتے کیونکہ محبوب کے ظاہری حلیے کو اپنا لینا عشق نہیں جب تک کہ ظاہر کے ساتھ ساتھ مرشد کے باطن کو بھی نہ اپنایا جائے بات نہیں بنتی۔ عشق تو دراصل محبوب کی صفات اپنا لینے کا نام ہے، ایک آدمی بظاہر ہزار طرح اپنے محبوب کی سی وضع قطع، چال ڈھال اور طور طریقہ اپنا لے تو کیونکر صحیح معنوں میں عاشق کہلایا جا سکتا، ایک سالک جب مرشد کی وضع قطع کے ساتھ اس کے رویوں کا بھی مظہر بن جاتا ہے تو محبوب کے واصل ساتھ ہو جاتا ہے، اب اس کو اس عمل کی چنداں ضرورت نہیں رہتی کہ وہ محبوب سے قربِ روحانی کی بجائے قربِ جسمانی کا طالب ہو کیونکہ اس کا محبوب اس کے اندر آ موجود ہوتا ہے، اس مقام پر وہ اپنے محبوب سے کوسوں دور بھی ہو تو اسے پرواہ نہیں ہوتی کیونکہ تصویرِ یار دل کے آئینے میں نمایاں ہو جاتی ہے، جب ذرا گردن جھکائی جائے تو یار کا نظارہ کیا جا سکتا ہے بلکہ وہ تو عاشق ہوتے ہوئے اس موقع پر خود محبوب بن جاتا ہے۔ زمان و مکاں کی بھول بھلیوں سے آزاد ہو کر ہر آن حضوری کا سزاوار رہتا ہے کیونکہ قربِ روحانی کے آگے بعد مکانی کچھ بھی نہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر سالک کو مرشد کی سی وضع قطع کے ساتھ ساتھ مرشد کے خصائل کی پیروی کرنا بھی لازمی ہے جو کہ اصلی معنوں میں مقصود حیات ہے اور ان کے حصول سے سالک کو بارگاہ خداوندی سے مراتب حاصل ہوتے ہیں کیونکہ مرشد کے خصائل کا مظہر بننا احکام شریعہ کی پابندی ہے، مرشد کی صفات اپنا لینے سے سالک کے خالی محمل میں مرشد شاہدِ لیلیٰ کی مانند آ کر موجود ہو جاتا ہے اور یوں قیس اپنے آپ کو قیس نہیں سمجھتا بلکہ لیلیٰ سمجھنے لگتا ہے، پہلے وہ جسے آسمانوں اور زمینوں میں ڈھونڈتا تھا اب اس کے ظلمت خانہ دل میں موجود ہوتا ہے، عشق کی یہ منزل مرشد کی اتباع ہے اور مرشد کی اتباع دراصل حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدم مبارک تک رسائی کا نام ہے۔

حضور غوثِ اعظم اور حکمرانانِ وقت

مولانا قاری نصیر الدین صاحب
خطیب جامع مسجد سید حسن بادشاہ قادری گیلانی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ

زبس بسم اللہ کنم آغاز مدح شاہ جیلانی | کہ بر قدش درست آید قبائے اعظم الثانی

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کیا شان ہے، کس کی زباں ہے جو یہ بتا سکے، کس کی طاقت ہے جو اس پیکرِ نور سے نقاب اُٹھا سکے، کہاں سے وہ قلم حاصل کرے جو اس حقیقت کو معرضِ تحریر میں لا سکے۔ آپ کے علوِ مراتب، آپ کے محاسن و مکارم اور آپ کے خصائل و فضائل اتنے رفیع اور اتنے فراواں ہیں کہ ان پر جتنا بھی لکھا جائے، نفس عبارت کی تشنگی فرو نہ ہو گی۔ پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں فرزندانِ توحید اعتقادی حیثیت سے بہت زبوں صورت اختیار کر چکے تھے، ان کی مذہبیت مداہنت کے بھنور میں پھنس گئی تھی، سیاسی حالت خراب سے خراب تر اور بد سے بد تر ہوتی چلی جا رہی تھی، نئے نئے فرقے، نئے نئے عقائد، نئے نئے ارادوں اور نئے نئے مقاصد کو لئے پیدا ہوتے اور پھیلتے چلے جاتے تھے۔

بغداد کی عظمت و اہمیت بہت حد تک مٹ گئی تھی اور برابر مٹتی چلی جاتی تھی، اس کی سیاسی حیثیت صرف اتنی رہ گئی تھی کہ صرف فرماں روایانِ اسلام اس کی سیادت کی آڑ میں اپنے قدم آگے بڑھاتے اور خود کو خلیفہ و خلافت کا حامی ظاہر کر کے اپنی فرماں روائیوں کی بنائیں استوار کرتے چلے جاتے تھے۔ اگرچہ خلفاء کا اقتدار بھی قائم تھا لیکن یہ اقتدار بہت محدود ہو کر رہ گیا تھا اور انہیں رعایا و ملک سے زیادہ اپنی عیش و عشرت پرستیوں اور بزم آرائیوں سے غرض رہ گئی تھی۔ غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت کے وقت ملتِ اسلامیہ افراتفری کا شکار تھی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کے وقت صنعاء میں بنو صلیح کی حکومت قائم تھی، اس کے بعد ۱۰۸۰ء میں اس کے مرنے کے بعد احمد المکرم تخت نشین ہوا جو ۱۰۹۰ء تک برسر اقتدار رہا۔

مشہور حکمرانانِ وقت

بنی حمدان :

بنو حمدان نے ابو حمیر سبا المنصور کو ۱۰۹۸ء میں شکست دے کر اپنی حکومت قائم کی اور اس نے صعداہ اور سعدہ پر پچھتر برس تک حکمرانی کی ۔ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہُ نے اس خانوادہ کے آٹھ حکمرانوں کا زمانہ دیکھا اور پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کی حیاتِ ظاہریہ میں ہی ۱۱۷۳ء میں اس خاندان کا خاتمہ ایوبیوں کا ہاتھوں ہوا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ جب چھ برس کے تھے تو عدن پر بنی زریع قابض ہوئے ۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ نے ان کے بھی آٹھ حکمرانوں کا زمانہ پایا ، ان کا آخری حکمران محمد بن عمران تھا جس کے عہد میں حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کا وصال ہوا اور اس کے بعد ۱۱۷۳ء میں ایوبیوں کے ہاتھوں بنی زریع کا خاتمہ ہوا ۔

خوارزم شاہی

وسط ایشا میں بحیرہ ارال کا جنوبی علاقہ جسے دریائے آمو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے قرونِ وسطیٰ میں خوارزم کے نام سے موسوم تھا ۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کے زمانہ میں خوارزم ایک آزاد و خود مختار ریاست تھی جس کا بانی انوشتگین غزنوی کے حکمران بلکاتگین (۹۶۶ء - ۹۷۲ء) کا غلام تھا وہ ایک زمانہ میں سلطان ملک شاہ سلجوق کا طشت بردار رہ چکا تھا ۔ ملک شاہ سلجوق نے انوشتگین کو خوارزم کا گورنر مقرر کیا تو وہ خوارزم شاہ کہلایا ۔ حضرت سیّد شیخ عبدالقادر جیلانی نور اللہ مرقدہ انوشتگین کے عہدِ حکومت میں تولد ہوئے اور ابلِ ارسلان کے دورِ حکومت میں وصال فرمایا ۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کی عمر مبارک اکیانوے برس تھی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ نے تہتر سال بغداد شریف میں بسر فرمائے ۔ آپ کے اس عرصۂ حیات میں پانچ عباسی خلفاء نے مسندِ خلافت سنبھالی ۔ جس کا مختصر ذکر درج ذیل ہے ۔

(۱) المستظہر باللہ (۴۸۷ھ - ۵۱۲ھ)

المستظہر باللہ ابو العباس احمد بن المقتدی باللہ شوال ۴۷۰ھ میں پیدا ہوا ۔ اپنے باپ کی موت کے وقت بعمر سولہ سال تختِ خلافت پر بیٹھا ۔ ابنِ اثیر کہتے ہیں کہ مستظہر باللہ نہایت نرم طبیعت ، کریم الاخلاق ، نیک کاموں کی طرف بہت جلد رغبت کرنے والا ، خوشخط انشاء پرداز تھا ۔ ان فنون میں اپنی نظیر نہ رکھتا تھا جو اس کے علمِ عزیز پر ایک عجیب دلیل ہے ۔ سخی ، علماء کو دوست رکھنے والا ، صلحاء کا جانثار تھا ۔ سلفی کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو الخطاب بن

جراح نے بیان کیا کہ میں نے مستظہر کو رمضان شریف میں ایک روز نماز پڑھائی اور کسائی کی روایت کے مطابق جو اس نے مجھ کو روایت کی سورہ یوسف میں ان ابنک سرق (تحقیق بیٹا چوری کیا گیا ہے) پڑھا، جب میں نے سلام پھیرا تو مستظہر نے کہا یہ قرأت بہت درست ہے کیونکہ اس کی رو سے اولادِ انبیاء علیہم السلام جھوٹ سے دور ہوتی۔

(۲) المسترشد باللہ ابو منصور

عباسی خلفاء میں یہ دوسرا خلیفہ ہے جو حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں تخت پر بیٹھا۔ المسترشد باللہ ربیع الاول ۴۸۵ھ میں پیدا ہوا اور اپنے والد کی وفات کے وقت ربیع الآخر ۵۱۲ھ میں تخت پر بیٹھا۔ نہایت باہمت، عالی جرات، باہیبت، صاحب الرائے شخص تھا۔ اُمورِ خلافت اچھی طرح ضبط میں لایا اور خوبصورتی کے ساتھ اُن کو ترتیب دیا۔ ارکانِ شریعت کو پختہ اور مضبوط کیا، نہایت خوشخط تھا۔ بنی عباس کے تمام خلفاء پر اس فن میں سبقت رکھتا تھا۔ اس خلیفہ کے لئے ابوبکر الشاشی نے فقہ میں ایک کتاب "العمدہ" لکھی جو خلیفہ کے نام سے مشہور ہوئی۔

(۳) الراشد باللہ ابو جعفر منصور:

الراشد باللہ ابو جعفر منصور بن مسترشد ۵۰۲ھ میں پیدا ہوا اس کے والد مسترشد نے اسے اپنی زندگی میں ۵۱۳ھ میں ولی عہد مقرر کیا۔ اور یہ اپنے باپ کے قتل کے بعد ذی قعدہ ۵۲۹ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا۔ یہ نہایت فصیح ادیب، شاعر، بہادر، عقل مند، سخی، نیک سیرت، عادل اور شر سے نفرت رکھنے والا شخص تھا۔

(۴) المقتفی لامر اللہ ابو عبداللہ محمد بن المستظہر باللہ:

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کا چوتھا عباسی خلیفہ ہے جو راشد باللہ کے بعد تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ امام جلال الدین سیوطی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے "تاریخ الخلفاء" میں اس کا یہ لقب "المقتفی لامر اللہ" اختیار کرنے کے بارے میں لکھا ہے کہ اس نے خلیفہ ہونے سے چھ روز پہلے حضورِ اقدس جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اسے ارشاد فرما رہے ہیں کہ عنقریب تجھ کو خلافت پہنچنے والی ہے تو اپنا لقب المقتفی لامر اللہ اختیار کرنا۔ چنانچہ اس نے یہی لقب اختیار کیا۔

عماد الدین ابنِ کثیر رحمت اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں کہ حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نیک بات کی تلقین فرماتے، بُرائی کو روکتے اور اس سے بچنے کی تاکید فرماتے، اُمراء، سلاطین، خاص و عام کو منبر پر رونق افروز ہو کر ان کے سامنے نیک بات بتاتے جو کوئی ظالم شخص کو حاکم مقرر کرتا تو اس کو اس سے منع فرماتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو بُرائی سے روکنے پر کسی سے قطعاً خوف و خطرہ نہ ہوتا۔ بادشاہوں اور دنیا کے حکام کی وقعت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی نگاہوں میں مطلقاً نہ تھی۔ بادشاہوں سے گفتگو نہایت بے باکی سے فرماتے، ان کو نصیحت فرماتے اور ایسی کھری بے باک باتیں ہوتیں جس کی کچھ حد نہیں۔

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہر قسم کے دنیاوی لالچ سے بے نیاز تھے۔ خلفاء بنو عباس و امراء سلطنت کو آپ کے حلقہ بگوش ہونے کا شرف حاصل تھا۔ اگر آپ کا نامۂ مبارک کسی خلیفہ کے پاس پہنچتا تو وہ اسے چوم کر آنکھوں سے لگاتا اور آپ کی تحریر پر پُورا پُورا عمل کرتا۔ نہ صرف مکتوبات میں بلکہ آپ خلفاء کی غلط حرکات پر بھی انہیں سختی سے ٹوکتے اور منع فرماتے تھے۔ کسی خلیفہ کی مجال نہ تھی کہ آپ پر ٹیڑھی نگاہ ڈالے، بڑے بڑے سلاطین اور اُمراء آپ کی پاک محافل میں حاضر ہوتے اور انتہائی ادب سے دو زانو ہو کر بیٹھتے، آپ بسا اوقات انہیں سخت الفاظ میں نصیحت بھی فرماتے جسے وہ نہایت ادب، خاموشی اور توجہ سے سنتے تھے۔

المستنجد باللہ:

یہ وہ پانچواں عباسی خلیفہ ہے جو حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے زمانہ میں تختِ خلافت پر بیٹھا۔ ۷ ۵۵ھ میں اس کو مقتفی نے ولی عہد مقرر کیا۔ مستنجد عدل و انصاف اور نرم طبیعت میں موصوف تھا۔ اس نے لوگوں پر بہت سے ٹیکس معاف کر دیئے تھے حتیٰ کہ عراق سے تمام ٹیکس اُٹھا دیئے تھے۔

حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی بے باکی اور حق گوئی کا یہ عالم تھا کہ اس دور کے سلاطین اور اُمراء کے ایوانوں میں زلزلہ آ جاتا تھا۔ آپ کی پاک ذات اور شخصیت کا حکمرانانِ وقت بھی احترام کرتے تھے۔ کوئی طبقہ، جماعت یا گروہ ایسا نہ تھا جو کہ آپ کے دائرہ اصلاح سے باہر ہو۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا وصال المستنجد باللہ کے دور میں ہوا۔

ہے تیری ذات عجب بحرِ حقیقت پیارے | کسی تیراک نے پایا نہ کنارا تیرا

دستِ قدرت

محبوب الٰہی عطاؔ

دستِ قدرت کیوں نہ ہو سرکارِ جیلانی کا ہاتھ
ہاتھ ہے اللہ کا، محبوبِ سبحانی کا ہاتھ

بحرِ غم میں ہاتھ میں ہے جب سے دستِ دستگیر
ڈوبنے دیتا نہیں حسنین کے جانی کا ہاتھ

بانٹتا ہے رات دن صدقہ رسول اللہ کا
مرتضیٰ کے لاڈلے محبوبِ سبحانی کا ہاتھ

فکرِ دنیا، فکرِ عقبیٰ سے ہوئی دل کو نجات
سر پہ ہے جب سے ہمارے شاہِ جیلانی کا ہاتھ

بے طلب بھی اے عطاؔ! کرتا ہے وہ سب کچھ عطا
ہے عجب دستِ عطا محبوبِ سبحانی کا ہاتھ

ملفوظاتِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ

محمد قمر قادری (ایم اے)

شیخ عارف ابو عمرو عثمان حریفی اور شیخ ابو عبدالحق حریمی کا بیان ہے کہ ہم نے حضرت سیدی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو کرسی پر یہ ارشاد فرماتے سُنا: اے زمین کے مشرق و مغرب والو! اور اے آسمان والو! ارشاد خداوندی ہے: و یخلق مالا تعلمون (یعنی اللہ تعالےٰ) وہ پیدا کرتا ہے جو تم نہیں جانتے۔ میں وہی ہوں جسے تم نہیں جانتے۔

اے زمین کے مشرق مغرب والو! آؤ مجھ سے سیکھو! اے اہلِ عراق میرے لئے احوال اس طرح ہیں جیسے کسی گھر میں بہت سے کپڑے لٹکے ہوئے، ان میں سے جو میں نے چاہا پہن لیا، تمہارے لئے ضروری ہے کہ سلامتی کا راستہ اختیار کرو ورنہ میں تمہارے پاس ایسے لشکر لے آؤں گا جن کا تم مقابلہ نہ کر سکو گے۔ اے بچے! میری ایک بات سننے کے لئے ہزار برس کا سفر کرو، دیکھو ولایت اسی جگہ ہے، درجات یہاں ہیں، میری مجلس میں خلعتیں بانٹی جاتی ہیں، کوئی ایسا نبی اور ولی نہیں گزرا جو میری مجلس میں نہ آیا ہو، زندہ جسمانی طور پر اور وصال کردہ روحانی طور پر میری مجلسوں میں آتے ہیں۔ اے غلام! جس وقت تیرے پاس قبر میں منکر نکیر آئیں ان سے میرے بارے میں پوچھنا، وہ تجھے میری خبر دیں گے۔[1]

حسد

آپ نے فرمایا: اپنے آپ کو حسد سے بچاؤ، وہ بُرا ساتھی ہے اور یہ حسد ہی تھا جس نے ابلیس کا گھر برباد کیا اور اس کو ہلاک کیا اور اس کو دوزخی بنایا اور اس کو خدائے بزرگ و برتر اور اس کے فرشتوں اور اس کے نبیوں اور اس کی مخلوق کا ملعون بنایا۔ کسی سمجھدار آدمی کے لئے حسد

---

[1]: خلاصۃ المفاخر فی مناقب شیخ عبدالقادر، امام محمد عبداللہ یافعی، مترجم سید محمد فاروق القادری، ناشر المعارف گنج بخش روڈ لاہور صفحہ ۱۲۹، بہجۃ الاسرار صفحہ ۵۷۔

کرنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے جبکہ اس نے ارشاد سن لیا: ہم نے دنیا کی زندگی میں ان کی روزی ان میں بانٹ دی ہے۔ یا وہ لوگوں پر اس چیز سے حسد کرتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنی مہربانی سے دی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ خشک لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔ اے صاحبزادے! حسد کے بارے میں علماء ربانی کا فرمان کس قدر انصاف کرنے والا ہے۔ اپنے ساتھی ہی سے شروع کرتا ہے پس اسی کو مارتا ہے اور حسد کرنے والا پناہ بہ خدائے بزرگ و برتر، خدا کے ساتھ اس کے فعل پر اور اس کی تخلیق پر اور اس کی تقسیم پر بھی جھگڑا کرتا ہے [1]

تو ایک شخص پر جو اللہ کی طرف سے عطا کی ہوئی نعمتوں پر قانع ہے۔ حسد کے ذریعے ظلم کا ارتکاب کر رہا ہے۔ خود ہی غور کر کہ تجھ سے زیادہ ظالم بخیل، احمق اور کم عقل کون ہے؟ اور اگر تو اپنے نصیب پر حسد کر رہا ہے تو یہ تو اس سے بھی زیادہ جہالت اور نادانی ہے کیونکہ تیرا حصہ غیر کو کبھی نہیں دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور منزہ ہے اس کا ارشاد ہے:

ما یبدل القول لدی و ما انا بظلام للعبید

میرے یہاں بات بدلتی نہیں اور نہ میں بندوں پر ظلم کرنے والا ہوں۔ اللہ تعالےٰ تیرا حصہ چھین کر کبھی دوسرے کو نہیں دے گا کیونکہ یہ ظلم ہے اور وہ اس سے پاک ہے تیرا اس قسم کا خیال جہالت اور حسد ہے، اپنے بھائی پر ظلم کرنے سے زمین پر حسد کرنا زیادہ مناسب ہے جس میں عاد ثمود، قیصر و کسریٰ اور دیگر پہلے بادشاہوں کے خزانے دفن ہیں [2]

لالچی کے وعظ کے بیان میں

۹ رجب ۵۴۶ ہجری کو بعد کچھ کلام کے مدرسہ قادریہ میں ارشاد فرمایا: طمع کرنے والے کا کلام و وعظ خود غرض، اور مداہنت سے خالی نہیں ہوتا۔ اس کو مخالفت سامعین

---

[1]: سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ مترجم ڈاکٹر مولوی محمد عبدالکریم ظفلی، مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور، صفحہ ۱۷۔۱۸

[2]: سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ، فتوح الغیب، مترجم سید محمد فاروق القادری، تصوف فاؤنڈیشن لاہور، صفحہ ۹۰۔۹۱۔

کی طاقت نہیں حق گوئی غیر ممکن ہے اس کا کلام خالی بلا مغز کا چھلکا اور لفظ بلا معنی ہوا کرتا ہے جس طرح طمع کے حروف نقطوں سے خالی ہیں۔ ایسے ہی لفظ طامع (لالچی) شخص خالی ہے۔ طمع کے حرف ط۔ م۔ ع۔ ہیں ان میں ہر ایک حرف نقطہ سے خالی ہے۔ اے اللہ کے بندو! تم سچ بولو بے شک فلاح پالو گے۔ سچے کی ہمت آسمان میں بلند ہے اس کو کسی قائل کا قول ضرر نہیں دیتا ہے۔

اے غلام اگر تیرے پاس علم کا پھل اور اس کی برکت ہوتی تو تو ہرگز اپنے خطوط و خواہشات نفسانی کے لئے بادشاہوں کے دروازوں پر نہ دوڑتا۔ عالم کے پاس وہ دو پیر ہی نہیں ہوتے جن سے وہ مخلوق کے دروازوں پر دوڑے اور زاہد کے پاس دو ہاتھ ہی نہیں ہوتے جن سے وہ آدمیوں کا مال لے اور اللہ کے محبّ کے پاس وہ دو آنکھیں ہی نہیں ہوتی ہیں جن سے وہ غیر اللہ کی طرف دیکھے سچا محبّ جو کہ اپنی محبت میں سچا ہے اگر تمام مخلوق سے بھی ملاقات کرے تو مخلوق کی طرف اس کو نظر کرنا حلال نہ ہو وہ تو اپنے محبوب کے سوا کسی کو دیکھتا ہی نہیں ہے اس کے سر کی آنکھوں میں دنیا کی اور اس کے قلوب کی آنکھوں میں آخرت کی قدر ہی نہیں ہوتی ہے اور نہ اس کے باطن کی آنکھوں میں خدا کے سوا کسی کی عظمت و قدر ہوتی ہے۔ تم عاقل ہو تمہاری کچھ حقیقت نہیں ہے تم میں سے اکثر چیخنے چلانے والوں کا اتباع کرنے لگتے ہیں، بہت سے واعظوں کا وعظ زبانی ہوتا ہے، دلوں سے نہیں ہوتا۔ منافق کی سرد آہیں زبان و سر سے ہوتی ہیں اور سچے شخص کی اس کے قلب و باطن سے تو تو قسم خدا اپنی سب حالتوں میں جھوٹا ہے تو اللہ عزوجل کے دروازہ کا راستہ بھی نہیں پہچانتا ہے تو دوسروں کی اس پر کیسے رہنمائی کرے گا تو خود اندھا ہے تو دوسروں کا ہاتھ کیسے پکڑے گا، تجھے تیری خواہش و طبیعت اور نفس کی تابعداری اور دنیا و ریاست اور شہوتوں کی محبت نے اندھا بنا دیا ہے۔ میرے سامنے آ۔ جب تک کہ گناہ تیرے ظاہر پر ہی ہیں اس سے قبل کہ وہ گناہ تیرے قلب تک پہنچیں بڑھ ورنہ تو گناہ پر اصرار کرنے والا ہو جائے گا پھر وہ اصرار منتقل ہو کر کفر بن جائے گا[1]

1: سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ، الفتح الربانی، مترجم مولانا مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی، فرید بک سٹال ۳۸ اردو بازار لاہور، صفحہ ۵۲۷۔۵۲۹۔

حرام

آپ کا ارشاد ہے :اے لڑکے !اے جوان !اے بوڑھے اور اے مریدو! تم میں کوئی بھلائی نہیں جب تک تمہارا لقمہ حرام سے صاف نہ ہو۔ تم میں سے اکثر بالعموم شبہ والی یا صاف حرام غذا کھاتے ہیں جو شخص حرام کھاتا ہے اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے جو شبہ والی چیز کھاتا ہے اس کا دل مکدر ہو جاتا ہے، نفس اور نفسانی خواہشات تمہارے لئے حرام کھانے کو آسان بنائے ہوئے ہیں نفس اور خواہشات ہی لذتوں اور مزوں کی طرف لپکتے ہیں جب نفس کھانے پینے میں محتاط نہیں ہوتا تو اس کی مثال اس مرغی کی سی ہوتی ہے جو کوڑوں پر چلتی پھرتی ہے اور گندگی اور پاک کھا جاتی ہے۔ جو اس کو اور اس کے انڈوں کو کھانا چاہے تو اس کو گھر میں باندھ رکھے، پاک غذا کھلائے، پھر اس کو کھائے، اپنے آپ کو حرام کھانے سے بچاؤ اور خود کو حلال پاک چیز کھلاؤ کہ جتنا گوشت حرام غذا کھانے سے بڑھا تھا وہ زائل ہو جائے اور اپنے نفس کو حرام کھانے سے بچاؤ، اس کے بعد اس کو نفس کی خواہشات سے حلال کھانے سے بھی باز رکھو جب تمہارے میں سے کسی شخص سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا تم اس عمل پر مرنا پسند کرتے ہو؟ جس کو کر رہے ہو تو وہ جواب دیتا ہے نہیں۔ جب اس کو کہا جاتا ہے توبہ کر اور نیک عمل کر تو کہتا ہے اگر خدائے بزرگ و برتر نے مجھ کو توفیق بخشی، تو کروں گا۔ توبہ کرنے میں تقدیر کو حجت بناتا ہے مگر مزوں اور لذتوں میں حجت نہیں ٹھہراتا۔ غرض آج کل۔ عنقریب۔ اور ہاں ہوں میں رہتا ہے کہ اچانک موت آجاتی ہے پھر اس کا گلہ گھونٹ دیتی ہے اور وہ اپنے عیش و آرام اور مزہ میں لگا ہوتا ہے۔ عز و جاہ کی مسند سے پکڑ کر اٹھاتی ہے، دکان اور اس کے نفع سے کھینچ لیتی ہے، موت اچانک آجاتی ہے اور وصیت بھی لکھی نہیں ہوتی اور نہ ہی حساب تحریر کیا ہوتا ہے اور امیدیں اس کی لمبی چوڑی تھیں۔[1]

جاہل

آپ نے فرمایا: حضرت سفیان رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ سے پوچھا جاہل کون ہے؟ فرمایا

---

[1] : جلاء الخواطر، محولہ بالا صفحہ ۴۰ ۴۱

وہ جو اپنے پروردگار کو نہیں پہچانتا تاکہ اپنی حاجتیں اس سے مانگے جو کوئی اپنی حاجتیں پروردگار سے نہ مانگے اس کی مثال اس مرد کی مانند ہے جو کسی بادشاہ کے گھر میں کوئی ایسا کام کرتا تھا جس کے کرنے کا بادشاہ نے اس کو حکم دیا تھا۔ پھر اسنے کام کو چھوڑا اور بادشاہ کے پڑوس میں کسی شخص کے دروازہ کی طرف چلا گیا اس سے روٹی کا خشک ٹکڑا مانگتا تھا جس کو وہ کھائے، کیا ایسا نہیں جب بادشاہ کو اس کا علم ہوا، اس سے بیزار ہوا اور اس کو اپنے گھر میں گھسنے سے منع کر دیا۔ اے اللہ ہمیں اپنی معرفت اور اپنے لئے اخلاص عمل اور اپنے غیر کے لئے عمل چھوڑنا نصیب فرما۔ ۶۰

دنیا

آپ نے بیان فرمایا: جب تو دنیا کو اس کے تمام تر ساز و سامان آرائش، دل لبھانے والے مکر و فریب، زیر دام لانے والے اسباب، سم قاتل لذات ظاہری، گدازی و نرمی، پوشیدہ مضرتوں اپنے طلبگاروں کو فوری ہلاکت میں ڈالنے اور عہد شکنی کے معمول کے ساتھ دنیا داروں کے ہاتھوں میں دیکھے تو ان میں اپنے آپ کو اس شخص کی طرح جان کہ جو قضاء حاجت کی جگہ میں گندگی اور غلاظت کے ڈھیر پر اس حالت میں بیٹھا ہوا ہے کہ اس کی شرمگاہ برہنہ اور اس کے چاروں طرف بدبو اور تعفن پھیلا ہوا ہے۔ ایسے میں جب تو اسے دیکھتا ہے تو آنکھوں کو اس کی برہنہ شرمگاہ دیکھنے سے بند کر دیتا ہے اور تعفن سے بچنے کے لئے ناک پر ہاتھ رکھ لیتا ہے جب تو دنیا داروں کے پاس مال و متاع دنیا دیکھے تو اس طرح اس کی زینت و آرائش سے نگاہیں اٹھالے اور اس کو شہوات و لذات کی بدبو سے اپنا ناک بند کر لے تاکہ تجھے اس سے اور اس کی آفات سے نجات حاصل ہو۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی مصطفی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا

ولا تمدن عینیك الی ما متعنابه ازواجاً منهم زهره الحیوة الدنیا لنفتنهم فیه و رزق ربك خیر والبقی:

ترجمہ: اے سننے والے! اپنی آنکھیں نہ پھیلا اس کی طرف جو ہم نے کافروں کے جوڑوں کو برتنے کے لئے دی ہے۔ جیتی دنیا کی تازگی کہ ہم انہیں اس کے سبب فتنہ میں ڈالیں اور تیرے

۶۰: جلاء الخواطر، محولہ بالا، صفحہ ۱۲۸۔۱۲۹

رب کا رزق سب سے اچھا اور سب سے دیرپا ہے۔[1]

شیخ سے دنیا کی بابت پوچھا گیا تو فرمایا: کہ اس کو اپنے دل سے ہاتھ تک نکال دے، پھر تجھ کو وہ نقصان نہ دے گی۔[2]

صدق

آپ کا ارشاد گرامی ہے: صدق و صفا کو اپنے اوپر لازم قرار دے لو، کیونکہ ان دونوں کے بغیر انسان قرب الٰہی حاصل نہیں کر سکتا، اگر تم اپنے سنگ دل پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اعصائے اخلاص کی ضرب لگا لو تو اس سے حکمتوں کے چشمے ابل پڑیں اور تم عارفین کی طرح اخلاص کے پروں سے قفس کی تاریکیوں سے نور قدس کی وسعتوں میں پرواز کر کے مقصد صدق کے باغات میں پہنچ جاؤ۔ بندے کے قلب میں اس وقت تک ضیاء اور نور یقین پیدا نہیں ہوتا جب تک اس کے چہرے پر نور کی روشنی کے خطوط ظاہر نہ ہونے لگیں۔ اس کے بعد ملاء الاعلیٰ سے ملائکہ اس کا نام لے کر پکارنے لگتے ہیں اور وہ روز حشر صادقین کے زمرے میں شامل کر لیا جاتا ہے۔ لہٰذا تمہیں چاہیے کہ نہ صرف خواہشات نفسانی سے اعراض کرو بلکہ اس میں توحید کو جگہ دو جس کی لذت قلوب عارفین کو سراپا نور بنا دیتی ہے، پھر انہیں کسی غیر سے لذت حاصل نہیں ہوتی۔

یاد رکھو! بغیر توشہ صدق و حضوری سفر آخرت نہیں کیا جاتا، قلب پر قابو حاصل کئے بغیر کبھی آخرت کی منزل حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب قلب بشریت کی کثافتوں سے مصفا ہو جاتا ہے تو بندہ خود بخود تعمیل احکام کرنے لگتا ہے۔ یاد رکھو! سرداروں کی نگاہ عقل نہ تو دنیا کو دیکھتی ہے، نہ اس کی چمک دمک سے فریب کھاتی ہے بلکہ وہ اپنے محبوب کو اس قول: وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور کو اچھی طرح سمجھنے لگتے ہیں اور اگر لذات اور شہوات مسلسل طلب کی

---

[1]: فتوح الغیب، محولہ بالا، صفحہ ۲۱

[2]: بہجۃ الاسرار، امام ابو الحسن الشطنوفی الشافعی، مترجم مولانا حافظ سید احمد علی شاہ چشتی بٹالوی، پروگریسو بکس ۴۰ بی اردو بازار لاہور، صفحہ ۳۴۹۔

جائیں تو شیطان قلب میں داخل ہو کر شہوات کی نالیوں سے گذرتا ہوا سینے میں داخل ہو جاتا ہے اور بندہ طلب دنیا کے چکر میں فریب پر فریب کھاتا چلا جاتا ہے۔ لہٰذا اس کے لئے بشارت ہے جو متنبہ ہو کر غفلت عقل کی نیند سے بیدار ہو گیا اور اس میں قرب مولےٰ میں اپنے احوال کو مصفا کر کے سفر آخرت کی تیاری کر لی اور اس نے ان چیزوں سے اپنے نفس کا محاسبہ کر کے نفس سے ان چیزوں کو خارج کر دیا جن کا نفس سے خارج ہونا ضروری تھا۔

یاد رکھو! دنیا ایک گذرگاہ ہے اور قیامت مصائب اور تلخیوں کی آماجگاہ[1] ہے۔

اخلاص

آپ کا ارشاد پاک ہے تمہارے لئے اخلاص لازم ہے اس کے لئے نماز پڑھو نہ کہ اس کی مخلوق کے لئے، اس کے لئے روزہ رکھو نہ کہ اس کی مخلوق کے لئے، دنیا میں اللہ تعالےٰ کے لئے زندگی گزارو نہ کہ اس کی مخلوق کے لئے اور نہ اپنے نفسوں کے لئے اپنی ساری عبادتیں اللہ تعالےٰ کے لئے کرو نہ کہ اس کی مخلوق کے لئے، نیک اعمال اور اخلاص پر قدرت نہ ہو گی مگر آرزوئیں کو تاہ کرنے سے اور آرزو کو تاہ کرنے پر قدرت نہ ہو گی مگر موت کو یاد کرنے سے اور اس پر قدرت نہ ہو گی مگر پرانی قبروں کو دیکھنے اور ان قبر والوں اور یہ جن حالات میں تھے ان پر غور کرنے سے بوسیدہ قبروں کے پاس بیٹھو اور اپنے آپ سے کہو وہ سب کھاتے تھے، پیتے تھے، شادی کرتے تھے، پہنتے تھے اور جمع کرتے تھے اب ان کا کیا حال ہے؟ کون سی چیز انہیں فائدہ دیتی ہے سوائے نیک اعمال کے۔ ان میں سے اب ان کے ہاتھ میں کوئی چیز بھی نہیں[2]

صبر و شکر

آپ نے فرمایا: سچا انعام پر اور انتقام پر صبر کرتا ہے اور حکم بجالاتا ہے اور منع کی ہوئی چیزوں سے رک جاتا ہے، اس پر دل ترقی کرتے ہیں، انعام پر شکر انعام کو زیادہ کرتا ہے اور انتقام

---

[1]: قلائد الجواہر فی مناقب غوث اعظم، محمد یحییٰ تاذفی، مترجم مولانا زبیر افضل عثمانی مرحوم، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، صفحہ ۲۰۴-۲۰۶

[2]: جلاء الخواطر، محولہ بالا صفحہ ۲۲۴۔

پر صبر ان کے کام کو آسان بنا دیتا ہے، بیوی بچوں کے مرنے، مال کے جانے، سامان کے چھننے، مطلب پورا نہ ہونے اور مخلوق کی تکلیف پر صبر کرو، اور تم بڑی بھلائی دیکھو گے جب تم نے آسانی ہونے پر شکر کیا اور تنگی آنے پر صبر کیا، تمہارے ایمان کے بازو کے یہی دو پر ہیں۔ ان کو مضبوط کرو چنانچہ تمہارا دل اور باطن ان دونوں سے تمہارے مولائے کریم کے دروازہ کی طرف پرواز کریں گے۔ تم ایمان کا دعویٰ کیسے کرتے ہو حالانکہ تم میں صبر نہیں، کیا تم نے نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان نہیں سنا کہ صبر ایمان میں ایسے ہے جیسے سر جسم میں جب تمہیں صبر ہی نہ ہو تو تمہارے ایمان کے لئے سر کہاں اور اس کے جسم کا کیا اعتبار، اگر تم نے آزمائش کرنے والے کو پہچانا ہوتا تو اس کی دی ہوئی مصیبت پر صبر کرتے۔ اگر تم دنیا کو پہچانتے تو اس کی طلب سے رک جاتے۔ اے اللہ! ہر گمراہ کو راہ دکھایئے اور ہر ناراض پر مہربانی کیجئے اور ہر آزمائش شدہ کو صبر دیجئے اور ہر معافی پانے والے کو شکر کی توفیق دیجئے۔۔۔۔ آمین۔[1]

ورع

آپ کا ارشاد ہوا: ورع کنایہ ہے ہر شے سے توقف اور اس کی طرف سے ترک رجوع کا جب تک اس کے بارے میں شریعت کا حکم نہ ہو جائے اگر وہ فعل شریعت میں موجود ہے تو اس کو اختیار کرے ورنہ اس کو ترک کر دے۔ پھر ورع کے بھی تین مدارج ہیں

(۱) عوام کا ورع تو یہ ہے کہ وہ حرام اور مشتبہ اشیاء سے احتراز کریں۔

(۲) خواص کا ورع یہ ہے کہ خواہشات نفسانی سے اجتناب کریں۔

(۳) اور اخص الخواص کا ورع یہ ہے کہ اپنے تمام ارادوں سے کنارہ کش ہو جائیں۔[2]

اور ورع بجز اس کے پورا نہیں ہوتا کہ اپنے نفس پر دس خصلتیں پوری کرے: اول زبان کی غیبت سے حفاظت کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ تم ایک دوسرے کی غیبت نہ کیا کرو۔ دوم یہ کہ سوء ظن سے بچے کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے تم ایک دوسرے کے بارے میں بدگمانی

1: جلاء الخواطر، محولہ بالا صفحہ ۱۸۹

2: قلائد الجواہر، محولہ بالا صفحہ

نہ کرو کیونکہ بعض بد گمانی گناہ ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم بد گمانی سے بچتے رہا کرو کیونکہ وہ بڑی جھوٹی بات ہے۔ سوم: یہ کہ مسخرہ پن چھوڑ دے کیونکہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے کہ ایک قوم دوسری قوم سے ہنسی نہ کرے شاید کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ چہارم: یہ کہ محارم سے چشم پوشی کرے کیونکہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے کہ مومنین سے کہہ دو کہ اپنی آنکھوں کو نیچی رکھا کریں۔ پنجم: یہ کہ سچ بولا کریں۔ ششم: یہ کہ اللہ تعالٰے کا اپنے اوپر احسان سمجھے تاکہ اپنے دل میں متکبر نہ ہو جائے کیونکہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے: بلکہ اللہ تعالٰے تم پر احسان کرتا ہے کہ تم کو ایمان کی ہدایت دی۔ ہفتم: یہ کہ اپنے مال کو حق کی راہ میں خرچ کرے اور باطل کی راہ میں خرچ نہ کرے کیونکہ اللہ تعالٰے فرماتا: یہ کہ وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اصراف کرتے ہیں، نہ تنگی یعنی نہ گناہ میں خرچ کرتے ہیں اور نہ اطاعت سے منع کرتے ہیں۔ ہشتم: یہ کہ اپنے نفس کی بلندی اور تکبر نہ کرے کیونکہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے کہ یہ دار آخرت ایسے لوگوں کے لئے ہم نے بنائی کہ جو زمین میں بلندی کا ارادہ نہیں کرتے اور نہ فساد کا۔ نہم: یہ کہ پانچوں نمازوں کی اپنے اوقات پر محافظت کرے، اس میں رکوع وسجدہ پورے طور پر کرے کیونکہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے کہ تمام نمازوں اور درمیانی نماز کی حفاظت کیا کرو، اور اللہ تعالٰے کے لئے چپ کھڑے رہا کرو۔ دہم: یہ کہ طریق سنت والجماعت پر مستقیم ہو کیونکہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے: اور میرا یہ راستہ سیدھا ہے تم اس کا اتباع کرو اور بہت سے راستوں کا اتباع نہ کرو، وہ تم کو صراط مستقیم سے پھیر دیں گے۔[1]

زہد

آپ نے فرمایا: زاہد دنیا میں غریب ہوتا ہے اور عارف دنیا و آخرت میں غریب ہوتا ہے۔ زاہد اس بارے میں زہد اختیار کرتا ہے جو اس کے ہاتھوں میں ہوتا ہے، دنیا کی محبت اس کے دل سے نکال دی جاتی ہے توکل کے فرش پر اپنے رب عزوجل کا منتظر ہو کر بیٹھا رہتا ہے یا تو مخلوق واسباب کے ہاتھوں پر یا تکوین کے ہاتھ پر پس بالضرور دنیا میں مخلوق کے درمیان ہوتا

1: بہجۃ الاسرار، محولہ بالا صفحہ ۱۸۹۔۱۹۰

ہے اور عارف دنیا میں ایسا ہی زاہد ہوتا ہے جس طرح کہ آخرت میں زاہد ہوتا ہے اس کو دنیا و آخرت میں کوئی شے رب عزوجل سے نہیں روکتی۔ اس کے سوا کسی اور کے پاس اس کی تسکین نہیں ہوتی کہ اس سے اس کو روک دے۔ پس بالضرور وہ ان دونوں سے غریب ہوگا۔ دنیا کا ہاتھ اس سے منقطع ہوتا ہے۔ ایسا ہی آخرت کا ہاتھ اور آخرت کا چہرہ اس سے چھپا رہتا ہے۔

اللہ عزوجل اس سے دنیا کا چہرہ ڈھانپ لیتا ہے تاکہ اس کا نفس اس سے فتنہ میں نہ پڑے۔ آخرت کا چہرہ بھی اس سے چھپا لیتا ہے کہ اس پر دل مفتون نہ ہو ماسوئی کا چہرہ بھی اس سے چھپا لیتا ہے کہ اس کا باطن مفتون نہ ہو اس پر تمام اشیاء ظاہرہ وباطنہ کا کشف ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ان کو پہچان لیتا ہے[1]

اسلام

آپ کا ارشاد پاک ہے: تجھ پر افسوس تو مسلمان ہونے کا مدعی ہے حالانکہ تو اللہ عزوجل اور اس کے نیک بندوں پر معترض ہے، تو اپنے اس دعوئی میں جھوٹا ہے اسلام تو استسلام سے بنایا گیا ہے جس کے معنی ہیں قضاوقدر کا ماننا اور اللہ تعالےٰ کے افعال پر قرآن وحدیث کی حدوں کی حفاظت کے ساتھ راضی رہنا پس اسوقت جبکہ تو ایسا کرے گا تو تیرا اسلام صحیح ہوگا، تیری آرزو کی درازی کی نحوست تجھے اللہ تعالےٰ کی مخالفت میں گرا رہی ہے جبکہ تو آرزو کو کم کرے گا تیرے پاس بھلائی آجائے گی پس تو اگر فلاح چاہے تو اس پر چنگل مار لینا[2]

اے غلام! جب تیرے پاس اسلام نہ ہوگا پس تیرے پاس ایمان بھی نہ ہوگا اور جب ایمان نہ ہوگا پس تیرے پاس ایقان بھی نہ ہوگا اور جب تجھے ایقان نہ ہوگا پس تجھے معرفت الٰہی اور خدا کا علم بھی حاصل نہ ہوگا۔ یہ سب امور درجہ بدرجہ حاصل ہوتے ہیں ان کے درجے اور طبقے ہیں، جب تیرا اسلام درست ہو جائے گا تو تیری فرماں برداری خدا کے لئے درست ہو جائے گی جو کہ استسلام ہے تو اپنی تمام حالتوں میں حدود شرعیہ کی مخالفت اور اس کی پابندی کے ساتھ

۱: بہجۃ الاسرار، محولہ بالا، صفحہ ۵۷

۲: الفتح الربانی، محولہ بالا صفحہ ۵۲۹

اپنے آپ کو خدا کے سپرد اور حوالہ کر دینے والا ہو، تو اپنا اور غیروں کا معاملہ اسی کو سونپ دے، اللہ تعالےٰ اور اس کی مخلوق کے ساتھ حسن ادب کر، اپنے نفس اور اپنے غیر پر ظلم نہ کر کیونکہ ظلم دنیا و آخرت میں اندھیروں کا مجموعہ ہے۔ ظلم قلب کو تاریک کر دیتا ہے اور چہرہ اور صحیفوں کو سیاہ بنا دیتا ہے۔ تو نہ خود ظلم کر اور نہ کسی ظالم کی مدد کر اس واسطے کہ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: قیامت کے دن ندا کرنے والا ندا کرے گا کہاں ہیں ظالم کہاں ہیں ظالم ظالموں کے مددگار کہاں ہیں؟ وہ جنہوں نے ان کے لئے قلم بنایا تھا۔ کہاں ہیں وہ جنہوں نے ان کی دلوت میں صوف ڈالا تھا ان سب کو جمع کرو اور ان سب کو آگ کے تابوت میں ڈال دو۔[1]

توحید

آپ نے فرمایا تمہارے میں توحید کی کتنی کمی ہے؟ اللہ تعالےٰ کی رضامندگی کتنی کم ہے الا ماشاءاللہ کوئی ہی بیماری ہو گی جس میں جھگڑا اور غصہ نہ ہو، تمہارا اسباب اور مخلوق سے شرک کرنا کتنا زیادہ ہے تم نے فلاں فلاں کو اللہ تعالےٰ کے علاوہ رب بنا رکھا ہے جن کی طرف نقصان و نفع اور دینے اور روکنے کو منسوب کرتے ہو۔ ایسا مت کرو، اپنے پروردگار اعلےٰ کی طرف رجوع کرو، اپنے دلوں کو اس کے لئے فارغ کرو، اس کے سامنے گڑگڑاؤ اور اس سے اپنی حاجتیں مانگو۔ اپنی مشکلات میں رجوع کرو، تمہارے لئے دوسرا دروازہ نہیں۔ سارے دروازے بند پڑے ہیں اس کے ساتھ خالی جگہوں میں تنہا ہو جاؤ۔ اس سے باتیں کرو، اس کو اپنے ایمان کی زبانوں سے مخاطب کرو، تمہارے میں سے ہر ایک کو جب اس کے گھر والے سو جائیں اور مخلوق کی آوازیں خاموش ہو جائیں چاہیے کہ پاکی حاصل کرے اور اپنی پیشانی کو زمین پر رکھے اور توبہ کرے اور معذرت کرے اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرے اور اس کی عطا کے پیچھے ہو جائے اور اپنی حاجتیں مانگے اور اس ہر اس چیز کا شکوہ کرے جس سے اپنا دل تنگ پڑتا ہے، وہ تمہارا پروردگار اعلیٰ ہے دوسرا نہیں، وہ تمہارا معبود ہے دوسرا نہیں۔[2]

۱: الفتح الربانی، محولہ بالا صفحہ ۳۲۳۔۳۲۴

۲: جلاء الخواطر، محولہ بالا صفحہ ۲۳۹۔۲۴۰

عبادت

عبادت عادت کا چھوڑنا ہے یہ اس کو منسوخ کر دینے والی ہے شریعت عادت کو مٹااور اڑا دیتی ہے اپنے پروردگار اعلیٰ کی شریعت کو مضبوط پکڑو اور اپنی عادتوں کو چھوڑ دو عالم عبادت پر قائم ہوتا ہے اور جاہل عادت پر قائم ہوتا ہے [1]

نماز

نماز کی پابندی کرو کیونکہ یہ تمھارے اور تمھارے پروردگار کے درمیان ایک جوڑ ہے نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب مومن نماز میں داخل اور اس کا دل اپنے خدائے بزرگ وبرتر کے سامنے حاضر ہوتا ہے تو اس کے اردگرد "لا" کے بعد "حول" کی ضرب مار دیتے ہیں اور فرشتے اس کے چاروں طرف کھڑے ہوتے ہیں اور اس پر آسمان سے برکت نازل ہوتی ہے اور حق تعالیٰ اس کی وجہ سے فرشتوں پر فخر کرتے ہیں بعض نمازیوں کی یہ شان ہوتی ہے کہ ان کا دل حق تعالیٰ کی طرف اس طرح کھنچ جاتا ہے جیسے کہ پرندہ کو پنجرہ میں قید کر دیا جاتا ہے جیسے بچہ ماں کا ہاتھ بھینچ لیتا ہے چنانچہ اس کو اپنی پسندیدہ چیزوں اور معلوم باتوں سب سے اس طرح بے خبری ہو جاتی ہے کہ اگر اسے کاٹ دیا جائے ٹکڑے کر دیا جائے تو اسے خبر نہ ہو اس قسم کی بات ایک بزرگ سے منقول ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے بھانجے حضرت عروہ بن زبیر بن عوام رحمت اللہ تعالےٰ علیہ تابعی تھے ان کے پاؤں میں گوشت خور (پھوڑا) ہو گیا اس پر ان کو حکم ہوا کہ پاؤں کا کاٹ دینا ضروری ہے ورنہ تو یہ سارا بدن کھا جائے گا آپ نے طبیب سے فرمایا جب میں نماز میں مشغول ہوں تو اسے کاٹ دو چنانچہ اس نے اسے اس وقت کاٹ دیا جب وہ سجدے میں تھے آپ کو تکلیف محسوس نہ ہوئی [2]

---

[1] : جلاء الخواطر ۔ محولہ بالا صفحہ ۱۹"

[2] : ایضاً صفحہ ۷۷۔۷۸

رمضان

رمضان کے پانچ حرف ہیں۔ ر، م، ض، ا، ن

"ر" رحمت اور راحت سے ہے "م" مجاہدات محبت اور منت سے ہے "ض" ضمان اور ثواب سے ہے "الف" الفت اور قربت سے ہے "نون" نور اور نوال (عطا) سے ہے جب تم اس مہینے کا حق پورا کرو گے اور عمل صحیح کرو گے تو یہ چیزیں حق تعالیٰ کی طرف سے تمہیں ملیں گی۔ جو تمھارے دلوں کو دنیا میں زندہ کر دیں گی روشن کرنے والی اور ان کے لئے روشنی کا باعث ہو گی۔ اور اس کی نعمت و بخشش ظاہر و باطن ہو گی۔ آخرت میں وہ چیزیں ملیں گی جن کو نہ آنکھ نے دیکھا اور نہ کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں گزریں۔

تم میں سے بہت سے ایسے ہیں جن کے پاس روزوں کے مہینے کی کوئی بھی بھلائی نہیں اکثر لوگ اپنے ماں باپ اور پڑوسیوں کو روزہ رکھتے دیکھتے ہیں چنانچہ ان کے ساتھ بغرض عبادت نہیں بلکہ بطور عادت یہ بھی روزہ رکھ لیتے ہیں خیال یہ کرتے ہیں کہ روزہ کھانے پینے سے رکنے کا نام ہے اس کے شرائط اور کان کو پورا نہیں کرتے۔ اے لوگو عادت کو چھوڑ دو عبادت کو اختیار کرو اللہ تعالیٰ کے لئے روزے رکھو اور اس ماہ میں عبادت کر کے اپنی شان بڑھاؤ عمل کرو اخلاص اختیار کرو نماز تراویح لازمی طور پر ادا کرو مسجدوں میں روشنی کرو اس واسطے کہ قیامت کے دن یہ نور ہو گا۔

بدنصیبی تمھاری تمہیں کیا چیز فائدہ دے گی روزہ رکھتے ہو اور حرام پر کھولتے ہو ان مبارک راتوں میں گناہ کرکے سوتے ہو اور تم خرابی تمھاری جب تک لوگوں میں ہوتے ہو ریاکاری اور نفاق سے روزہ رکھتے ہو جب تنہا ہوتے ہو کھول دیتے ہو پھر نکلتے ہو اور کہتے ہو میں روزہ دار ہوں اور تم دن بھر گالیاں دیتے ہو۔ تہمتیں لگاتے ہو جھوٹی قسمیں کھاتے ہو کمی زیادتی کر کے حیلہ بہانہ کر کے اور لوٹ گھسوٹ سے لوگوں کا مال چھینتے ہو یہ چیز تمہیں فائدہ نہ دے گی، نہ تمہارا روزہ شمار ہو گا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کو روزہ سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے کھڑے ہونے

والے ہیں جن کو اپنی نماز سے سوائے مشقت اور بیداری کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ تم میں ایسے بھی ہیں جو ظاہر میں مسلمان ہیں اور باطن میں بتوں کے پجاریوں کی مانند ہیں جو تم میں سے روزے رکھے تو چاہیئے کہ اس کے کان، اس کی آنکھیں، اس کے ہاتھ، اس کے پاؤں اس کے اعضاء اور اس کا دل بھی روزہ رکھے[1]

بندہ پر بندوں کے حقوق

اے لوگو! اپنے بچوں کو اور اپنے گھر والوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے ساتھ حسن عبادت اور اس سے راضی رہنا سکھاؤ، اور اپنی روزی کا اپنے دلوں سے فکر نہ کرو بلکہ اس کی اپنی کمائی اور اپنی کوشش کی حیثیت سے فکر کرو، میں تمہارے میں سے بہتوں کو دیکھتا ہوں کہ تم نے اپنے بچوں کو ادب سکھانا چھوڑ دیا ہے اور اپنی روزی کی فکر میں لگ گئے، الٹ کرو، ٹھیک کرو گے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے سب حاکم ہیں اور تمہارے سے تمہاری رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

ایک دوسرے کی لغزشوں سے درگزر کرو، لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے پردہ میں رہنے دو بلا ٹوہ و تلاش اچھی بات کا حکم کرو، اور بری بات سے منع کرو۔ جو سامنے کریں اسے ناپسند کرو اور جو چھپا ہے تمہیں اس سے کیا، پردہ پوشی کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری پردہ پوشی کریں گے۔ احسان یہ ہے کہ تم دو اور اپنا ہی حق لو اور اگر تم سے ہو سکے تو اپنا سارا حق بخش دو اور اس پر اور چیز کا اضافہ کرو۔ یہ بات تمہارے ایمان اور یقین کی طاقت اور تمہارے اپنے پروردگار اعلیٰ پر بھروسہ کی طرف لوٹتی ہے، جو تم تول کر دو تو بڑھا دو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہارے میزان بڑھا دیں گے۔ کوئی کسی آدمی سے کوئی چیز قرض لے تو اس سے اچھی اس کو دو۔[2]

---

[1]: جلاء الخواطر، محولہ بالا صفحہ ۱۶۳۔ ۱۶۵۔

[2]: ایضاً صفحہ ۲۴۶۔ ۲۴۸۔

ذکر

اے دل کے مردو! اپنے پروردگار اعلیٰ کی یاد اور اس کی کتاب اور نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی پیروی اور ذکر کی مجلسوں میں حاضری میں ہمیشگی اختیار کرو اور یہ چیز تمہارے دلوں کو اس طرح زندہ کردے گی جیسا کہ مردہ زمین کو اس پر بارش کا برسنا زندہ کر دیتا ہے جب دل اللہ تعالےٰ کی یاد پر ہمیشگی اختیار کرتا ہے تو اس کو علم و معرفت، توحید و توکل اور ماسویٰ اللہ سے روگردانی کرنی آتی ہے۔ مختصر یہ کہ دوامی ذکر دینا اور آخرت میں دوامی خیر کا سبب بنتا ہے۔[1]

طبیب

اے اللہ کے بندو! تم دار الحکومت میں ہو، ایک واسطہ ضروری ہے اپنے معبود سے ایک ایسا طبیب مانگو جو تمہارے دلوں کی بیماریوں کی دوا کرے، ایک ایسا معالج جو تمہارا علاج کرے، ایک ایسا راہ دکھانے والا جو تمہیں راہ بتائے اور تمہیں ہاتھوں سے پکڑے، اس کے مقربوں، اس کے عاشقوں اور اس کے قرب کے دربانوں اور اس کے دروازہ پر رہنے والوں سے نزدیکی چاہو۔[2]

الہام، وسواس اور ہوا

جو خیالات ہمارے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں اگر وہ خدا کی طرف سے ہوں تو الہام ہے۔ شیطان کی طرف سے ہوں تو وسواس اور نفس کی طرف سے ہوں تو ہوا و ہوس کہلاتے ہیں اور الہام کی یہ علامت ہے کہ وہ علم کے عین موافق ہوتا ہے جو علمی میزان پر پورا نہ اترے وہ الہام باطل ہیں۔ ہوا و ہوس ان جھگڑوں سے پیدا ہوتے ہیں جو نفس کی خواہشات کے لئے کئے جائیں۔ وسواس کی علامت یہ ہے کہ جب وہ کسی ذلت کی طرف آمادہ کرے اور اس کی مخالفت کی جائے تو وہ دوسری ذلت کی آرزو پیدا کر دیتے ہیں۔[3]

۱: جلاء الخواطر، محولہ بالا صفحہ ۲۶۵

۲: ایضاً صفحہ ۱۴۰ ۳: اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

خوف

آپ نے فرمایا گناہ گاروں کا خوف عذابوں سے، عابد کا خوف ثواب عبادت کے فوت ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ عالموں کا خوف طاعات میں شرک خفی سے ہوتا ہے۔ عاشقوں کا خوف ملاقات کے فوت ہونے سے ہے۔ عارفوں کا خوف ہیبت و تعظیم ہے اور یہ خوف سب سے بڑھ کر ہے۔ [1]

صفات

ہر مومن کے لئے تمام حالات میں تین چیزوں پر کاربند رہنا ضروری ہے۔ پہلے احکامات خداوندی کی تعمیل کرے، دوسرے تمام ناپسندیدہ امور سے اجتناب کرے اور تیسرے جو کچھ بارگاہ رب العزت سے مقدر ہے اس پر راضی رہے۔ ایک مومن کی ادنٰی کیفیت یہ ہے کہ وہ کسی بھی حال میں مذکورہ تینوں امور کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دے، اپنے قلب کو پوری طرح اس طرف متوجہ رکھے، اپنے نفس سے انہی باتوں کی گفتگو کرے اور تمام حالات میں اپنے اعضاء و جوارح کو انہی امور کی بجاآوری میں مشغول رکھے۔ [2]

نبی کریم صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا جب مومن کو اس کی قبر میں چھوڑ دیا جاتا ہے تو صدقہ اس کے سر کے پاس بیٹھتا ہے اور نماز اس کے دائیں جانب اور روزہ اس کے بائیں جانب اور صبر اس کے پاؤں کے پاس، چنانچہ جب اس کے سر کی جانب سے عذاب آتا ہے تو صدقہ کہتا ہے تمہارے لئے میرے ہاں راہ نہیں، اس کی بائیں جانب آتا ہے تو روزہ کہتا ہے تمہارے لئے میرے ہاں راہ نہیں پس اس کے پاؤں کی جانب سے آتا ہے تو صبر کہتا ہے میں حاضر ہوں، اگر تم پکڑتے ہو تو میں تمہاری مدد کرتا ہوں [3]

۳: بقیہ حاشیہ: ملا علی قاری، نزہت الخاطر الفاطر، فی مناقب شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالٰے عنہ، مترجم علامہ اقبال احمد فاروقی، سنی دار الاشاعت ۸ جھوٹی روڈ فیصل آباد، صفحہ ۱۰۲

۱: بہجۃ الاسرار، محولہ بالا، صفحہ ۳۵۵

۲: فتوح الغیب، محولہ بالا صفحہ ۱۷

۳: جلاء الخاطر، محولہ بالا صفحہ ۲۰۰

انسانی مدارج

لوگ چار قسم کے ہیں: ایک وہ جس کی نہ زبان ہے نہ دل، یہ عاصی، نا تجربہ کار اور ذلیل شخص ہے۔ اللہ تعالےٰ نے نزدیک نہ وہ کسی شمار قطار میں ہے اور نہ اس میں کوئی بھلائی اور بہتری ہے اس کی مثال بھوسے کی ہے ایسے لوگوں کی قدر و قیمت نہیں، وہاں البتہ اگر اللہ تعالےٰ ان پر اپنی رحمت کاملہ نازل فرمادے۔ دوسرا شخص وہ ہے جس کی زبان تو ہے لیکن دل نہیں وہ دانائی اور حکمت کی باتیں کرتا ہے لیکن خود ان پر عمل نہیں کرتا، لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہے مگر خود اللہ سے دور بھاگتا ہے، دوسروں کے عیوب نکالتا رہتا ہے لیکن خود انہی عیوب میں مبتلا رہتا ہے، لوگوں پر اپنے زہد و اتقاء کا رعب ڈالتا ہے حالانکہ خود کبیرہ گناہوں کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ آمادہ پیکار رہتا ہے۔ تیسرا شخص وہ ہے جس کے پاس دل تو ہے مگر زبان نہیں یہ مومن ہے اللہ نے اسے مخلوق سے چھپا کر اس پر اپنا پردہ ڈال دیا ہے، اسے اپنے عیوب پر بینا اور اس کا دل منور کر دیا ہے، ایسے لوگوں سے کثرت ملاقات کے مصائب اور زیادہ گفتگو کی خرابیوں سے آگاہ کر دیا، چنانچہ اس نے یقین کر لیا کہ خاموشی اور گوشہ نشینی میں سلامتی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے جو خاموش رہا اس نے نجات پائی اور اس طرح آپ کا فرمان ہے کہ عبادت کے دس اجزاء ہیں ان میں سے نو جزو خاموشی میں ہیں یہ شخص اللہ تعالےٰ کا دوست ہے۔ چوتھا شخص وہ ہے جسے اعزاز و اکرام کے ساتھ عالم ملکوت میں بلایا گیا جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے

جس نے علم حاصل کیا، اس پر عمل کیا اور دوسروں کو سکھایا اسے ملکوت میں عزت کے ساتھ بلایا جائے گا۔

یہی وہ شخص ہے جو ذات الٰہی اور اس کی آیات کا عارف ہے اور اس کا دل علوم الٰہی کا امین ہے۔[1]

علم

آپ نے فرمایا: پہلے علم پڑھ اس کے بعد گوشہ نشین بن، جو شخص بغیر علم کے عبادات

---

[1] فتوح الغیب، محولہ بالا، صفحہ ۷۸۔ ۷۹

الٰہی میں مشغول ہو جاتا ہے اس کے جملہ کام بجنبت سدھرنے کے زیادہ بگڑتے ہیں۔ پہلے اپنے ساتھ شریعت الٰہی کا چراغ لے، پھر عبادات الٰہی میں مشغول ہو جا جو شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے خدا تعالےٰ اس کے علم کو وسیع کرتا ہے اور علم لدنی جو اسے حاصل نہیں ہوتا عطا کرتا ہے۔[1]

وصیتِ غوثِ اعظم

آپ کے صاحبزادے سید عبدالوہاب نے اپنے والد ماجد شیخ ابو محمد عبدالقادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مرض الموت میں آپ سے وصیت کی خواہش کی۔ پس آپ نے ان سے فرمایا تم اپنے اوپر اللہ کے تقویٰ و طاعت کو لازم پکڑ لو اس کے سوا نہ کسی سے ڈرو اور نہ کسی سے امیدواری کرو اور اپنی کل حاجتوں کو اللہ عزوجل کی طرف سونپو اور حاجتیں اسی سے طلب کرو، اس کے سوا کسی پر بھروسہ نہ کرو اور تمہارا اعتماد اسی پر ہو توحید کو لازم پکڑو، توحید کو لازم پکڑو، توحید کو لازم پکڑو، تمام عبادتوں کا مجموعہ توحید ہے۔[2]

---

[1] : مظہر جمال مصطفائی، صوفی پیر نصیر الدین ہاشمی قادری رضوی، علامہ ابو البرکات اکیڈمی گنج بخش روڈ لاہور، صفحہ ۲۴۴ بحوالہ قلائد الجواہر، بہجۃ الاسرار۔

[2] : الفتح الربانی، محولہ بالا صفحہ ۷۷۸

بقیہ:- پیرِ پیران جہاں

کے لباس پر کبھی مکھی نہیں بیٹھتی تھی۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ کے لباس پر مکھی نہیں بیٹھتی، آپ نے جواباً فرمایا کہ مکھی مجھ پر بیٹھ کر کیا کرے گی میرے پاس نہ دنیا کا چکاؤ ہے اور نہ آخرت کا شہد۔

آپ کے اعتماد، اعتقاد اور محبت کا ضامن سلسلہ قادریہ جو آپ کی حیات طیبہ میں ہی لاکھوں انسانوں کو مستفیض کر چکا تھا۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلفاء اور قادری خانقاہوں کی طرف سے یہ سلسلہ نہ صرف عالم اسلام میں اصلاح و ارشاد کی ایک وسیع تحریک کی صورت اختیار کر گیا بلکہ غیر مسلموں میں اشاعت اسلام کا ایک موثر ذریعہ بھی ثابت ہوا۔ اس طرح قدرت نے آپ کو "محی الدین" کے بلند اور اعلیٰ مرتبے پر فائز کر آپ ہی کے ذریعے احیاء اسلام کے مشن کو شروع کرایا جب کہ وقت اس امر کا مقتضی ہے کہ آپ کے عقیدتمند اور سلسلہ قادریہ سے منسلک فرزندان توحید اس مشن کو ایک بھرپور تحریک کی صورت میں جاری رکھنے اور چلانے کی کوشش کریں اور اس سلسلے میں عملی اور پر خلوص جدوجہد کو جاری رکھیں۔